

# تاریخ الخلفاء الراشدين

(علامہ سلیم جیراج پوری)

جلد چہارم - خلافت عباسیہ

مطبعہ: ادارہ طلوع اسلام - کراچی

قیمت دو روپے





# تاریخ الامت

جلد چہارم

خلافت عباسیہ

علامہ محمد اسلم صاحب حیراپور

شائع کردہ

ادارہ طلوع اسلام کراچی

جاوید پریس بیکوڈ رڈ کراچی

135481

## فہستہ تاریخ الامت

جلد پہلے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۹	جمعیت مخفیہ		
۳۲	دور اول		
۴۰	دور ثانی	۹	دیباچہ
۴۵	انکشاف حقیقت	۱۲	بنی عباس
۴۶	اعلان خلافت	-	حضرت عباس رضی
۴۹	خاتمہ بنی امیہ	۱۵	عبداللہ بن عباس رضی
۵۰	خلافت عباسیہ	۱۶	علی بن عبداللہ رضی
۵۳	مالک اسلامیہ	۱۶	محمد بن علی
-	جزیرۃ العرب	۱۸	خلافت

صفحه	عنوان	صفحه	عنوان
۶۴	احوال داخلی	۵۴	عراق
۶۶	امراء	۵۵	استلیم جزیره
۶۸	ولیعهدی	۵۶	استلیم شام
-	وفات	۵۷	مصر
۷۵	متصور (۲)	۵۸	مغرب
-	احوال داخلی	۵۹	نواران النهر
۸۱	عبدالله بن علی	۶۰	خراسان
۸۳	ابو مسلم خراسانی	۶۱	استلیم و بلیم
۸۸	محمد بن عبدالله نفس زکیه	۶۲	رحاب
۱۰۴	ابراہیم	۶۳	اقلیم الجبال
۱۰۷	نظم ولایات	-	خوزستان
۱۰۸	وزارت	۶۴	فارس
۱۰۹	ابو ایوب	-	کرمان
-	ربیع بن یونس	۶۵	سندھ
۱۱۰	حاجب	۶۶	ولایت عہد
-	کتابت	۶۷	سفاح (۱)

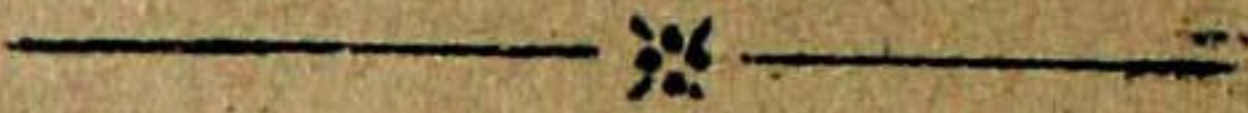
صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۸	ابن ابی صالح	۱۱۰	قتضار
۱۲۹	احوال خارجیہ	۱۱۱	صاحب شرط
۱۳۰	صفات ہدی	-	فوج
۱۳۲	ولیعہدی	-	معین بن زائدہ
۱۳۳	وفات	۱۱۳	عمرو بن العلاء
۱۳۴	ہادی (۴)	-	دار الخلافہ
-	احوال داخلیہ	۱۱۴	احوال خارجیہ
۱۳۵	حسین بن علی	۱۱۶	صفات منصور
۱۳۶	صفات ہادی	۱۱۹	وفات
-	ولیعہدی	-	اولاد
۱۳۶	وفات	۱۲۱	ہدی (۳)
۱۳۸	یارون (۵)	-	احوال داخلیہ
-	احوال داخلیہ	۱۲۲	فتنہ زنادقہ
۱۳۹	حصارۃ بغداد	۱۲۳	وزارت
۱۴۱	علویہ	۱۲۴	ابو عبد اللہ
۱۴۲	ادریس اول	۱۲۶	یعقوب

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۷۳	وفات	۱۴۳	انفریقہ
۱۷۴	امین (۶)	۱۴۵	نوارج
..	احوال داخلیہ	۱۴۶	مشرق
۱۸۹	صفات امین	۱۴۹	وزارت
۱۹۱	مامون (۷)	..	برامکہ
۱۹۲	شورش عراق	۱۵۰	یحییٰ بن خالد
۱۹۳	طلویہ	۱۵۲	فضل بن یحییٰ
۱۹۵	فتنہ مکہ	۱۵۵	جعفر بن یحییٰ
۱۹۶	فتنہ یربکین	۱۵۶	موسے بن یحییٰ
۲۰۵	وزارت	۱۵۷	محمد بن یحییٰ
۲۰۶	احمد بن خالد	۱۵۸	زوال برامکہ
۲۰۷	ابن یوسف	۱۶۳	عبد الملک
۲۰۸	ثابت بن یحییٰ	۱۶۵	احوال خارجیہ
۲۱۰	دولت زیادیہ	۱۶۸	مغربی روم
۲۱۱	دولت اعالیہ	۱۷۰	قرطبہ
۲۱۳	ابراہیم بن ہدی	۱۷۱	صفات ہارون

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۵۶	معظم (۸)	۲۱۳	زط کی نہایت
۲۵۶	وزارت	۲۱۵	نصرین شہت
۲۵۸	احمد بن عمار و ابن زیات	۲۱۸	بابک خرمی
۲۵۹	ابن ابی داؤد	۲۲۲	فوج
۲۶۲	علویہ	۲۲۳	طاہر بن حسین
۲۶۳	فوج	۲۲۵	عبد اللہ بن طاہر
۲۶۳	محاصل	۲۲۶	محاصل
۲۶۳	احوال خارجیہ	۲۳۰	علوم و فنون
۲۶۶	صفات معصم	۲۳۳	محیط زمین
۲۶۹	وفات	۲۳۴	رصد گاہ
-	ولایت ہمد	۲۳۵	نجاس علیہ
۲۸۰	واثق (۹)	۲۳۹	نقشہ خلق و تدرآن
-	وزارت	۲۴۶	احوال خارجیہ
۲۸۱	فوج	۲۵۰	اخلاق و عادات
..	شورش قبائل	۲۵۵	وفات
۲۸۶	مصادرہ کتاب	-	دلیچدی



صفحہ	مضمون
۲۸۶	احوال خارجیہ
۲۸۸	وفات



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تاریخ الامت کے تین حصے اس سے پہلے شائع کئے  
جا چکے ہیں۔ اب اس کا چوتھا حصہ پیش خدمت ہے۔ پہلا  
حصہ حضور رسالت مآب کی سیرت طیبہ پر مشتمل تھا۔ دوسرا  
خلافت راشدہ کے تذکارِ جلیلہ پر اور تیسرا خلافت بنی  
امیہ سے متعلق تھا۔ چوتھے حصے میں خلافت عباسیہ کا  
بیان ہے۔ اس کے بقایا حصے بھی رفتہ رفتہ سامنے آتے  
جائیں گے۔ ویداکا التوفیق۔

نظم ادارہ طلوع اسلام

کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## ویاچہ

۱۱ الحمد للہ کہ تاریخ الامت کے تین حصے جو اب تک شایع کئے گئے  
قوم میں مقبول ہوئے اور علمی حلقوں میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے گئے۔  
بجز ایک آدھ ناواقف کے اکثر اہل قلم نے ان کے اد پر اچھی رائے ظاہر کیں۔  
اور مجلس تعلیمیہ ملیہ نے ان کو بامعان نظر ملاحظہ فرما کر قومی نصاب درس  
میں داخل کر لیا۔

ہندوستان کے ہر گوشے سے ان کی جس قدر مانگ ہوئی اور اہل ملک  
نے ان کو جس طرح باتوں ہاتھ لیا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ ایک ایسی کتاب  
کی کس قدر شدت کے ساتھ ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ  
تاریخ الامت نے اس ناگوار کمی کو پورا کیا۔

اب یہ چوتھا حصہ شایع کیا جا رہا ہے اس میں پوری سو برس کی تاریخ  
ہے۔ یعنی ۱۳۲۲ھ سے جب کہ نبی عباس کی خلافت قائم ہوئی۔ ۲۳۲ھ تک

لوہیں عباسی خلیفہ واثق باللہ کی وفات تک کے حالات اس میں آگئے  
ہیں۔ یہ زمانہ خلافت عباسیہ کے عروج کا تھا۔ اس کے بعد سے زوال شروع  
ہو گیا۔ جس کی تاریخ النشار اللہ پانچویں حصہ میں آئے گی۔

(۲) ان نو خلفاء میں سے بجز ہارون اور مامون کے اور کسی کے حالات  
اب تک اردو زبان میں مورخانہ حیثیت سے نہیں لکھے گئے۔ ان میں سے  
بھی اہارون جو سلسلہ آصفیہ سے شایع ہوئی ہے ایک انگریزی کتاب کا  
محقق کو رائے ترجمہ ہے جو کسی طرح امت کے سامنے پیش کرنے کے قابل  
نہیں تھا۔ کیونکہ یورپین مصنفین تاریخ اسلام میں بالعموم یہ غلطی کرتے  
ہیں کہ کتب محاضرات کے قصوں کو لے کر جو بازاری خرافات کا مجموعہ ہیں  
اپنے حسب منشا نتائج ان سے نکالتے ہیں۔ یہ کتاب بھی اس قسم کے اغلاط  
سے پر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امت کی تاریخ قومی میراث ہے اغیار کے زاویہ نظر  
سے اس کو اپنی قوم کو دکھلانا ایک جرم قبیح ہے۔

(۳) ایک عجیب بات یہ ہے کہ عوام میں تاریخی اشخاص میں سے جو کسی  
لحاظ سے مقبول ہو گیا ہے اس کی ہر ایک بات ان کے نزدیک پسندیدہ ہے  
اور جس کو کسی وجہ سے انہوں نے برا خیال کر لیا ہے اس میں کسی خوبی کو نہیں  
ملتے۔ ان کے ذہن میں اس طرح کا کوئی تاریخی انسان منسلک سے آتا ہے۔

جس میں بھلائی اور بُرائی دونوں پائی جاتی ہوں۔ حالانکہ سوائے انبیاء علیہم السلام کے تمام نبی آدم اسی قسم کے ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں جن لوگوں کا ذکر کیا ہے ان کے عیب و مہر دونوں کو دکھلانے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ بلا اس کے تاریخی بصیرت پیدا نہیں ہو سکتی۔

(۴) ہم نے اس کتاب کا عنوان تاریخ خلافت کو قرار دیا ہے۔ اسی کا حال آخر تک انشاء اللہ تعالیٰ مسلسل لکھیں گے۔ اور جس جس عہد میں جو جو حصے ہیں میں شامل یا اس سے الگ ہوتے گئے ہیں ان کو ضمناً دکھلائے جائیں گے۔ چونکہ ہم نے فائدہ عام کے خیال سے اس کتاب کو ضروری تاریخی معلومات پر محدود رکھنا اور اس میں صرف سیاسی حالات لکھنے پر اکتفا کرنا مناسب سمجھا اس لئے علمی کیفیات کو جن کے لئے ایک دفتر درکار تھا مفصلاً نہیں بیان کیا۔ مختصراً ذکر کر دیا ہے۔

علاوہ بریں خلافت عباسیہ میں جو علمی تحریک شروع ہوئی وہ اس کی شوکت و قوت یا ضعف و انحطاط کی تابع نہیں رہی چنانچہ سلجوقیوں کے زمانہ میں یہ خلافت اگرچہ بے حد کمزور ہو گئی تھی لیکن علمی تحریک اس وقت بھی زبردست تھی۔ اسیلئے علمی تاریخ کے واسطے ایک جدا گانہ مستقل کتاب کی ضرورت تھی جس میں وہ سلسلہ وار ترتیب کے ساتھ لکھی جائے عام تاریخ میں میرے خیال میں اسکی تفصیل کا شامل کرنا موزوں بھی نہ تھا۔

محمد اسلم جیر چوری۔ ۱۵ شعبان ۱۳۴۱ھ۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی۔

## بنی عباسؓ

عبدالمطلب بن ہاشم کے اگرچہ دس بیٹے تھے لیکن ان کے دو بیٹوں ابو طالب اور عباس کی اولاد کثرت کے ساتھ بڑھی۔ اور افریقہ سے لیکر وسط ایشیا تک اسلامی ممالک کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔

تاریخ اسلام میں ان دو گروں خاندانوں کا عظیم الشان حصہ ہے اس موقع پر ہم عباسی خاندان کا حال لکھتے ہیں۔

ان کی والدہ ثبیلہ بنت جناب تھیں ولادت عام قبل حضرت عباس سے تین سال قبل ہوئی تھی۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن میں تین سال بڑے تھے۔

حضرت عباس عقلاء اور سادات بنی ہاشم میں سے تھے۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو گو اس وقت یہ اسلام نہیں لائے لیکن ان کے ساتھ خلوص بے حد رکھتے تھے۔ چنانچہ بیعت عقبہ ثانیہ میں جب بنی صلی اللہ

علیہ وسلم رات کے پچھلے پہر انصار سے ملنے کو تشریف لائے تو حضرت عباس  
بھی ان کے ساتھ تھے اور انہوں نے انصار کو مخاطب کر کے کہا کہ :-

محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہاں اپنی قوم میں عزت اور امن کے ساتھ ہیں  
تم لوگ جو ان کو اپنے شہر میں لے جانا چاہتے ہو تو یہ سوچ لو کہ تم کو  
سارے عرب سے لڑنا پڑے گا۔ لہذا ابھی سے خوب سمجھ کر مشورہ کرو  
اگر تم اپنے اندر محافظت اور مدافعت کی قوت پاتے ہو تو لے جاؤ  
ورنہ بازر ہو کیونکہ وہی بات اچھی ہوتی ہے جو سچی ہو۔

یہ سن کر انصار نے جان نثاری کے وعدے کئے اور حضرت برابرین معرور  
انصاری نے فرمایا کہ :-

اگر ہمارے دل میں کوئی اور بات ہوتی تو اس کا اظہار کرنے میں  
ہم کو کوئی باک نہ تھا۔ ہم لوگ وفادار اور راست باز ہیں اور اپنی  
جانوں کو رسول اللہ پر قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔

جب انصار بیعت کرنے لگے اس وقت حضرت عباس ان کو تاکید  
کرتے تھے کہ دیکھو! جو کچھ عہد کرتے ہو اس کو پورا کرنا۔

جنگ بدر کے لئے جب کل قریش بلا استثناء مسلمانوں کے مقابلہ کے  
لئے نکلے تو حضرت عباس اور ان کے دونوں بھتیجوں طالب اور عقیل کو  
بھی قوم کے ساتھ مجبوراً لکھنا پڑا۔ یہی سبب تھا کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے

صحابہ کو حکم دے دیا تھا کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی تمہارے ساتھ چلا جائے  
 تو اس کو قتل نہ کرنا۔ چنانچہ یہ لوگ گرفتار ہوئے اور حضرت عباس کے اپنا اور  
 عقیل کا فدیہ ادا کیا۔ پھر مکہ میں قیام پذیر رہے۔ یہاں جو کمزور مسلمان کفار کی  
 سختیوں میں گرفتار تھے ان کی دستگیری کرتے تھے اور آنحضرت صلعم کو حالت  
 سے اطلاع دیتے رہتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد مدینہ آنے کی اجازت طلب  
 کی۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں لکھا کہ تمہارا وہاں رہنا زیادہ مفید  
 اور اچھا مجاہدہ ہے اس وجہ سے نہیں آئے۔ جب صلح حدیبیہ ہو چکی اور قبائل  
 میں آمد و رفت ہونے لگی اس کے بعد ہجرت کر کے مدینہ پہنچے۔

۳۵ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ پر چڑھائی کی تو حضرت  
 عباس ساتھ تھے۔ ان کا درد مند دل اپنی قوم قریش کے لئے بے چین تھا۔  
 جب مکہ کے قریب یہ لشکر خیمہ زن ہوا۔ تو رات کو نکلے راستہ میں ابوسفیان سے  
 جن کے ساتھ بچپن سے ان کو دلی محبت تھی ملاقات ہوئی ان کو اپنی پناہ  
 میں لائے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنے پاس لے جا کر  
 اسلام کی حقیقت سمجھائی چنانچہ وہ صبح کو آنحضرت کی خدمت میں جا کر  
 مسلمان ہوئے۔

حضرت عباس کی سفارش پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے  
 گھر کو امان کے لحاظ سے خانہ کعبہ کے برابر کر دیا جس کی وجہ سے انہوں نے مکہ



میں پہنچ کر قریش کو ڈرایا اور لڑائی سے روکا۔ جس سے بلا جنگ کے مکہ میں مسلمان داخل ہو گئے۔ قریش کشت و خون سے بچ گئے اور امان عام پانے کے بعد اپنی خوشی سے اسلام میں داخل ہو گئے۔

جنگ حنین میں بھی حضرت عباس شریک تھے اور جس وقت سب کے منہ دشمنوں کے تیروں سے پھر گئے تھے اس وقت بھی یہ نہایت ثابت قدمی کے ساتھ رسول اللہ صلعم کے خچر کی لگام تھامے ہوئے رہے۔

آنحضرت ان کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اور آپ کے بعد خلفاء کا

بھی یہی برتاؤ رہا۔

حضرت عباس کی وفات حضرت عثمان کے عہد میں یوم جمعہ ۱۲ شعبان ۳۳ھ کو مدینہ میں ہوئی۔ عمر ۸۸ سال کی تھی بقیع میں دفن ہوئے ان کے بیٹوں میں فضل سب سے بڑے تھے اسی وجہ سے ان کی کینت ابو فضل تھی۔ باقی اولاد یہ ہیں۔

عبداللہ، عبید اللہ، عبدالرحمن، قثم، معبد، ام حبیبہ، ان سب کی والدہ لبا یہ بنت حارث تھیں۔ دو بیٹے کثیر اور تمام اور دو بیٹیاں صفیہ اور امیمہ ام ولد سے تھیں۔ ایک بیٹا حارث نامی جمیلہ بنت جندب ہذلی کے شکم سے نکلا۔ لیکن بجز عبداللہ کے کسی کی نسل نہیں چلی۔

**عبداللہ بن عباس** ان کی پیدائش ہجرت سے تین سال قبل ہوئی

تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر بارہ سال کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اور ان کے لئے دعائی بھی مانگی تھی کہ اللہم فقہد فی الدین " چنانچہ جماعت صحابہ میں قرآن دانی میں ممتاز تھے علمائے اسلام میں ان کا لقب اسی وجہ سے جبرامت ہے۔ فصاحت اور طلاق میں مشہور تھے۔ حضرت عمر ان سے بہت محبت رکھتے تھے اور باوجود کم سن ہونے کے بھی ان کو اپنی مجلس مشورہ میں شریک کرتے تھے۔ حضرت عثمان نے اپنی محصوری کے زمانہ میں انھیں کو امیر الحاج بنایا تھا۔

جب حضرت علی خلیفہ ہوئے تو یہ ان کے حامی اور مددگار رہے انھوں نے ان کو بصرہ کا والی کر دیا لیکن کچھ دنوں کے بعد ان کے اوپر یہ الزام لگایا گیا کہ انھوں نے بیت المال میں سے کوئی رقم لے لی ہے اس وجہ سے حضرت علی کا ساتھ چھوڑ کر طائف میں چلے گئے اور وہیں اقامت اختیار کی۔ امیر معاویہ اپنے زمانہ میں ان کی بہت تعظیم کرتے تھے اور ان کے ساتھ وہی محبت کرتے تھے جو ابوسفیان کو عباس کے ساتھ تھی۔ عبد اللہ بن عباس نے ۶۸ھ میں طائف میں انتقال کیا۔

یہ اسی رات کو پیدا ہوئے جس رات میں حضرت علی ابن ابی طالب نے وفات پائی تھی۔ اسی وجہ سے ان کا نام علی رکھا گیا تھا۔ نہایت حسین آدمی تھے اور اس قدر بلند و بالا کہ طواف

علی بن عبد اللہ

میں جس وقت ہجوم ہوتا تھا اس وقت ایسے نظر آتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ کھڑے ہیں۔

خلفاء بنی امیہ نے ایک گاؤں جیمہ جو مدینہ سے دمشق جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے ان کو جاگیر میں دیا تھا اسی میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ ۲۲ بیٹے اور ۱۱ بیٹیاں چھوڑیں۔ بیٹوں میں سب سے بڑے محمد تھے اور وہی ان کے جانشین ہوئے۔

دعوت عباسی کی بنیاد ان ہی سے پڑی یہ امام ابراہیم محمد بن علی اور ابو العباس سفاح خلیفہ اول اور ابو جعفر منصور خلیفہ

دوم عباسی کے والد تھے۔

اس موقع پر مختصر آپ بیان کر دینا ضروری ہے کہ عباسیوں میں خلافت کا خیال کیونکر پیدا ہوا۔

## خِلاَفَت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مرض الموت میں تھے اس وقت حضرت عباس نے حضرت علی سے کہا کہ محمد صلعم کے بچنے کی امید کم ہے کیونکہ آخری وقت میں بنی ہاشم کی جو صورت ہو جاتی ہے اس کو بارہا میں دیکھ چکا ہوں اور خوب پہچانتا ہوں۔ لہذا تم ان کی خدمت میں جا کر خلافت کے معاملہ کو طے کر لو۔ اگر بنی ہاشم میں رہے تو خیر ورنہ جو خلیفہ ہو اس کو ہمارے متعلق وصیت فرمادیں۔ حضرت علی نے جانے سے انکار کیا اور کہا کہ اگر آج بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خلافت سے محروم کر دیا تو پھر وہ قیامت تک کبھی ہم کو نہیں مل سکے گی۔

آنحضرت کی وفات کے بعد تمہور اہل اسلام نے حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس وقت بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین رشتہ دار حضرت عباس تھے۔ پھر حضرت علی۔ حضرت عباس اگرچہ رشتہ میں قریب تر

اور سن میں بزرگ تر تھے۔ لیکن حضرت علی کو سابقہ اسلامی اور خدمت دینی کا شرف ان سے بڑھ کر حاصل تھا۔ علاوہ بریں حضرت فاطمہ بنت رسول ان کی زوجیت میں تھیں اس وجہ سے وہ اپنے آپ کو زیادہ خلافت کا حقدار سمجھتے تھے۔ اسی خیال کی بنیاد پر وہ حضرت ابو بکر کی بیعت عامہ میں شریک نہیں ہوئے۔ چھ مہینے کے بعد جب حضرت فاطمہ کا انتقال ہو گیا اس وقت آکر ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت ابو بکر کے بعد جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو حضرت علی اور عباس دونوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت عمر کے بعد خلافت جب رجال شوریٰ میں آئی تو حضرت علی کو قومی امید ہو گئی کہ ان کا انتخاب ہو جائے گا لیکن کثرت رائے سے حضرت عثمان خلیفہ ہو گئے اس سے حضرت علی کبیدہ خاطر ہو گئے۔

حضرت عثمان کی خلافت کے ساتویں سال ۳۳ھ میں بڑے بڑے اسلامی مرکزوں میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ خلافت حضرت عثمان سے نکال کر حضرت علی کو دلائی جائے کہ نہ بصرہ، شام اور مصر میں ایک جماعت نے اس خیال کو پھیلانا شروع کیا جس کا سرعینہ عبد اللہ بن سبا تھا۔

ان لوگوں نے حضرت عثمان کے والیوں کے بیشتر فرضی افسانے مشہور کرنے شروع کئے اور عوام کو ان کی طرف سے بظن کرنے لگے۔

اسی قسم کے خطوط ایک شہر سے دوسرے شہروں میں بھیجے جلتے تھے  
 وہاں کے اہل فتنہ ان کو لوگوں میں شایع کرتے تھے۔ عوام اس کو شکر  
 رنج اور افسوس کرتے تھے کہ فلاں شہر میں مسلمانوں پر اس قسم کے مظالم  
 ہمارے ہیں۔ بصرہ والے کو فیوں پر اور کوفہ والے بصریوں پر ترس کھاتے  
 تھے اور ہر ایک یہ کہتا تھا کہ اللہ کا شکر ہے کہ ہم اس آفت سے محفوظ ہیں  
 مدینہ میں جہاں ہر طرف سے خطوط پہنچتے تھے لوگ سب کی حالت ڈار پر پھنسی  
 سا اظہار کرتے تھے اور شکر کرتے تھے کہ ہم عافیت میں ہیں اس طرح پر ان  
 فتنہ پردازوں نے عام اہل اسلام کو الیاء صوبجات کے مظالم کے جوئے  
 افسانوں سے متاثر کر کے برگشتہ کر دیا۔

حضرت عثمان نے تحقیقات کے لئے اطراف و دیار میں معتبر صحابہ  
 کو بھیجا۔ معلوم ہوا کہ یہ تمام شرکایات مصنوعی ہیں۔ صرف چند اشخاص اس کی  
 تہ میں ہیں جن کی سازش سے جعلی خطوط جا بجا مخفی طور پر بھیجے جلتے تھے۔

حضرت عثمان چونکہ نرم خو تھے اور اس بات سے بہت ڈرتے تھے  
 کہ ان کی ذات سے کسی فتنہ کا آغاز ہو جائے اس لئے انہوں نے اس مفید  
 جماعت کی تفتیش نہیں فرمائی نہ اس کی شرک کے درپے ہوئے یہاں تک کہ ان  
 لوگوں نے خود حضرت عثمان کی نکابت شروع کی اور ان کے اوپر الزامات لگائے  
 پھر مصر، کوفہ اور بصرہ تینوں مقامات سے اس جماعت کے لوگ ان کے

پاس آئے اور درود ان شکایات کو بیان کیا۔ حضرت عثمان نے ان کے جوابات دے کر رخصت کر دیا اور اس وقت بھی ان کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔ چند روز کے بعد یہ لوگ پلٹ کر پھر مدینہ میں آ گئے اور ایک جعلی خط لاکر دکھایا کہ حضرت عثمان نے یہ مصر کے والی کے نام لکھا ہے کہ جب ہم وہاں پہنچیں تو وہ ہم کو سزائیں دے۔ اس پر حضرت عثمان کے دستخط اور ان کی مہربانی بنی ہوئی تھی جس وقت یہ خط ان کو دکھایا گیا انہوں نے اللہ کو گواہ کر کے کہا کہ میں نے اس کو نہیں لکھا۔ نہ مجھ کو اس کا علم ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ اگر فیعل آپ کا نہیں ہے تو آپ کے کاتب مروان کا ہے اس کو ہمارے حوالہ کیجئے۔ حضرت عثمان نے فرمایا کہ دستخط کے مشابہ دستخط اور ایک مہر کی طرح دوسری مہر بھی بن سکتی ہے ثبوت کے لئے دو گواہ عادل چاہئیں۔

ان لوگوں نے پس منکر لغاوت کا اعلان کر دیا اور حضرت عثمان کو ان کے گھر میں محصور کر لیا۔ پھر چند روز کے بعد اس میں آگ لگا دی۔ اور اندر گھس کر ان کو قتل کر ڈالا۔

خلیفہ ثالث کو قتل کر کے ان لوگوں نے حضرت علی کے ہاتھ پر بیعت کی مگر ان کو بھی ایک دن اطمینان نہ مل سکا اور وہ اپنے چند سالہ عہد خلافت میں بصرہ، نہروان، اور صفین کی لڑائیوں میں مبتلا ہے۔

آخر میں پنچوں نے ان کو خلافت سے معزول کیا اور جب انہوں نے اس فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا تو ایک خارجی نے رمضان سن ۳۷ میں رات کو چھپکر ان کے خیمہ مارا۔ جس سے وہ جائزہ ہو سکے۔

معاویہ بن ابی سفیان کی طاقت اس وقت بڑھ گئی تھی اور شام حجاز یمن اور مصر کے لوگ ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر چکے تھے۔ بس جب سے حضرت علی کے بعد تمہوراہل اسلام کا انہیں کی طرف میلان ہوا صرف کوفہ جو شیعہ علی کا مرکز تھا ان کی بیعت سے خارج رہا۔ کیونکہ یہاں کے لوگ حضرت علی کو نہ صرف امیر معاویہ بلکہ خلفائے سابقین سے بھی افضل سمجھتے تھے۔ ان لوگوں نے حضرت علی کے بعد امام حسن کو ان کا جانشین بنایا۔

امیر معاویہ فوجیں لے کر آئے۔ پہلے ہی حاکم میں عراقیوں کے شکست کھائی اور امام حسن زخمی ہو گئے اس لئے انہوں نے سمجھ لیا کہ انہیں عراقیوں کے عدم اخلاص کی وجہ سے میرے والد اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ لہذا ان سے مجھے بھی کچھ توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ یہ سوچ کر امیر معاویہ سے صلح کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور مدینہ میں آکر قیام پذیر ہو گئے اور وہیں ۳۷ میں وفات پائی۔ ۱۳۵۴۸۱

امیر معاویہ نے نہایت حلم۔ فیاضی۔ دانشمندی اور فرزاندگی کے ساتھ خلافت کا کام کیا جس سے ان کی مخالفت کا جوش فرو ہو گیا اور اہل بیت



کی خلافت کی دعوت بھی وہ گئی اگرچہ مناسب وقت کے انتظار میں وہ دلوں میں مخفی رہی۔

امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے یزید کے لئے ولیعہدی کی بیعت لی اس وقت چند افراد کی طرف سے مخالفت ظہور میں آئی اور جب ان کے بعد یزید خلیفہ ہوا تو مکہ۔ مدینہ اور کوفہ میں مقامات میں اس کے خلاف شورش برپا ہوئی۔

مکہ میں عبداللہ بن زبیر نے پناہ لی تھی وہاں انہوں نے اپنی خلافت کی طرف لوگوں کو بلانا شروع کیا۔

مدینہ میں ایک جماعت مخالفت کے لئے کھڑی ہوئی جس نے یزید کی بیعت فسخ کر دی۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو فوج کے سر روانہ کیا اس نے وہاں پہنچ کر نہایت سختی کے ساتھ اس بغاوت کو دیا یا۔

کوفہ کے شیعہ اہل بیت نے قاصد اور خطوط بھیج کر امام حسین کو طلب کیا کہ ان کو خلیفہ بنائیں امام موصوف باوجود اس کے کہ ان کے حالات سے اچھی طرح واقف تھے اور ان کا جو رویہ حضرت علی اور امام حسن کے ساتھ رہا تھا خود دیکھ چکے تھے مگر پھر بھی ان کے بلاوے پر بلا کسی فوج ساز و سامان کے روانہ ہو گئے وہاں پہنچ کر عبداللہ بن زبیر کی فوجوں سے مقابلہ ہوا اور آخر ان ہی کو فیوں نے جن میں ایک شخص بھی شام کا تھا ان کو اور ان کے

معاقلہ کو قتل کر ڈالا۔

یہ حوادث گذر گئے۔ ۶۴ھ میں یزید بھی مر گیا۔ اب عبد اللہ ابن زبیر کی خلافت کا علقہ بہت وسیع ہو گیا۔ اور اہل حجاز، مصر اور عراق سب ان کی بیعت میں داخل ہو گئے۔ حجاز میں بنی ہاشم کے صرف چند اشخاص رہ گئے تھے۔ جنہوں نے ان کی بیعت نہیں کی تھی۔ مثلاً محمد بن ابی طالب جو ابن الحدید کے نام سے مشہور ہیں اور عبد اللہ بن عباس وغیرہ۔ ابن زبیر نے ان لوگوں کو قید کر دیا۔

شام میں بنی امیہ نے مروان بن حکم کو خلافت کے لئے اٹھایا وہاں کچھ لوگ ابن زبیر کے حامی تھے ان میں ابو بنی امیہ میں ایک جنگ عام شروع ہو گئی۔

اس ہنگامے میں ایک شخص مختار بن ابی عبید ثقفی ۶۶ھ میں اٹھا اس نے چاہا کہ اس فتنہ اور شورش میں عراق پر اپنا تسلط قائم کرے۔ اہل عراق چونکہ اہلبیت کے طرفدار تھے اس لئے ان کی امداد حاصل کرنے کے لئے یہ فریضہ تھا کہ اہل بیت کی حمایت اختیار کی جائے۔ چنانچہ اس نے امام حسین کے قصاص لینے کے نام سے حضرت ابانہ بن محمد بن الحنفیہ کی بیعت کی طرف جو اس وقت حضرت علی کے سب سے بڑے بیٹے تھے لوگوں کو بلایا اور ان کا لقب امام مہدی مشہور کیا۔

مختار نے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی موثر عبارتیں  
اور خطبے خواہ سچے ہوں یا جھوٹ استعمال کئے اس کی کثرت دروغ بافی کی وجہ  
سے عقلا کو فہ نے اس کا لقب کذاب رکھا تھا۔

اس نے رد سار شیعہ کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اپنے آدمی بھیج کر محمد بن الحنفیہ  
کو جو مکہ میں قید تھے چھڑا لیا۔

اس سال مسلمانوں میں ایسا فرقہ تھا کہ میدان عرفات میں چار مختلف  
علم مجتمع ہو گئے تھے۔ ایک ابن زبیر کا۔ دوسرا بنی امیہ کا تیسرا محمد بن الحنفیہ  
کا اور چوتھا خواص کا۔ لیکن خیریت دہی اور حرم میں خونریزی نہیں ہوئی۔  
مختار کی چہرہ دسیتوں کو دیکھ کر عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی معصب  
کی قیادت میں ایک فوج اس کے استیصال کے لئے روانہ کی چونکہ شرفارو  
کبریٰ عراق مختار کی بنیت اور اس کے افعال سے واقف ہو چکے تھے اس لئے  
انہوں نے معصب کا ساتھ دیا۔ وہ غالب آئے اور مختار مارا گیا۔

آخری وقت میں جب وہ دارالامارت میں محصور ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ  
صرف چند آدمی رہ گئے، ایک شخص نے کہا کہ یہ تم کو کیا ہو گیا تھا کہ خواہ مخواہ  
کھڑے ہو گئے اور لاکھوں آدمیوں کو مصیبت میں ڈال دیا۔ مختار نے کہا کہ میں نے  
یہ دیکھا کہ شام میں مروان اور حجاز میں ابن زبیر اپنی خلافت کے دعوے  
کر رہے ہیں مجھے یہ خیال ہوا کہ کیا ہیں ان میں سے کسی سے کم ہوں۔

شام میں بنی امیہ غالب آگئے لیکن مروان کا انتقال ہو گیا۔  
 اور اس کا بیٹا عبدالملک خلیفہ ہوا۔ اس نے مصر اور عراق پر بھی غلبہ حاصل  
 کر کے اپنی بیعت لے لی۔ اب صرف حجاز رہ گیا۔ ۳۷ھ میں اس نے حجاز  
 کو فتح دے کر مکہ کی طرف بھیجا ابن زبیر مارے گئے اور تمام ممالک اسلامیہ پر  
 عبدالملک کی خلافت مسلم ہو گئی۔

محمد بن الحنفیہ نے بھی اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ لیکن باوجود اس کے  
 شیعہ ان ہی کو خلافت اور امامت کا حقد سمجھتے رہے اور جب انہوں نے انتقال  
 کیا تو ان میں سے بعضوں نے ان کی موت کا انکار کر دیا۔ اور کہا کہ وہ مرے  
 نہیں ہیں۔ بلکہ غائب ہو گئے ہیں بھوڑے دنوں کے بعد ان کا ظہور ہو گا اور  
 وہ خلافت لے لیں گے۔ لیکن اکثروں نے ان کے بیٹے ابو ہاشم کو ان کا  
 جانشین تسلیم کر لیا یہ لوگ کیسا نیہ کہے جاتے ہیں کیونکہ یہ محنت ارتقائی کے  
 ساتھی تھے جس کا لقب کیساں تھا۔

شیعہ امامیہ نے علی بن حسین یعنی زین العابدین کو امام بنایا جنہوں  
 نے یزید نیز عبدالملک کے ہاتھ پر بھی بیعت کی تھی اور جو کبھی اپنی ذات  
 کے لئے خلافت کے طالب نہیں ہوئے ان کے بعد ان کے بیٹے محمد باقر کو  
 اس فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ امامت حضرت علی کی اس اولاد میں محدود ہے جو  
 حضرت فاطمہ سے ہے اور چونکہ امام حسین نے اسی معاملہ میں اپنی جان دیدی

اس لئے یہ ان ہی کی نسل میں آگئی

دوسرا فرقہ یہ کہتا ہے کہ حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی تھے  
اس لئے آنحضرت کے بعد امام اول وہی ہیں جو ان کے بعد امام حسن پھر  
امام حسین اور پھر ان کے بیٹے زین العابدین ان کے بعد ہر فاطمی جو علم سخاوت  
اور شجاعت سے موصوف ہو امام ہو سکتا ہے چنانچہ ان لوگوں نے زید بن  
علی بن حسین کو اپنا امام تسلیم کر لیا۔ یہ زیدی کہلاتے اور اب تک اسی نام سے  
مشہور ہیں۔

کیسانہ کے امام ابو ہاشم حمیمہ میں چلے گئے تھے وہیں بیمار ہو کر انتقال  
کر گئے۔ چونکہ انہوں نے کوئی بیٹا نہیں چھوڑا تھا اس وجہ سے بنی عباس نے  
یہ دعویٰ کیا کہ وہ علی بن عبد اللہ کو اپنے حق امامت کی وصیت کر گئے ہیں۔  
فرقہ کیسانہ اس بیاد پر ان کا طرفدار ہو گیا۔ لیکن علی بن عبد اللہ صرف  
نام کے وصی تھے۔ کام جو کچھ کیا ان کے بیٹے محمد نے کیا۔ اور وہی ان کے بعد  
امام بھی قرار پائے۔

جس زمانہ میں علی بن عبد اللہ نے وفات پائی تقریباً اسی زمانہ میں  
امامیہ کے امام محمد باقر کا انتقال ہوا۔ امامیہ نے ان کے بیٹے جعفر صادق کو  
امام تسلیم کر لیا۔ یہ لوگ کبھی طالب خلافت نہیں ہوئے البتہ زیدیوں نے امام زید  
کی حمایت اور نصرت کا علم کو ذمہ میں بند کیا وہ مقتول اور مصلوب ہوئے پھر

ان کے بعد ان کے بیٹے یحییٰ کو اٹھایا ان کا انجام بھی یہی ہوا۔

لیکن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نہایت عقیل اور دانشمند تھے۔ انہوں نے یہ سوچ لیا کہ خلافت اور سلطنت کا ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں منتقل کرنا فوری جوش کے ساتھ ممکن نہیں ہے اور تا وقتیکہ ایک کثیر تعداد اس مقصد کی حمایت کے لئے تیار نہ کی جائے اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے انہوں نے اپنے شیعوں میں سے داعیوں کی ایک جماعت منتخب کی کہ جو لوگوں میں اہل بیت کی امامت کی تبلیغ کرے اور کسی شخص کا نام نہ لے کیونکہ یہ خوف تھا کہ اگر کسی امام کا نام متعین کر دیا جائے گا تو جس وقت شی امیر کو خبر ہوگی وہ اس کو قتل کر ڈالیں گے۔

انہوں نے تبلیغ کے دو مرکز قرار دیئے۔ کوفہ اور خراسان۔

کوفہ کو تو اس وجہ سے منتخب کیا کہ وہ شیعہ کا اصلی گہوارہ تھا۔ اور

خراسان کو اس خیال سے کہ وہاں کے لوگ نو مسلم، جاہل اور اسلامی حریت،

مساوات اور جمہوریت کے مفہوم سے نا آشنا تھے۔ ان کے یہاں سلاطین اور

ملوک کی جو تاریخ تھی اس کے لحاظ سے ان کو یہ سمجھا دینا بہت آسان تھا کہ

رسول اللہ صلعم کے قریبی رشتہ دار اور اہل بیت خلافت کے زیادہ

حق دار ہیں۔ علاوہ بریں اہل ایران و خراسان زمانہ قدیم سے صاحب ریاست

حکومت تھے اور پنی امیر کے لئے ان کو بالکل محکوم بنا رکھا تھا اور حکومت میں

کسی قبیلہ کا حصہ نہیں دیا تھا اس لئے وہ دل سے انقلاب کے خواہاں بھی تھے۔  
چنانچہ محمد بن علی نے اپنے داعیوں کو خراسان روانہ کرتے وقت جو  
تقریب کی تھی اس میں کہا تھا کہ :-

کوڑہ اور سواد کوڑہ کے باشندے حضرت علی اور ان کی اولاد کے  
شیعہ ہیں۔ بصرہ اور اس کے اطراف کے لوگ عثمانی ہیں جن کا یہ خیال ہے  
کہ ہندو مقتول بن قاتل دین۔ اہل جزیرہ دین سے خارج ہیں۔  
نام مسلمانوں کے۔ اخلاق عیسائیوں کے۔ شام والے جاہل اور کیش  
زیں اور سوانے سنی امیہ کے کسی کو نہیں جانتے بلکہ اور مدینہ والوں پر  
ابو بکر اور عمر کی عقیدت غالب ہے۔ ہندو اہم لوگ مشرق کا رخ کر دو  
جدھر سے دنیا کا چراغ (سورج) نکلتا ہے وہاں کے لوگوں کے  
دل سادے۔ سینے چوڑے۔ بدن قریہ اور سر بڑے ہیں اور وہ  
تعداد میں بھی بہت ہیں۔

تبلیغ کی یہ جمعیت دوسری صدی ہجری کے آغاز میں عمر بن  
عبدالعزیز کے عہد خلافت میں قائم کی گئی۔ گو اس وقت  
علی بن عبداللہ زندہ تھے لیکن اصل کام کرنے والے ان کے بیٹے محمد تھے۔  
کوڑہ کے مرکز میں انھوں نے اپنے خاص خاص زاد غلام ہیبسہ کو متعین  
کیا اور خراسان میں محمد بن خنیس، اور ابو عمر مرہ سراج دو شخصوں کو بھیجا کہ

دو مختلف مقامات پر قیام کریں۔

مندرجہ ذیل بارہ نقیب منتخب کئے گئے۔

- (۱) سلیمان بن کثیر خزاعی
- (۲) مالک بن شمیم خزاعی
- (۳) طلحہ بن زریق خزاعی
- (۴) عمر بن ابی بن خزاعی
- (۵) عبید بن ابی بن خزاعی
- (۶) قحطبہ بن شیبہ طائی
- (۷) لاہر بن قرظ بن تمیمی
- (۸) موسیٰ بن کعب
- (۹) قاسم بن مجاشع
- (۱۰) ابو داؤد خالد بن ابراہیم شیبانی
- (۱۱) ابو ہریرہ شبل بن نطان الحنفی
- (۱۲) عمران بن اسماعیل المعیطی

ان نقیبوں کی ماتحتی میں ستر اشخاص اور مقرر کئے گئے کہ ان کی ہدایت کے مطابق کام کریں۔ طریقہ کار کے لئے خود محمد بن علی نے ایک دستور العمل لکھ کر ہر ایک کو اس کی ایک ایک نقل دے دی۔

یہ دعا اسی وقت جا کر اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ یہاں تک کہ ایک ہتھیاری صدی کی کوشش کے بعد اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے یعنی ۱۳۲ھ میں انھوں نے محمد بن علی کے بیٹے سفاح کو گورنر میں خلیفہ بنایا۔ اور بنی امیہ کی خلافت کا خاتمہ کر دیا۔

---

۱۔ اسی سے مصنفہ کے طریقہ تبلیغ اخذ کیا۔ امام کی جگہ غوث اور دو قائم بالامر کی بجائے دو نقیب پھر بارہ ابدال اور ستر اوتاد۔



یہ مدت عمل دو دور میں منقسم ہے۔ دور اول میں دعوت محض زبانی اور خیالی تھی۔ کیونکہ ان مبلغین کے پاس کوئی قوت اس وقت نہ تھی۔ جس سے کام لیتے۔ علاوہ ہر اس زمانہ میں نبی امیہ میں شقاق و نفاق باہمی زیادہ نہیں تھا۔ اور ان کی شوکت غالب تھی اس لئے ان کے خوف سے یہ لوگ مخفی طور پر اپنے خیالات کی اشاعت اور تبلیغ کرتے تھے یہ حالت ۲۹ سال تک رہی۔

دوہٹانی میں جب ان کا حلقہ اثر بڑھ گیا اور ابو مسلم خراسانی امام کی طرف سے امیر ہو کر آیا تو اس نے قوت سے کام لینا شروع کیا۔



# دَوْرِ اَوَّلُ

دستہ سے ۱۲۸ھ تک

دستہ سے ان داعیوں نے خراسان میں اپنی تبلیغ شروع کی۔ ظاہر میں سوداگروں کے بھیس میں گھومتے اور خفیہ طور پر لوگوں کو امامت اہلبیت کی تلقین کرتے اور وہاں سے اپنی کارروائیوں کی کیفیت کو ذہن میں سمجھتے۔ قائم کو ذہن کو حمیمہ میں امام کے پاس ارسال کرتا تھا۔

نیز ہر سال مکہ میں حج کے موقع پر ان میں سے کچھ لوگ جاتے۔ وہاں امام سے ملکر اس کو مفصل حالات سے آگاہ کرتے۔ اور ہدایتیں اور احکامات لے کر پھر واپس آتے۔ اس طرح پر خراسان سے حمیمہ تک تعلقات قائم تھے۔ امام کا حمیمہ میں قیام ان کارروائیوں کے اجفاد میں بہت مہم اور مفید تھا۔ علاوہ بریں دار الخلافہ کے قریب کی وجہ سے وہ وہاں کے حالات سے بھی اچھی طرح باخبر رہتے تھے۔

۱۰۲ھ میں امیر خراسان سعد بن عبد خزیمہ کو ایک تختی شخص نے اطلاع

ہی کہ اس دیار میں بعض لوگ اس قسم کے پائے جاتے ہیں جو امامت اہل بیت کی بیعت لیتے ہیں۔ سعید نے پتہ لگا کر ان کو بلایا۔ اور پوچھا کہ تم کس قسم کی باتیں یہاں پھیلاتے ہو کیا تم اہلبیت کی طرف سے داعی ہو کر آئے ہو۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم تو سوداگر ہیں۔ ہم کو دعوت اور تبلیغ سے کیا تعلق۔ اس نے کہا کہ تم کو یہاں اگر کوئی شخص پہچانتا ہو تو اس کو لاؤ۔ وہ ربیعہ اور مین کے چند اشخاص کو لے گئے۔ جنہوں نے یہ کہا کہ ہم ان کو جانتے ہیں اور ان کی طرف سے ضامن ہیں۔ یہ کوئی کام آپ کی منشا کے خلاف نہیں کریں گے۔ اس پر سعید نے ان کو چھوڑ دیا۔

۱۰۵ھ میں اس جماعت میں بکیر بن ماہان شامل ہو گیا۔ جو دولت عباسیہ کا شیخ الشیوخ اور داعی اعظم سمجھا جاتا ہے۔ یہ چونکہ دولت مند آدمی تھا۔ اس لئے اس نے اپنی دولت سے اس تبلیغ میں قیمتی مدد پہنچائی۔ اسی دوران میں قایم کو نہ میسرہ کا انتقال ہو گیا امام نے بکیر کو اس کی جگہ پر مقرر کر دیا۔

اسد بن عبد اللہ قسری امیر خراسان کو ۱۰۵ھ میں ان داعیوں کے متعلق کچھ اطلاع ملی اس نے ان میں سے ایک جماعت کو گرفتار کیا جس میں ابو عکریمہ۔ ابو محمد صادق۔ محمد بن خنیس۔ اور عمار عبادی وغیرہ تھے وہ اگرچہ اصل حقیقت سے واقف نہ ہو سکا۔ لیکن یقین اس کو ضرور ہو گیا کہ یہ ایک سیاسی

جماعت ہے جو موجودہ حکومت کی دشمن ہے۔ اس بنیاد پر ہاتھ پاؤں  
 کو اکرا ان کو سولی پر چڑھا دیا۔ صرف عمار عبادی کسی طرح پر بچکر نکل گیا۔  
 اور گوندر میں پہنچکر بکیر بن مابان قائم بالامر کو اس اندوہناک سانحہ کی اطلاع  
 دی اس نے امم کو لکھا وہاں سے جواب آیا۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس دعوت حق میں چند جانوں کی  
 قربانیاں قبول فرمائیں ابھی کچھ جا نہیں اور بھی ہیں جو اس راہ میں  
 شہداء ہوں گی۔

عمار عبادی پھر خراسان آیا۔ وہاں دوبارہ اسد کے ہاتھ میں پڑ گیا اور  
 پھر نہیں بچ سکا۔

اسد اس جماعت کے لئے اس قدر سخت تھا کہ ان میں سے جس کو  
 پالیتا تھا زندہ نہیں چھوڑتا تھا۔ چنانچہ اس کے عہد میں یہ تحریک بہت دبی  
 رہی۔ ۱۰۹ھ میں وہ معزول کر دیا گیا۔ تو یقیوں کو پھر تبلیغ کا موقع ملا۔  
 لیکن ۱۱۶ھ میں وہ دوبارہ وہاں کا امیر ہو کر آیا اس نے اس جماعت کے  
 ساتھ پھر وہی سختی شروع کی اور ان میں سے بعضوں کو قتل اور بعضوں کو قید کیا۔  
 ایک بار سلیمان بن کثیر مالک بن شمیم موسیٰ بن کعب لائبرین قریظ۔  
 خالد بن ابراہیم اور طلحہ بن زریق وغیرہ۔ اس کی گرفت میں آگئے مگر اس زمانہ  
 میں اہل یمن اور مضر میں قومی عصبیت خراسان میں بہت بڑھی ہوئی تھی ان

لقیبوں نے اس سے کہا کہ ہم لوگ آپ کے ہم قوم ہیں۔ اہل مضر نے محض  
عصبیت کی وجہ سے یہ اتہام ہمارے اوپر لگایا تاکہ آپ کے ہاتھ سے ہم کو  
قتل کرا دیں۔ ہمارا کام سوداگری ہے۔ امامت کی تلقین و تبلیغ سے ہم کو  
کیا واسطہ؟

اس تدبیر سے انہوں نے اس کی ہمدردی حاصل کر لی۔ اور سب کے سب  
چھوٹ گئے۔

۱۲۰ھ میں اس سے انتقال کر گیا۔ اس کے بعد اس جماعت نے بے خوف  
ہو کر اس تحریک کو پھیلا دیا۔

ادھر دوسرے سبب اور بھی پیدا ہو گئے۔ جن سے اس جماعت کو اپنے  
مقصد کی تکمیل کا موقع مل گیا۔

خاندان بنی امیہ میں باہمی نزاع پیدا ہو گئی اس کی  
پہلا سبب ابتداً اس طرح پر ہوئی کہ ۱۲۵ھ میں جب ولید ثانی  
خلیفہ ہوا اور اس نے لوگوں پر ناجائز سختیاں کرنی شروع کیں تو اس کے چچا زاد  
بھائی یزید نے اس کے اوپر مختلف قسم کے الزامات لگا کر اس کو مطعون کرنا  
شروع کیا۔ چونکہ یزید زائد و عابد تھا اس لئے لوگوں کو اس کی باتوں پر یقین  
آگیا۔ چنانچہ ایک جماعت بس کے ساتھ ہو گئی اس نے اس کی مدد سے  
ولید کو قتل کر کے تخت خلافت پر قبضہ کر لیا۔

یہ دیکھ کر امرائے نبی امیہ نے شام کے مختلف اضلاع سے فوجیں  
 لے کر ولید کے قصاص کے لئے یزید پر چڑھائی کی اور بڑی بڑی  
 خونریز لڑائیاں پیش آئیں یزید اسی دم میان میں انتقال کر گیا۔ اور اس کی بجائے  
 اس کا بھائی ابراہیم خلیفہ ہو گیا۔ مروان بن محمد جو خاندان بنی امیہ کا  
 رکن اعظم اور جزیرہ و آرمینیا کا امیر تھا اور ایک طاقتور فوج رکھتا تھا۔  
 ابراہیم کی خلافت پر رخصا مند نہ ہوا۔ اور دمشق پر چڑھائی کی اور ابراہیم خوف  
 سے بھاگ گیا اور مروان نے اپنی خلافت کی بیعت لی۔  
 ان باہمی جنگوں کی وجہ سے بنی امیہ میں اتحاد باقی نہیں رہا۔ اور ان  
 کی قوت اور شوکت گھٹ گئی۔

خراسان میں عربی قبائل کے جو لوگ تھے ان میں جاہلانہ  
**دوسرا سبب** عصیانیت پیدا ہو گئی۔

اسد بن عبد اللہ قسری جب وہاں امیر ہوا تو اس نے قومی حیثیت  
 کی وجہ سے یمنی عربوں کی جن کی تعداد وہاں زیادہ تھی طرفداری کی اور نزاری  
 عربوں سے عداوت اور نفرت کا اظہار کیا اور سختی سے پیش آیا۔  
 اسد کے بعد وہاں کا امیر نصر بن سیار ہوا جو مضر کے قبیلہ بنی کنانہ  
 سے تھا۔ اس نے نزاریوں کی حمایت کی اس لئے وہاں عربوں کے دو  
 فریق ہو گئے۔ نزاری اور یمنی نزاریوں کا پشت پناہ خود امیر نصر بن سیار

تھا اور کمینوں کا سردار جدیلح بن شیبہ تھا جو کرمانی کے نام سے مشہور تھا کیونکہ اس کی ولادت کرمان میں ہوئی تھی۔

نہرا در کرمانی میں پہلے نہایت گہری دوستی تھی لیکن اس قبائلی

عصبیت نے باہم مخالفت ڈال دی۔

نزار لوں میں بھی دو فریق تھے۔ ایک ربیحہ دوسرا مضر۔ اہل ربیحہ زیادہ تر

ثیبان بن سلمہ حروری خارجی کے ساتھ تھے جو بنی امیہ کی خلافت کو نہیں تسلیم کرتا تھا۔ اور اپنی الگ ایک جماعت بنائے ہوئے لوگوں کو کتاب سنت

پر عمل کرنے کی دعوت دیتا تھا۔

اس قومی عصبیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہرا در کرمانی میں باہم جنگ

ہوئی۔ نہر نے شکست کھائی اور مرو کو جو خراسان کا صدر مقام ہے

چھوڑ کر نکل گیا۔ کرمانی نے مضر عربوں کے مکانات تک کھدھائیے

اسی زمانہ میں امام محمد بن علی نے حیمہ میں وفات پائی ان کے لشکر

ان کے بیٹے ابراہیم ہوئے۔ نیز بکیر بن مابان قائم کو نے بھی انتقال کیا۔

اس کی جگہ پر اس کا داماد ابو سلمہ خلال حفص بن سلیمان جو بنی حارث کے

مولا میں سے تھا مقرر کیا گیا۔

امام ابراہیم کے یہاں ایک نہایت جوصلہ مند عزم و ہمت نوجوان

ابو مسلم خراسانی تھا۔ یہ پہلے عیسیٰ بن معقل کا غلام تھا اس کے ہاتھ سے

بکیرین ماہان کے خرید لیا۔ اور تشیع کے اصول تبلیغ کر کے ۱۲۵ھ میں حمیر میں  
امام محمد کے پاس بھیج دیا۔ ان کے انتقال کے بعد یہ امام ابراہیم کے پاس  
رہا۔

امام ابراہیم نے صیغہ تبلیغ کو اپنے باپ سے بھی زیادہ توجہ اور  
تعمیر کے ساتھ جاری رکھا۔ انہوں نے یہ دیکھا کہ ادھر امرا بنی امیہ  
خاندان میں مبتلا ہیں ادھر مشرق میں قبائل عربیہ میں منافرت ہے  
لہذا اب وقت آ گیا ہے کہ میدان عمل میں قوت سے کام لیا جائے اس لئے  
ابو مسلم کو جس میں غیر معمولی ہمت اور عالی حوصلگی کے آثار تھے انہوں نے  
خراسان میں بھیجا اور اپنی جماعت کو لکھا کہ اس کو میں تمہارا امیر بنا کر بھیجتا ہوں  
اس کی اطاعت کرو۔ خود ابو مسلم کو یہ وصیت کی۔

دیکھو! تم خاص ہمارے گھر کے آدمی ہو۔ ہماری باتوں کو  
یاد رکھنا اور ان ہی کے مطابق عمل کرنا۔ وہاں اپنے چکر اہل یمن  
کی تعظیم و تکریم کر کے ان کو اپنے ساتھ ملا لینا۔ کیونکہ بلا ان کے  
ملائے ہوئے کامیابی نہیں ہو سکتی۔ بیچہ پر ہرگز اعتماد نہ کرنا۔  
اور مہتر کو جانی دشمن سمجھنا۔ اگر تم سے یہ ہو سکے کہ خراسان میں  
کوئی عربی بولنے والا نہ چھوڑو تو اس میں دریغ نہ کرنا۔  
کسی شخص پر تم کو کسی قسم کا شک ہو یا شبہ پڑ جائے تو



اس کو قتل کر دینا اور جس معاملہ میں دشواری پیش آئے اس  
میں شیخ النقیار بن کثیر سے مدد لینا۔ اس کو میرا قائم مقام  
سمجھنا اور اس کی مخالفت نہ کرنا۔

اہل یمن کی حمایت کی اس لئے وصیت کی تھی کہ وہ بوجہ قومی عصیت  
کے خلافت بنی امیہ کے دشمن تھے۔ بخلاف مضر کے کہ وہ اس کے حامی تھے مگر  
باوجود اس کے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اگر ہو سکے تو مضر اور یمنی سب کا خاتمہ  
کر دینا۔ کیونکہ ان کو اہل عرب پر اس قدر اعتماد نہ تھا جس قدر کہ خراسانیوں پر تھا۔  
ابو مسلم ۱۲۸ھ میں وہاں پہنچا۔ عربوں کی باہمی عداوت کی وجہ سے  
موقع پا کر ایک سال تک اس نے اپنا حلقہ اثر بڑھایا۔ اس کے بعد امام کی  
زیارت کے لئے روانہ ہوا لیکن جب قوس میں پہنچا تو وہاں اس کو امام کا فرمان  
ملا کہ میں تمہارے پاس یہ علم جس کا نام النصر ہے بھیجتا ہوں تم اس کو لے کر  
خراسان میں واپس جاؤ اور جو مخالف میرے لئے لائے ہو اس کو فحطہ کے  
باتھ بیچ دو۔ وہ مجھ سے حج کے موسم میں مکہ میں آکر ملے۔

ابو مسلم اس حکم کے مطابق واپس چلا آیا۔ اور اب اس نے اعلان دعوت

ادقوت سے کام لینے کی تیاری شروع کی۔

# دَوْرِ ثانی

۱۲۹ھ سے ۱۳۲ھ تک

ابو مسلم نے مروء کے متصل ایک گاؤں سفیدسخ میں قیام کیا وہاں سے خراسان میں ہر جگہ اپنے داعیوں کو بھیجا۔ رمضان ۱۲۹ھ میں جابجا سے ان لوگوں کو طلب کیا۔ جو امامت اہلبیت کی بیعت کر چکے تھے۔ وہ سب آکر فریض ہوئے۔ اس نے دو علم نطل اور صحاب جو امام وقت کی طرف سے اس کو موصول ہوئے تھے۔ امامت کی حمایت کے لئے کھڑے کئے۔ اپنی جماعت کو عباسی شعار کے مطابق سیاہ لباس پہننے کا حکم دیا۔ اور ان کو اسلحہ اور ساز و سامان دیکر جنگ کے لئے تیار کیا۔

سب سے پہلے نصر بن سیار والی خراسان کو ایک تہدید آمیز خط بھیجا۔ اس نے برہم ہو کر اپنے غلام یزید کے ہمراہ سواروں کا ایک دستہ اس کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا۔ ابو مسلم نے مالک بن شمیم کے ساتھ ایک فوج کو مقابلہ میں بڑھایا۔ فریقین میں ایک گاؤں کے متصل جس کا نام آلبین تھا۔

معرکہ آرائی ہوئی اس میں شیعہ غالب رہے اس غلبہ کے بعد لوگ جوق و جوق  
ابو مسلم کی جماعت میں شامل ہونے لگے۔ اور اس کی اس قدر تعداد بڑھ گئی کہ وہ  
عدم گنجائش کی وجہ سے سفید بخ کو چھوڑ کر ایک بڑے قصبہ ماخوان میں جا کر بٹھرا۔  
اور اس کے ارد گرد خندق کھود کر فصیل بنا کر اس کو محفوظ کر لیا۔ ساتھ ہزار آدمی  
ہر وقت اس کے ساتھ رہتے تھے۔

نصر بن سبیار نے ابو مسلم کی قوت کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر چاہا کہ عربوں  
کو باہم متحد کر لے۔ چنانچہ اس نے ربیعہ کے سردار شیبان کو لکھا کہ ہم اور تم اگرچہ  
باہم اختلاف رکھتے ہیں لیکن یہ جدید جماعت ہم دونوں کی دشمن ہے۔ لہذا  
اس کے مقابلہ کے لئے تم میرے ساتھ متحد ہو جاؤ۔ شیبان کی بھی خواہش ہوئی  
کہ وہ لفر کے ساتھ مصالحت کر لے۔ اسی درمیان میں نصر نے کرمانی کو بھی بلایا۔  
لیکن وہ موافقت پر راضی نہیں ہوا۔ اس لئے اس کو قتل کر دیا۔ کرمانی کا بیٹا  
علی اہل یمن کے ساتھ اپنے باپ کے خون کے مطالبہ کے لئے اٹھا ابو مسلم نے  
جو اسی تاک میں لگا تھا علی کے پاس پیغام بھیجا کہ میں جانتا ہوں کہ تم مظلوم ہو  
اور اپنے باپ کا انتقام لینا چاہتے ہو اس لئے جس طرح ممکن ہو شیبان کو  
نصر کی مصالحت سے روکو ورنہ تم قصاص نہیں حاصل کر سکو گے۔ علی نے  
شیبان سے مل کر اس کو اس کے ارادہ سے باز رکھا۔ نصر کو جب یہ معلوم ہوا تو  
اس نے شیبان کو لکھا کہ تم سخت دھوکے میں آ گئے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں

کہ یہ شورش جو اٹھ رہی ہے اس قدر عظیم الشان ہے کہ اس کے مقابلہ میں  
تمہارے لئے کچھ نہیں ہوں۔

شیبان نے بھی سوچا اور اس فتنہ کو بڑھتا ہوا دیکھ کر نصر کے ساتھ  
ایک سال کے لئے صلح کر لی۔ ابو مسلم نے علی کو باپ کے خون کے انتقام پر  
اکسایا۔ اس نے شیبان سے مدد مانگی وہ چونکہ صلح کر چکا تھا اس لئے نصر کے  
مقابلہ میں مدد نہ دے سکا۔ اب مجبور ہو کر علی نے ابو مسلم سے امداد کی درخواست  
کی۔ اس کا تو یہ عین مقصد تھا لکھ بھیجا کہ میں اپنی قوت سے تمہارے ساتھ ہوں  
نصر کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے ابو مسلم کے پاس معاہدہ کے لئے ایک وفد  
بھیجا۔ شیبان کی طرف سے بھی ایک جماعت گئی اور کھینچی بھی پہنچے یہ تینوں وفد  
ایک ساتھ ماخان میں داخل ہوئے۔

ابو مسلم نے اہل یمن اور ربیعہ کے ساتھ مصالحت کر لی لیکن اہل مصر  
کی نسبت کہا کہ یہ مروان کے عمال اور ائمہ اہل بیت کے قاتل ہیں ان سے  
کسی قسم کا تعلق رکھنا جائز نہیں سمجھتا۔ مضر ی مایوس اور رنجیدہ وہاں سے  
پلٹے اور اہل یمن اور ربیعہ خوش خوش واپس ہوئے لیکن ان کی تقدیر ان کے  
اوپر ماتم کر رہی تھی۔

ابو مسلم نے قبائل عرب میں جبکہ وہ متحد ہو جانے والے تھے تفرقہ  
ڈال کر اپنی کامیابی کے لئے راستہ صاف کر لیا۔ جمادی الاول ۳۳ھ میں

اس نے علی کو لکھا کہ تم نصر کے اوپر حملہ کرو۔ میں مدد کے لئے آتا ہوں۔ لیکن چونکہ مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ تم کو اپنے ساتھ ملا کر میرے مقابلہ میں نہ لائے اس لئے پہلے تم اس طرف سے مرو میں داخل ہو کر اس کے ساتھ جنگ شروع کرو۔ پھر میں اس طرف سے داخل ہوں گا۔ علی نے اس کے حکم کی تعمیل کی ابومسلم جس وقت مرو میں داخل ہوا اس وقت نصر اور علی کی فوجوں میں نہایت سخت جنگ ہو رہی تھی اس لئے یہ آیت پڑھی۔

رَدَّخَلَّ الْمَدِينَةَ بَيْنَهُ عَلِيٌّ جَيْشٌ غَضِبَةٌ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا  
جُلَيْدِينَ يَفْتَتِلِينَ قَدْ هَدَا مِنْ شَيْبَعِيَّةٍ وَهَذَا مِنْ عَدُوِّكَ

وہ شہر میں داخل ہوا جس وقت کہ وہاں کے باشندے بے خبر تھے اس میں دو شخصوں کو لڑتے ہوئے پایا ایک اس کے حامیوں میں سے تھا اور ایک اس کے دشمنوں میں سے۔

فوزا دو دلوں کو جنگ سے روک دیا اور خود دار الامارۃ پر قبضہ کر لیا۔

نصر وہاں سے روپوش ہو کر بھاگ گیا۔

مرداب ابو مسلم کے قبضہ میں تھا اس نے وہاں کے لوگوں سے بیعت

لی اور جتنے مضر می ملے ان سب کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد شیبان کے پاس کہلا

بیجا کہ آکر بیعت کرو اس نے انکار کیا اور مرد کو تھوڑا کر مخرس کی طرف لکل گیا

ابو مسلم نے اس کے تعاقب میں ایک فوج بھیجی جس نے اس کو مع اس کے تمام

ساتھیوں کے تیغ کر ڈالا۔

کربانی کے دونوں بیٹوں علی اور عثمان نیز دوسرے کئی سرداروں کو بھی ابو مسلم نے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اب سارا خراسان اس کے قبضہ میں آگیا۔ اس نے وہاں ہر طرف اپنے عمال بھیجے اور صوبہ کا انتظام کر کے اس کو اپنے قابو میں کیا۔

نصر کے پیچھے قحطیہ میں شیب طہائی کو ایک فوج گراں سے کر روانہ کیا۔ وہ شہر بہ شہر اس کا تعاقب کرتا ہوا چلا جاتا تھا۔ نصر راستہ میں بیمار ہوا اور سادہ میں پہنچ کر انتقال کر گیا۔ قحطیہ نے رستے پر قبضہ کر لیا۔ اور اپنے بیٹے حسن کو ہمدان کی طرف بھیجا۔ اس نے وہاں سے ہنادند شہر ذور اور موصل تک کا علاقہ فتح کر لیا۔ قحطیہ بھی وہاں گیا۔ اور اب اس نے حسن کو ساتھ لے کر عراق کی طرف پیش قدمی کی۔

مروان کی طرف سے یزید بن عمر بن ہبیرہ وہاں کا امیر تھا اس نے کوفہ سے ۲۳ میل کے فاصلہ پر دریائے فرات کے مغربی ساحل پر مقابلہ کیا۔ کئی دن تک لڑائی ہوتی رہی اسی اثنا میں قحطیہ نے وفات پائی اس کی بجائے اس کا بیٹا حسن امیر الجیش ہوا وہ مرتے وقت یہ وصیت کر گیا کہ جب تم کوفہ میں پہنچنا تو تمام معاملات کو وہاں کے قایم بالامر ابو سلمہ خللی کی سپرد کر دینا اور اس کی اطاعت کرنا۔ کیونکہ وہ وزیر آل محمد ہے۔

ابن ہبیرہ نے متعدد دلائلوں کے بعد شکست کھائی اور واسط کی طرف چلا گیا۔ حسن فوزح کے ساتھ محرم ۱۳۲ھ میں کوفہ میں داخل ہوا۔ اور اپنے باپ کی وصیت کے مطابق امارت ابوسلمہ کے حوالہ کر دی اس نے حسن کو مدد چند دیگر رؤسا فوزح کے واسط کی طرف ابن ہبیرہ کے تعاقب میں روانہ کیا۔ تیر حمید بن قحطیبہ کو مدائن مسیب بن زہیر اور خالد بن برمک کو دیر قنی مہلبی اور شمر اصیل کو عین التمر اور لیسام کو اہواز کی طرف فوجیں دے کر بھیجا۔ ادھر خراسان اور عراق میں یہ تمام کارروائیاں ہو رہی تھیں اور ہزار بنی امیہ شام اور حجاز میں باہمی منازعت میں مشغول تھے۔

اس مدت مدید میں جو کچھ شیعہ کرتے رہے خلفاء انکشاف حقیقت

بنی امیہ اس سے مطلقاً بے خبر رہے کیونکہ اس راز کو سوائے نقبار اور خواص شیعہ کے اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ امام وقت کون ہے عوام سے صرف اہلبیت کی حمایت کی بیعت لی جاتی تھی کسی کا نام ظاہر نہیں کیا جاتا تھا۔

انقرض میں امام ابراہیم کا ایک خط جو انھوں نے ابوسلمہ کے نام روانہ کیا تھا۔ اہل عرب میں بکھا تھا کہ خراسان میں جتنے عرب ہیں ان سب کو قتل کر دو خلیفہ مروان کے ہاتھ لگا اس نے اسی وقت ان کو حمیر سے گرفتار کر کے حران میں قید کر دیا وہ اسی قید میں مرے۔ گرفتاری کے وقت اپنے بھائی

ابوالعباس سفاح کو اپنا وصی مقرر کر کے اپنے متعلقین کو یہ حکم دے گئے تھے کہ ان کی اطاعت کرنا۔ ابوسلمہ خللی نے ابراہیم کی گرفتاری کے بعد ان کے سارے خاندان کو لاکر کوفہ میں ایک مکان میں آنا۔ ان کا حال اپنی جماعت سے بھی مخفی رکھا۔ اور خود کوفہ سے باہر تین میل کے فاصلہ پر قیام کیا۔ حسن نے جب عراق فتح کر کے تمام اختیارات اس کی سپرد کر دیئے تو اس کی یہ خواہش ہوئی کہ امامت کو بنی عباس کی بجائے بنی فاطمہ میں منتقل کرے۔ اس وقت ان میں سے تین شخص ممتاز تھے۔ امام جعفر صادق بعد اللہ بن حسن اور عمر اشرف بن زین العابدین۔ سب سے پہلے اس نے امام جعفر کو لکھا کہ آپ امامت قبول فرمائیں ان کو قاصد نے جس وقت یہ خط لے جا کر دیا تو انہوں نے کہا کہ ابوسلمہ ہمارا شیعہ نہیں ہے اس سے ہم کو کیا تعلق قاصد نے کہا کہ خط پڑھ لیجئے انہوں نے چراغ کو قریب کر کے اس کی لوہے پر خط کو رکھ کر جلا دیا اور کہا کہ یہی اس کا جواب ہے۔

جب ان سے بالیسی ہوئی تو عبد اللہ کو لکھا۔ وہ اس خط کو پڑھ کر فوراً مشورہ کے لئے امام جعفر کے پاس گئے انہوں نے کہا کہ اہل خراسان تمہارے شیعہ کب تھے۔ کیا تم نے ابوسلمہ کو وہاں بھیجا تھا۔ کیا تم ان میں سے کسی کے نام یا صوت سے بھی آشنا ہو۔ ان باطل آرزوں میں نہ پڑو پہلے یہ پیغام میرے پاس بھی آیا تھا میں نے اس کو رد کر دیا۔ یہ منکر وہ بھی خاموش ہو رہے



اور کچھ جواب نہیں دیا۔

آخر میں اس نے عمر اشرف کو لکھا۔ انہوں نے کہا کہ میں اس خط کے لکھنے والے کو نہیں جانتا۔ اس لئے اس کا کوئی جواب نہیں دے سکتا۔  
شیعہ نبی عباس میں سے بعض رؤسا کو ابو سلمہ کی اس مخفی کارروائی کا علم ہو گیا۔ اس لئے انہوں نے عجلت کی اور اگر ابو العباس سفاح کو خلافت کا سلام کیا۔ ابو سلمہ نے بھی پھران کی تقلید کی۔ لیکن ابو العباس کے دل میں اس کی طرف سے یہ کینہ بیٹھ گیا اور اس کا جو نتیجہ ہوا وہ آگے آئے گا۔

ابو العباس نے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲ھ کو جامع

**اعلان خلافت** کو ذمہ میں جمعہ کی نماز پڑھائی۔ خطبہ میں حمد و صلوات کے بعد اپنی قرابت رسول پر فخر کیا اس کے بعد نبی امیہ کے ظلم و ستم کا حال بیان کر کے کہا کہ:-

ہم اہل خیر و صلاح ہیں۔ ہم سے ظلم و فساد کا اندیشہ نہیں ہے۔ اے اہل کوفہ! تم ہمیشہ سے ہمارے محب رہے۔ اس لئے میں تم نے بڑی بڑی لطفیں برداشت کیں۔ اور سخت سے سخت ظلم سہہ اللہ کا شکر ہے کہ تم کو ہمارا دامن مل گیا اور اس دولت کی سعادت حاصل ہو گئی۔ میں تمہاری تنخواہوں میں سو سو درہم کا اضافہ کرتا ہوں اور تمہاری خوش نصیبی پر مسرور ہوں۔

ابوالعباس سفاح کو اس وقت شدت کا بخار تھا یہ کہہ کر وہ بیٹھ گیا اس کا  
چچا داؤد بن علی جو نہایت زبان آور تھا۔ منبر پر اس کے ہاتھ میں کھڑا ہو گیا اور بلند آواز  
سے ایک تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے۔

ہم نے اس خلافت کی کوششیں زور و جہد جمع کرنے کے لئے نہیں  
کی ہے۔ نہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ عالی شان محلات اور باغات تو ہیں  
اور ان میں ہنریں جاری کریں۔ بلکہ ہم نے دیکھا کہ ہمارے حقوق  
مضمحل کئے جا رہے تھے۔ ہمارے بنی اعمام کی تحقیر کی جاتی تھی اعیان  
کے اوپر منظام ڈھائے جاتے تھے اور ان کے مال پر دست درازیاں  
ردار کھی جاتی تھیں ان امور کو ہم برداشت نہیں کر سکے۔

اب اللہ رسول اور ان کے عم محمد صم عباس کا دوسرا ہے کہ  
ہم تمہارے ساتھ کتاب و سنت کے مطابق برتاؤ کریں گے اور  
وہی طریقہ رکھیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔  
اس کے بعد کوفیوں کی بہت مدح سرائی کی گئی انہوں نے اہلبیت کی  
حمایت و نصرت میں بہت کچھ قربانیاں کی ہیں۔ پھر ان کو امیر مدین دلائیں  
آہ میں کہا کہ۔

یہ یاد رکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس منبر پر بجز  
حضرت علی اور اس کے بعد سفاح کی طرف اشارہ کر کے کوئی خلیفہ برحق

نہیں بیٹھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ خلافت برابر ہمارے ہاتھ میں  
رہے گی اور ہمیں اس کو آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ کے سپرد کریں گے۔

ان دونوں تقریروں کے بعد سفاح اٹھ کر قصر امارت میں چلا گیا۔ اور اس  
کے بھائی ابو جعفر منصور نے لوگوں سے اس کی خلافت کی بیعت لی۔

بیعت خلافت کے بعد سب سے اہم معاملہ

**خاتمہ نبی امیہ** خلیفہ مروان کا استیصال تھا جو ایک لاکھ بیس ہزار

فوج لے کر ہونے لگا۔ سیرہ میں تھا۔ سفاح نے اپنے چچا عبداللہ کی ماتحتی میں ایک  
لشکر گراں اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ دجلہ کی ایک شاخ دریا کے زاب

کے کنارے پر فریقین میں سخت جنگ ہوئی آخر میں عبداللہ فتحیاب ہوا۔ اور

مروان کا لشکر جس میں منتخب اہل شام تھے اس کا تابع فرمان ہو گیا۔ مروان

بھاگ کر حران میں آ گیا جہاں اس کا بھتیجا ابان عامل تھا۔ عبداللہ اس

کے تعاقب میں گیا ابان نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ عبداللہ نے اس کو

امان دی۔ مروان وہاں سے نکل کر قنسرین چلا گیا۔ عبداللہ بھی اس طرف بڑھا۔

وہ قنسرین سے حمص اور وہاں سے دمشق کی طرف بھاگا۔ عبداللہ نے

پہنچ کر دمشق کو فتح کیا اور وہاں کے امیر ولید بن معاویہ کو قتل کر ڈالا۔ مروان

اردن اور فلسطین ہوتا ہوا مصر میں نکل گیا اور وہاں کے ایک گادول بوسیر کے

کلیہ میں پناہ گزین ہوا۔ عبداللہ نے اس کے پیچھے صالح بن علی کو ایک دستہ

فوج کے ساتھ بھیجا تھا۔ اس نے بو عیر میں پہنچ کر ۲۸ رزدی الحجہ ۳۲ھ میں  
 مردان کو قتل کیا۔ اس کے قتل سے بنی امیہ کی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔  
 واسط میں ابن ہبیرہ کے پاس بھی ایک قلعہ تھا جتنی حسن بن قحطیبہ  
 وہاں فوجیں لے کر پہنچا تو وہ قلعہ گیر ہو گیا۔ حسن نے گیارہ مہینے تک محاصرہ  
 رکھا۔ جب مردان کے قتل کی خبر پہنچی تو ابن ہبیرہ نے صلح کی درخواست  
 کی۔ سفیروں کی آمد و رفت کے بعد ابو جعفر منصور نے اس کو امان دی وہ  
 حاضر ہو گیا اور اہل ہمدان لکھا گیا لیکن اسی درمیان میں ابو مسلم کا خط پہنچا۔  
 جس میں اس نے لکھا تھا کہ ابن ہبیرہ کا باقی رکھنا مصلحت کے خلاف ہے۔  
 اس وجہ سے ابو جعفر نے اس کو مع اس کے ساتھیوں کے قتل کر دیا۔ حالانکہ  
 ابھی اہل ہمدان کی روشنائی بھی خشک نہیں ہونے پائی تھی۔

## خلافتِ عباسیہ

اس دولت کو شیعہ نے دینی عقیدت کے نام سے قائم کیا جو ام کے  
 قلوب پر وہ یہ کہہ کر اثر ڈالتے تھے کہ امامت آل محمد صلعم کا حق ہے۔ ان ہی کو  
 ملنی چاہیے اور آل مروان جنہوں نے اس کو غصب کر رکھا ہے کسی طرح پر اس کے  
 مستحق نہیں ہیں ان دعا سے بنی امیہ کے متعلق سینکڑوں قسم کے عیوب مشہور  
 کئے اور ان کی خدمت میں بہت سی موضوع اور جھوٹی حدیثیں لوگوں میں پھیلائی

دعوت امامت کے لئے خاص وجوہات کی بنا پر جن کو ہم پہلے  
 لکھ چکے ہیں کو فخر خراسان کا انتخاب کیا گیا۔ تاکہ یہاں کے باشندوں  
 کو آل محمد کی حمایت کے لئے مستعد کر کے ایک قوت تیار کی جائے جو آل مرثیہ  
 کے مقابلہ میں بروقت ضرورت عقیدت مندی کے ساتھ امامت اہلبیت  
 کے قیام میں امداد کرے۔

چنانچہ اہل خراسان کے دلوں میں یہ تخم بوسیدہ گیا کہ نبی امیر سے جنگ  
 کرنا اور خلافت کو ان سے چھین کر اہلبیت کو دلانا ایک مقدس فرض ہے وہاں  
 جو عرب تھے ان میں چونکہ یہ عقیدت نہیں تھی اس لئے امام نے ابوسلم کو یہ  
 وصیت کی تھی کہ اگر تم سے ہو سکے تو کسی عربی بولنے والی زبان کو وہاں  
 باقی نہ چھوڑنا یہی وصیت تھی جس میں صرف اپنے فوری مفاد کا خیال  
 پیش نظر رکھا گیا ورنہ دین اور عقل دونوں کے خلاف تھی۔

اہل عجم جن کی سلطنت قدیم سے دنیا کی عظیم الشان دولت تھی عہد  
 بنی امیہ نے آپ کو عرب کا غلام دیکھا اس تہی سادش میں شریک ہو گئے اولادوں  
 نے چاہا کہ خلافت کے منتقل کرنے میں ہم مدد کریں۔ تاکہ اس انقلاب میں حکومت  
 میں ہم کو بھی حصہ مل جائے اس لئے یہ نزاع اگرچہ بظاہر بنی عباس اور بنی  
 امیہ کی تھی لیکن درحقیقت عرب و عجم کی تھی۔ اس دولت کی تعمیر میں خون تلخ  
 بہت بہایا گیا امام نے ابوسلم کو وصیت کر دی تھی کہ جس کے بارے میں

تعم کو شبہ ہو اس کو قتل کر دیا۔ ظاہر ہے کہ خراسان میں ایک جماعت  
 کثیر اس کے جھنڈے کے نیچے آئی۔ خرم و احتیاط کے لحاظ سے اس کو بہت  
 سے لوگوں پر شک کرنا لازمی تھا۔ وہ اس وصیت کے مطابق ایسے لوگوں کو  
 بے دریغ بڑتیغ کر دیتا تھا یہاں تک کہ عرب اور عجم میں سے اس نے جس قدر  
 آدمیوں کو قتل کیا ان کی تعداد چھ لاکھ سے زیادہ شمار کی گئی ہے۔

عرب زمانہ جاہلیت سے وفار عہد میں ممتاز تھے۔ اور اسلام نے تو  
 خاص طور پر اس کی تائید کی۔ لیکن بائیان دولت عباسیہ نے اس صفت کو  
 بھی اپنی سیاسیات میں نظر انداز کر دیا تھا۔ جو لوگ ان کے اوپر اعتماد کرتے تھے  
 ان کے ساتھ بھی یہ اپنی ضرورت کے موقع پر غداری کرنے میں دریغ نہیں کرتے  
 تھے، چنانچہ بد عہدی اور بے وفائی خلفائے عباسیہ میں سلسلہ پلسلہ  
 چلی آئی اور محمد بن علی طباطبائی کو بھی اپنی کتاب الفخری میں لکھنا پڑا کہ :-  
 دولت عباسیہ کا شہرہ مکر۔ چالاک اور غداری تھا۔ اور قوت و  
 طاقت کی بہ نسبت اس کی سیاسیات میں بد عہدی و فریب کا جز غالب رہا۔

## ممالکِ الامیہ

وہ خلافت جس کی بنیاد عرب کے باہر حضرت ابو بکر نے ڈالی اور جس کو حضرت عمر اور عثمان نے بڑھا کر اس وقت دنیا کی سب سے قوی ترین دولت بنایا۔ پھر بنی امیہ نے اس کے حدود مشرق اور مغرب میں وسیع کئے تھے۔ نبی عباس کے قبضہ میں آئی اس موقع پر اس کا ایک محل خاکہ بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ آئندہ یہ اچھی طرح سمجھ میں آسکے کہ اس اسلامی امانت اور وراثت کو انہوں نے کس طرح رکھا۔

اس سلطنت کا طول کا شجر سے سوں اقصیٰ تک جو ساحل بحر ظلمات پر واقع ہے مقدسی کے بیان کے مطابق ۲۶۰۰ فرسخ تھا۔ اور عرض بحیرۃ قزوین سے لوبیا تک اس میں بڑے بڑے ممالک شامل تھے جن میں متعدد ولایات تھیں ان کی تفصیل یہ ہے:-

(۱) جزیرۃ العرب  
اس میں چار ولایات تھیں۔

(۱) حجاز۔ اس کا صدر مقام مکہ تھا۔ طائف۔ طیبہ، مینج جبار اور  
جده وغیرہ اس کے ماتحت تھے۔

(۲) یمن۔ دو حصوں میں منقسم تھا۔ ساحل بحر کی طرف کے حصہ کا نام  
ہتامہ اور اس کا مرکز زبید تھا۔ اور کوہستانی حصہ کا نام نجد اور اس کا  
مرکز صنعاء تھا احقاف بھی اس میں شامل تھا جس میں حضرموت اور مہرہ  
واقع ہیں۔

(۳) عمان۔ اس کا صدر مقام صحار تھا جو ساحل بحر ہند پر ہے۔

(۴) ہجر۔ اس کا مرکز شہر احسار تھا۔ اس میں یامہ داخل تھا جس کا سب  
سے بڑا بازار حج تھا۔

اب عمان اور ہجر میں خوارج اور یمن میں شیعہ زیدیہ کی آبادی زیادہ  
ہے باقی حصوں کے باشندے اہلسنت ہیں۔

## (۴) عراق

### ولایات ۶

(۱) کوفہ۔ اس کے ماتحت عین التمر اور قادسیہ وغیرہ تھے۔

(۲) بصرہ۔ ابلہ و عبادان تک اس کا رقبہ تھا۔

(۳) واسط۔ نعم الصلح اس ولایت کا مشہور شہر تھا۔



(۳) مدائن - ساسانی پایہ تخت، ہنروان اور جلولہ اس کے تابع تھے۔  
 (۵) حلوان - خالقین اور شروان اس میں واقع ہیں۔  
 (۶) سامرا - اس ولایت کے مشہور شہروں میں کرخ - عکبر اپنا رہیت اور تکریت تھے۔

عراق کو قدیم زمانہ میں اقلیم بابل کہتے تھے دونوں دریا دجلہ اور فرات اس میں واقع ہیں عباسیوں نے اسی کو اپنا پایہ تخت قرار دیا یہ حصہ اس وقت علوم و فنون کا مرکز - عیش و ثروت کا گوارہ اور دنیا کے سیاہو لئے تماشہ گاہ بن گیا تھا یہاں کے اصل باشندے بنطی عرب تھے۔  
 عراق کا طول ساحل بحیرہ مقام سن تک ۱۲۵ فرسخ اور عرض غریب سے حلوان تک ۸۰ فرسخ تھا۔

### (۳) اقلیم بصرہ

قدیم تاریخوں میں اس کا نام آقوریا آشور کہا گیا ہے یہ وہ حصہ ہے جو دجلہ اور فرات کے مابین واقع ہے اس میں تین ولایات تھیں۔  
 (۱) دیار ربیعہ - اس کے مشہور مقامات میں سے - حدیثہ، سنجار، نصیبین، دارا اور حواس العین تھے۔

(۲) دیار شمر - اس کا صدر مقام رقم تھا اس میں باجر وان، حران

(۱۲) دیار بکر۔ اس کا مرکز آمد تھا۔ میا فارقین اور حصن کیفا وغیرہ اور اس کے تابع تھے۔

جزیرہ بینا سلام سے قبل عدنانی قبائل آکر آباد ہو گئے تھے ایفیس کے نام سے ان حصوں کے نام رکھے گئے اس کے حدود روم (ایشیا کوچک) اور آرمینیا تک جا کرتے ہیں۔

## (۱۳) اقلیم شام ولایات ۶

(۱) قنسیرین۔ صدر مقام حلب تھا۔ الطالیک۔ باس۔ سمیساط

بنج۔ مرعش۔ اسکندرونہ، اور معرۃ النعمان اس کے تابع تھے۔

(۲) حمص۔ اس کے مشہور شہر سلیمیہ۔ تدمر۔ لاذقیہ اور الطرسوس تھے

(۳) دمشق۔ بانباس۔ صیدا۔ بیرت وغیرہ اس کے ماتحت تھے۔

(۴) اردن۔ اس کا صدر مقام طبریہ تھا۔ صور۔ عکا۔ بیسان۔ طرابلس اور اذرعات اس کے تابع تھے

(۵) فلسطین۔ اس کا مرکز یرمہ تھا۔ بیت المقدس۔ عسقلان۔ یافا۔

ارسوف۔ قیساریہ اور اریحا اسی میں واقع ہے۔

(۶) قسراة۔ صدر مقام صغر تھا۔ ماب۔ عمان۔ بتوک اور اذرح اسی میں

شامل تھے۔

اسلام سے پہلے شام میں عرب پہنچ گئے تھے۔ عہد نبی امیہ میں یہ دولت اور شوکت کا مرکز تھا۔ کیونکہ ان کا پایہ تخت دمشق میں تھا۔ شمال میں اس کی سرحد روم سے ملتی ہے۔

## (۵) مصر

### ولایت ۷

۱۱، جفارا۔ اس کا مرکز فرما تھا اسی حصہ میں بقارہ۔ واردہ اور

عیش شامل تھے۔

۱۲، خوف۔ صدر مقام بلبیس تھا۔ مشہور اور قانوس اس کے ماتحت تھے۔

۱۳، رایون۔ اس کا مرکز عبا ہے۔ یہ تھا اس کے مشہور مقامات میں سے

ومنہور۔ سینہور۔ سطنوف۔ بلج۔ محلہ کبیرہ اور وقہلس تھے۔

۱۴، اسکندریہ رشید۔ مرلوٹ۔ برس۔ اور ذات الکمام اس کے ماتحت تھے

۱۵، مقدونیہ۔ اس کا مرکز فسطاط تھا۔ عزیزہ۔ جیزہ اور عین الشمس اس

کے تابع تھے۔

۱۶، صعید۔ اس کا صدر مقام اسوان تھا۔ قوص۔ انجیم۔ بلونا اور

الینوم وغیرہ اس کے ماتحت تھے۔

مصر کے قدیمی باشندے قبضہ تھے۔ اپنے اپنے عہد حکومت میں بہت سے یونانی اور رومی بھی آکر آباد ہو گئے تھے۔ حوت میں چند عربی خاندان بھی سکونت گزین تھے۔

جب اس کو مسلمانوں نے فتح کیا تو کثرت سے عرب وہاں جا کر آباد ہو گئے اور مفتوح قوموں میں رشتہ داریاں کر کے ان کو اپنے ساتھ مخلوط کر لیا۔ یہاں تک کہ عہد عباسی میں یہاں کے لوگ بالعموم مسلمان ہو گئے اور عربی زبان بولنے لگے۔

## (۴) مغرب

### ولایات ۷

(۱) برقعہ۔ اسی میں رما دہ اور طرابلس شامل تھے۔

(۲) افریقیہ۔ اس کا صدر مقام قیروان تھا۔ اس وقت اس کے مشہور مقامات

میں سے ستاقس، سوسہ، تونس، بونہ، منیتیر اور جزیرہ بنی زغنا تھے۔

(۳) تاہرت۔ اس کے تابع مطالہ اور دہران تھے۔

(۴) سجلماسہ۔ ورعہ امصلی اور نازرواس میں شامل تھے۔

(۵) فاس۔ پہلے اس کا صدر مقام سوس اونس تھا۔ عہد عباسیہ

میں فاس آباد کیا گیا۔ اسی ولایت میں بصرہ، ورعہ، صنہاجہ ہوارہ اور سلا

داخل تھے۔

(۶) سو سن قصبی۔ اس کا مرکز طر قانہ کھٹا اسکے مشہور مقامات انعامات اور ماسہ تھے۔

(۷) اندلس۔ صدر مقام قرطبہ کھٹا۔

اندلس کے باشندے رومی و نیز یغیظ اور بربر تھے اسلامی فتح کے بعد بھی پانچویں صدی ہجری تک مسلمانوں کی تعداد وہاں زیادہ نہیں بڑھ سکی۔ اس کے بعد سے ان کا شمار بڑھنا شروع ہوا۔

عباسیوں کی حکومت میں یہ ولایت نہیں آئی۔

## (۸) ماوراء النہر

ولایت ۶

یہ وہ خطہ ہے جو دریائے جیخوں کے مشرق میں ہے۔ بشاری نے لکھا ہے کہ ماوراء النہر نہایت سیر حاصل اور زرخیز ملک ہے وہاں کے باشندے دیندار۔ علم کے شائق۔ شجاع اور تنومند ہیں۔ جہاد سے نہیں تھکتے۔ تفریق سے دور اور اتحاد کے شہدائی ہیں۔ عفت۔ پاکیزگی اور مہمان لوازی میں مشہور ہیں۔

(۹) فرغانہ۔ اس کے ماتحت نصر آباد ازکند اور مرغینان وغیرہ تھے۔

(۱۰) اسپبجواب۔ قاراب، نزار۔ طراز اور بلا سکون اس کے مشہور مقامات تھے۔

(۳) شاش۔ اس کا صدر مقام نیکت تھا۔

(۴) اشروسند۔ اس کا مرکز پنجکرت تھا۔

(۵) صغد۔ سمرقند کے خط کا نام تھا۔

(۶) بخارا۔ بیکند وغیرہ اس کے تابع تھا۔

اس اقلیم کا سب سے بڑا دیباہیوں ہے جس سے متعدد شاخیں نکلتی ہیں اس کے علاوہ اس میں چھ دیباہیں بھی ہیں جن کے کناروں پر بڑے بڑے شہر آباد ہیں۔ مثلاً تمل کا صدر مقام بیک۔ تیرکات، (خوارزم کا مرکز) جرجان۔ ترمذ۔ کالف لذیذہ زم فربر اور آمل وغیرہ۔

## (۸) خراسان

### ولایت ۹

(۱) بلخ۔ اس کے ماتحت طخارستان تھا جس کے مشہور شہر بلخ اور طالقان ہیں

(۲) غزنین۔ کابل اس کے تابع تھا۔

(۳) لبست۔ بعض مورخ اس کو غزنین کے ساتھ ملا کر ایک ولایت قرار

دیتے ہیں اور اس کا نام بلتستان رکھتے ہیں۔

(۴) سیستان۔ یعنی سیستان۔ اس کا مرکز زریخ تھا۔

(۵) ہرات۔ بادغیس اسی میں شامل تھا۔

(۶) جوزجان۔ اس کا صدر مقام پپو دیہ تھا۔

(۷) مردشاہچیاں۔ اس کے تابع مردود تھا۔

(۸) نیشاپور۔ بہیق۔ طوس۔ لسا۔ اور اپور و اس میں شامل تھے۔

(۹) تہستان۔ اس کا صدر مقام قائن تھا۔

اسلامی ممالک میں خراسان سب سے زیادہ مہمور اور شاداب تھا

یہیں کے باشندوں کی بدولت دولت عباسیہ قائم ہوئی اسلامی علوم و

فنون کے اہل کمال زیادہ تر اسی خطے سے پیدا ہوئے۔

## (۹) اقلیم ولیم ولایات ۵

(۱۱) قومس۔ اس کا مرکز دامغان تھا۔ سمنام اور لبظام وغیرہ

اس کے تابع تھے۔

(۱۲) جرجان۔ اس کا صدر مقام شہرستان تھا اتر آباد اور آلگون

اس کے ماتحت تھے۔

(۱۳) طبرستان۔ دارالامارہ آمل میں تھا۔ سالوس اور ساریہ بھی اسی میں

شامل تھے۔

(۳) ویلمان۔ اس کا مرکز پیروان تھا۔

(۵) خزر۔ اس کا صدر مقام بھی آمل ہی کے نام سے مشہور تھا اس کے ممتاز مقامات میں سے بلغار اور سمت در تھے دریائے آمل اسی کے رقبہ میں سے گزرنا تھا۔

عہد عباسیہ میں اس اقلیم میں اسلام کی اشاعت زیادہ ہوئی۔

## (۱۰) رحاب

### ولایات ۳

(۱) اران۔ اس کا صدر مقام بروعد تھا۔ تفلیس۔ شروان۔ ملازگرد۔ اور باب اللہ باب اس کے ماتحت تھے۔

(۲) آرمینینہ۔ اس کا مرکز دیبل تھا۔ بدیس، خلاط، سوئے، سلما، اردمیسر۔ مراغہ۔ مرند۔ اور قالیقلا اسی میں شامل تھے۔

(۳) آذربائیجان۔ اس کا امیر اردبیل میں رہتا تھا۔ تبریز اسی ولایت میں تھا۔

اس اقلیم کے اصلی باشندے کرو۔ ارمن اور ایرانی ہیں۔ اس میں سے دریائے کر اور رس گزرتے ہیں۔ یہ لوگ بھی زیادہ تر عہد عباسی میں اسلام لائے۔



# (۱۱) اقلیم الجبال

## ولایات ۳

۱، رے۔ آوہ۔ سادہ۔ قزوین۔ اور ابہر اس کے ماتحت تھے۔

(۲) ہمدان۔

(۳) اصفہان۔

# (۱۲) خوزستان

## ولایات ۷

۱، سوس۔ عراق اور کوہستان کی سرحد پر ہے۔

(۲) تستر۔ (شوستر)

(۳) جندیساپور۔

(۴) عکر مکرم۔

(۵) ابواز۔

(۶) وروق۔

(۷) رامہرمز۔

# (۱۳) فارس

ولایات ۶

(۱) ارجات۔

(۲) خرہ ارد کشیر۔ اس کا صدر مقام سیراف تھا۔

(۳) دار الجبرو۔

(۴) شیراز۔ بیضا اور فسا اس کے ماتحت تھے۔

(۵) ساہور۔ اس کا مرکز شہرستان تھا۔ گادرون۔ زمیندجان۔

اور توڑاس کے تابع تھے۔

(۶) اصطخر (استخر) ایران کا قدیم پایہ تخت تھا۔

اس اقلیم میں اہل فارس کے ساتھ کردوں کی بھی ایک کثیر تعداد تھی۔

# (۱۴) کرمان

ولایات ۵

(۱) پرویسر۔ ماہان۔ گرگان اور زرنہ اس میں شامل تھے۔

(۲) زرمایسر۔

(۳) سیرجان۔

(۴) بکم۔

(۵) جیرفت۔ متصل ساحل بحر۔

## (۱۵) سندھ

## ولایات ہم

(۱) مکران۔ اس کا صدر مقام۔ بچھور تھا۔

(۲) طوران۔ دارالامارہ مقام قصدارس تھا۔

(۳) خاص سندھ۔ اس کا مرکز منصورہ تھا وہیل اسی کے ماتحت تھا۔

(۴) دیہند۔

اس اقلیم میں دریائے مہران (سندھ) ہے جو مصر میں دریائے نیل

سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

ان پندرہ ممالک میں سے چھ کی زبان عربی تھی۔

یہ طویل و عریض سلطنت خراسانی شیعہ کی امداد سے نبی عباس کو

ملی تھی۔

## ولایتِ عہد

حصہ دوم میں خلافت کے بیان میں ہم اس امر کو تفصیل کے ساتھ لکھ آتے ہیں کہ وہ جمہوری ہے۔ اور خلیفہ کا انتخاب مسلمانوں کی عام رضامندی سے ہونا چاہیے۔ کیونکہ وہ انہیں کی صلاح و فلاح اور انہیں کی مہمات کے انتظام کے لئے مقرر ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ نے خود اپنے اختیار سے بلا کسی رض کے حضرت ابو بکر کو منتخب کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بیعت اس معاہدہ کو کہتے ہیں جو اجماع و عقد بیع کے وقت بائع اور مشتری میں ہاتھ ملا کر کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی اس کا مفہوم یہی ہے کہ وہ جانین کا معاہدہ ہے یعنی خلیفہ ان کو کتاب و سنت پر چلائے گا اور وہ ان احکام میں جو رضاجوی حق کا ذریعہ ہیں اس کی اطاعت کریں گے۔ یہی بیعت دراصل خلیفہ کی قوت کی اصلی بنیاد ہے۔ کیونکہ اس کے بعد امت پر اس کی اطاعت شرعی طور پر لازم ہو جاتی ہے۔

حضرت ابو بکر نے انتخاب خلیفہ کا ایک دوسرا طریقہ اختیار فرمایا۔ یعنی یہ کہ مشورہ اہل لائے انہوں نے ایک شخص کو اپنا قائم مقام منتخب کر دیا کہ لوگ اس بات کی بیعت کر لیں کہ میرے بعد اس کو خلیفہ بنائیں گے اسی کو ولی عہدی کہتے ہیں۔

حضرت ابو بکر نے اس انتخاب میں مشورہ عام اور خیر خواہی امت کا خیال رکھا تھا اور حضرت عمر کو اپنا ولیعہد بنایا تھا۔ جو ان کے ہم قبیلہ تھے۔ ششہ دار۔ خلافت راشدہ کے بعد امیر معاویہ نے بھی اسی طریقہ کو اختیار کیا۔ مگر انہوں نے خاص اپنے بیٹے یزید کو ولیعہد کے لئے منتخب کیا۔ اور اپنے موافقوں سے برائے نام مشورہ لیکر مخالفوں سے بھی بیعت لے لی۔ اس کے بعد بنی امیہ نے اسی طریقہ کو سلسلہ وار جاری رکھا۔ مشورہ کو بھی نظر انداز کر دیا۔ اور باختیار خود محض اپنے عزیزوں اور بیشتر اپنے بیٹوں کو ولیعہد بناتے رہے۔ بلکہ اکثر ایک کے بجائے دو کو ولیعہد مقرر کر دیتے تھے جس سے اور بھی فساد بڑھتا گیا۔ اور آخر میں ان کے زوال کا موجب ہوا۔ بنی عباس نے بھی ان کی تاریخ سے مطلق عبرت نہیں پکڑی اور وہی دستور ولیعہدگی کا برقرار رکھا اور دو دو اور تین تین ولیعہد مقرر کرنے لگے۔ چنانچہ اس نظم کی بدولت ان پر بھی وہی مصیبتیں آئیں جو بنی امیہ پر آئی تھیں۔

سفاوح نے جو پہلا عباسی خلیفہ تھا اپنے بھائی ابو جعفر منصور کو  
 اور اس کے بعد اپنے بھتیجے عیسے بن موسیٰ کو ولیعہد بنایا۔ جب منصور تخت خلافت  
 پر آیا۔ اور اس کا بیٹا مہدی جوان ہوا تو اس کے اوپر یہ امر نہایت گراں گزرا کہ  
 میرے بعد عیسے خلیفہ ہو جائے۔ اور میرا بیٹا محروم رہے اس لئے اس نے چاہا کہ  
 خلافت میں عیسے کا درجہ مہدی کے بعد کر دے۔ عیسے اس پر راضی نہیں تھا۔  
 اس وجہ سے اس پر بہت سختی کی۔ زہر کا پیالہ بھی اس کو پلایا۔ لیکن وہ سخت جان  
 تھا نہیں مرا۔ مگر مجبور ہو کر اس کو اپنی ماخیز پر رضامند ہونا پڑا۔ حالانکہ اسی  
 عیسے نے منصور کے عہد میں عظیم الشان کام انجام دیئے تھے۔ اور بڑی بڑی  
 مہمات سر کی تھیں۔

مہدی جب خلیفہ ہوا تو اس نے بھی اس بات کا اعادہ کیا۔ جو منصور  
 نے کی تھی یعنی عیسے پر سختی شروع کی کہ وہ ولیعہد سے مطلقاً دست بردار  
 ہو جائے۔ تاکہ وہ اپنے دونوں بیٹوں ہادی اور ہارون کو ولیعہد بنائے۔  
 طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانے کے بعد عیسے نے تنگ آکر دست برداری لکھدی۔  
 اب مہدی نے بھی وہی قدیمی غلطی کی۔ اور اپنے بعد اپنے دونوں بیٹوں  
 ہادی اور ہارون کو یکے بعد دیگرے ولیعہد کر گیا۔

ہادی نے خلیفہ ہو جانے کے بعد ہارون کو ولیعہد سے نکال کر  
 اپنے نو عمر بیٹے کو ولیعہد کرنا چاہا۔ لیکن چونکہ ہارون کی امداد کے لئے قوی

دست باز و موجود تھے اس لئے وہ کامیاب نہ ہو سکا اور انہیں جھگڑوں میں  
اس کی وفات بھی ہو گئی۔ جس کے بارے میں بعض لوگوں کا بیان ہے کہ  
زہر سے ہوئی۔

ہارون نے خلیفہ ہو جانے کے بعد پہلے مامون کو ولیعہد بنا نا چاہا۔  
لیکن چونکہ وہ کینز کے شکم سے تھا اس لئے زہیرہ کے اثر سے مجبور ہو کر سنا  
میں امین کی ولیعہدی کا فرمان لکھا جس کی عمر اس وقت تین سال سے زیادہ  
تھی۔ دس سال کے بعد جعفر بن یحییٰ برمکی کی کوشش سے جو مامون کا آقا بن  
تھا۔ مامون کے لئے بھی عہد نامہ لکھا۔ پھر عبد الملک بن صالح کے مشورہ سے  
اپنے بیٹے قاسم کو بھی ولیعہد بنا یا اور اس کا لقب موتمن رکھا اس کے  
بعد کل ممالک اسلامیہ کو ان تینوں میں تقسیم کر دیا۔

مشرقی حصہ خراسان و غنبرہ مامون کو دیا مشرقی حصہ مصر اور شلم  
امین کو۔ جزیرہ موتمن کو اور ہر ایک کو مستقل امیر بنا دیا۔ اس طرح پرانی اولادیں  
باہمی فتنہ و فساد کا تخم خود اپنے ہاتھوں سے بوردیا۔

اس کے بعد جب حج کے لئے گیا تو خاص حرم میں امین اور مامون کے  
لئے دو عہد نامے لکھے۔ اہل حرم کے سامنے دونوں بھائیوں کی موجودگی  
میں یہ محض سنائے گئے۔ علماء و فقہاء زامرار اور تمام حاضرین یہاں تک کہ اللہ  
اور فرشتے سب اس کے اوپر گواہ بنائے گئے اور سخت سے سخت تاکیدیں اور

شرطیں کی گئیں کہ اس عہد نامہ کو نہ توڑیں۔ اور باہم خونریزی نہ کریں۔  
 لیکن ہارون جب گزر گیا اور امین تخت پر آیا تو اس کے دل میں بھی  
 وہی خواہش پیدا ہوئی جو اس کے اسلاف کے دلوں میں ہوئی تھی یعنی اس نے  
 چاہا کہ مامون کو ولایت عہد سے دستبردار کر کے اپنے بیٹے کو ولیعہد بنائے مامون  
 خراسان کا والی تھا اس کے پاس فوجی قوت بھی تھی اس بنا پر اس نے انکار کر دیا۔  
 امین نے فوج بھیجی اور آخر وہ خونی واقعات پیش آئے جس سے عالم اسلامی  
 میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا۔ خود بلف داد کا نہایت سخت محاصرہ ہوا یہاں تک  
 کہ امین مارا گیا اور مامون خلیفہ ہوا۔

مامون نے صرف اپنے بھائی معتصم کو اپنا جانشین بنایا تھا اسی طرح  
 معتصم نے بھی صرف اپنے بیٹے والی کو ولیعہد کیا تھا۔ اور ثالث بلا عہد  
 ولایت لکھے ہوئے گزر گیا اس کی موت کے بعد ارکان دولت نے متوکل کو منتخب  
 کر لیا۔ متوکل نے پھر وہی غلطی کی جو ہارون نے کی تھی۔ یعنی اس نے بھی اپنے تینوں  
 بیٹوں منتصر، معتز، اور مؤید کو یکے بعد دیگرے ولیعہد بنایا اور ہر ایک کو دود  
 علم عطا کئے۔ ایک سیاہ جو لو اور عہد تھا اور ایک سپید جو لو نے حکومت کیا۔  
 اور کل ممالک اسلامیہ کو ان میں تقسیم کر دیا۔

منتصر کو افریقہ۔ مغرب۔ شام۔ جزیرہ۔ حجاز۔ عراق۔ یمن۔ اہواز۔  
 مکران اور سندھ۔



معتز کو۔ خراسان۔ طبرستان۔ آرمینیہ۔ آذربائیجان اور فارس۔

موتد کو۔ جند جمص۔ جند مشق۔ جند فلسطین۔

ہارون کی اولاد کا انجام دیکھ لینے اور یہ سمجھ لینے کے بعد کہ بتی عباس  
میں عہد کا کوئی احترام نہیں ہے متوکل نے اپنے اس فعل میں مطلق دورانہی

سے کام نہیں لیا۔

آخر میں بعض وجوہ کی بنا پر اپنے بڑے بیٹے منتصر کو ولیعہدی سے

معزول کرنا چاہا۔ لیکن چونکہ وہ مستقل امیر تھا اور اس کے پاس ترکوں کی ایک

جماعت تھی اس نے متوکل کو قتل کر دیا۔ اور خلیفہ ہو گیا۔ چالیس دن کے بعد

اپنے دونوں بھائیوں کو بلا کر ولیعہدی سے معزولی کا فرمان سنا دیا۔

نے تسلیم کر لیا لیکن معتز نے مخالفت کی مگر بالآخر مجبور ہو کر مانتا پڑا اور یہ سب

کچھ شخص کسی استبداد کا جذبہ تھا۔ ورنہ منتصر کے کوئی اولاد بھی اس قابل نہیں

تھی کہ اس کو ولیعہد بنانا۔ چنانچہ وہ بلا ولیعہد بنائے گذر گیا۔

اس کی وفات کے بعد موالی نے مستعین بن محمد بن مستم کو لا کر

تخت نشین کیا جس کو انھوں نے متوکل کی اولاد کے خون سے چھپا رکھا تھا۔

اس زمانہ سے خلافت ترکی غلاموں کے قبضہ میں آگئی وہی جس کو چاہتے

تھے خلیفہ بناتے تھے اور جس کو چاہتے تھے معزول کرتے تھے صرف پندہوں

عباسی خلیفہ معتز نے اپنے بھتیجے معتز کو اپنا ولیعہد بنایا اور اس نے اپنے

بیٹے کے ممکنہ کو اس کے بعد سے پھر خلیفہ کا غزل و لقب ترکوں کے ہاتھ  
میں رہا۔

نبی بویہ کے زمانہ میں کل اختیارات انھیں کے ہاتھ میں تھے۔  
خلفاء صرف نام کے لئے رکھے جاتے تھے۔ اس عہد میں جس قدر خلیفہ ہوئے  
سب کے سب معزول ہوتے رہے صرف قادر عرصہ تک قائم رہا۔ اور اس نے  
اپنے بیٹے قائم کو ولی عہد بنایا اس کے بعد سے خلافت کا سلسلہ اس طرح  
رہا کہ باپ سے بیٹے کو ملتی رہی۔

۵۶۵ء میں ہلاکو نے جو چنگیز خان کا پوتا تھا۔ بغداد پر قبضہ

کر لیا۔ اور وہاں کے آخری عباسی خلیفہ مستعصم کو قتل کر ڈالا۔

خلاصہ یہ ہے کہ عہد عباسی میں باوجود اس کے کہ ہر قسم کے علوم و  
فنون کی اشاعت ہوئی۔ لیکن خلافت کے لئے کوئی معقول نظام نہیں  
تجزیر کیا گیا۔ جس کا نتیجہ آخر میں آ کر تباہی اور بربادی ہوا۔

## ۱۱) سفاح

ابوالعباس عبداللہ سفاح بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس  
اس کی ماں رلیطہ قبیلہ بنی حارث کی تھی اس کی ولادت ۱۰۲ھ میں حمیمہ  
میں ہوئی جہاں اس کا خاندان سکونت گزیرا تھا۔

محمد بن علی نے اپنے بڑے بیٹے ابراہیم کو وصی بنایا تھا۔ ابراہیم جب  
گرفتار ہوئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ میں زندہ نہیں بچوں گا تو سفاح کے لئے  
امامت کی وصیت کر گئے۔ یہ مع اپنے تمام خاندان کے ابو سلمہ وزیر آل محمد کے  
ساتھ کوفہ میں آ گیا۔

۱۳ ربیع الاول ۱۳۲ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۶۴۹ء میں کوفہ میں اس کے  
ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی لیکن اس وقت تک بنی امیہ کا آخری خلیفہ  
مروان زند تھا جب وہ مصر میں ۲۸ زدی الحجہ ۱۳۲ھ مطابق ۵ اگست ۶۴۵ء  
میں قتل کر دیا گیا تو اس کی مستقل خلافت کا آغاز ہوا۔

کوفہ چونکہ شیعہ آل علی کا مرکز تھا اس لئے بنی عباس نے وہاں اپنا

دار الخلافہ رکھنا مصلحت کے خلاف سمجھا۔ چنانچہ وہ حیرہ میں اور پھر وہاں سے انبار میں منتقل ہو گئے۔

مردان کے قتل کے بعد بنی عباس کی مشکلات ختم نہیں ہوئیں۔ کیونکہ بہت سے امر اور روسا نے جو

## احوال خلیفہ

بنی امیہ کے حامی تھے بغاوتیں کیں۔ سفاح کا عہد خلافت زیادہ تر ان ہی بغاوتوں کے دبانے میں گذرا۔

جو لوگ عالی خیال اور بلند ہوصلہ ہوتے ہیں وہ قدرت پا جانے کے بعد مخالفوں کے دلوں کو معافی اور حسن سلوک سے اپنے قابو میں کر لیتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کا تصور معاف کر کے ان کو اپنے

ساتھ ملا لیا۔ اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اہل قریش

کو جہنوں نے اسلام کی عداوت اور آنحضرت اور مسلمانوں کو ستانے میں کوئی کسر

اٹھا نہیں رکھی تھی عام معافی دیدی۔ اور بجز خاص مجرموں کے کسی سے کوئی انتقام

نہیں لیا۔ مگر بنی عباس نے اپنے خاندانی اور ایک جدی بھائیوں بنی امیہ پر

غلبہ پا کر جس طرح ان کو مٹایا اور ان کے فنا کرنے میں جس قسادت قلبی کا اظہار

کیا اس کی مثال اسلامی تاریخ میں نہیں ہے۔

داؤد بن علی نے جو سفاح کا چچا تھا مکہ مدینہ میں جس قدر بنی امیہ

تھے ان سب کو قتل کر ڈالا اس کے بھائی سلیمان بن علی نے بصرہ میں یہی کیا۔

جن کو قتل کرنا تھا ان کے پاؤں پکڑو اور کھینچو اور راستوں میں ڈال دینا تھا۔  
 عبداللہ بن علی نے شام میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایک ایک بنی امیہ کو مار  
 ڈالا۔ بجز شیرخوار بچوں یا ان لوگوں کے جو روپوش ہو کر بھاگ گئے کوئی اس کے  
 ہاتھ سے نہیں بچ سکا۔ یہاں تک کہ اس نے جوش انتقام میں خلیفہ بنی امیہ۔  
 امیر معاویہ۔ یزید اور عبدالملک وغیرہ کی قبریں کھدوا ڈالیں اور ان کی بوسیدہ  
 ہڈیوں کو بھی نکال کر پھینکوا دیا۔ شام بن عبدالملک کی نعش صحیح و سالم نکلی  
 تھی۔ صرف ناک گل گئی تھی۔ اس کو کوڑوں سے ٹپا کر سولی پر چڑھا دیا پھر  
 آگ میں جلایا۔ اور راکھ ہو ایں اڑادی۔

عراق میں خود سفاح نے بھی یہی کیا۔ ایک بار وبار میں وہ تخت پر بیٹھا  
 ہوا تھا ایک جانب کرسیوں پر بنی ہاشم اور دوسری جانب گدوں پر بنی امیہ تھے۔  
 اسی اثنا میں ایک شاعر نے آکر بنی امیہ کے مظالم میں چند اشعار اس کو سنائے۔  
 سفاح کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ اس نے بنی امیہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ مجھو  
 ہمارے جن عزیزوں کو تم نے قتل کیا وہ تو فنا ہو گئے۔ اور تم ابھی تک اس  
 دنیا میں عیش کرنے اور لذت اٹھانے کے لئے زندہ ہو پھر خراسانیوں کو حکم  
 دیا کہ وہ ان کے اوپر لوٹ پڑے اور سب کو قتل کر ڈالا صرف ایک شخص عبدالعزیز  
 بن عمر بن عبدالعزیز داد بن علی کی سفارش سے بچ سکا۔  
 بنی عباس کی یہ سخت گیری بنی امیہ ہی تک محدود نہیں رہی بلکہ خود

اپنے ارکان سلطنت پر بھی انہوں نے ہاتھ بڑھایا۔ ابو مسلمہ خلیل جو وزیر آل محمد کے لقب سے مشہور تھا۔ اور جس نے اس دولت کے قائم کرنے میں بڑی خدمت انجام دی تھی۔ سفاح اس سے اس بنیاد پر ناراض تھا۔ کہ اس نے اس خلافت کو آل علی کی طرف منتقل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس لئے اس کے قتل کے درپے ہوا۔ مگر اس میں ابو مسلم کی رائے یعنی بھی ضروری تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائی منصور کو خراسان میں بھیجا ابو مسلم نے کہا کہ آپ لوگ خاموش رہیں۔ میں خود اس کا بندوبست کر دوں گا۔ منصور واپس آیا۔ ابو مسلم نے ایک خراسانی کو کوفہ میں بھیجا۔ اور اس کو یہ حکم دیا کہ جہاں ابو مسلم کو پا جائے قتل کر دے وہ آکر چھپا رہا۔ ابو مسلمہ سفاح کے دربار سے نکل کر جب شام عام پر آیا تو اس نے پہنچ کر اس کو قتل کر دیا۔ چند غوغائیوں نے وہاں جمع ہو کر شور مچا دیا کہ کسی خارجی نے اس کو مار ڈالا۔

اسی زمانہ میں ابو مسلم نے سلیمان بن کثیر خزاعی شیخ النقباء جس نے اس سلطنت کے قائم کرنے میں ابو مسلمہ سے کم کوشش نہیں کی تھی یہی الزام لگایا کہ وہ بہ نسبت آل عباس کے آل علی کا ہوا خواہ ہے۔ حالانکہ یہ وہ شخص ہے کہ امام ابراہیم نے جب ابو مسلم کو خراسان میں امیر بنا کر بھیجا تھا۔ تو اس کو یہ حکم دیا تھا کہ اہم معاملات میں تم اسی شیخ سے مشورہ لینا۔ اور اس کو میرا قائم مقام سمجھنا۔ ابو مسلم نے اس کو بلا لیا۔ اور کہا کہ تم کو یہ بات یاد ہے کہ امام نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں پر مجھ کو شبہ ہو اس کو قتل کر دوں! اس نے کہا کہ ہاں!

ابو مسلم نے کہا کہ مجھ کو تمہارے اوپر شبہ ہے کہ تم امام کے سچے خیر خواہ نہیں ہو اس نے اللہ کا واسطہ دلا نا شروع کیا۔ لیکن ابو مسلم نے ایک نہیں سنی اور اس کو قتل کر دیا۔

الغرض سفاح کا عہد بنی امیہ کو مٹانے اور ہر طرف سے جو رخنے نظر آئے ان کو بند کرنے میں گزرا جس کی نسبت ذرا بھی شبہ ہو نا تھا وہ قتل کر دیا جاتا تھا۔ اس طرح نہ صرف بے جا خونریزی اور سفاحی حد سے زیادہ ہوئی۔ بلکہ بد عہدی اور پیمان شکنی کی مثال قائم ہو گئی جس کی وجہ سے کبر سلطنت کے دلوں سے اطمینان کے ساتھ خلوص جانا رہا۔

سفاح کے عہد میں جس قدر امرار مقرر کئے گئے وہ سب بنی عباس امرار میں سے تھے اس لئے کہ غیروں پر اعتماد نہیں تھا ان امرار میں سے تین شخص اپنے نفوذ اور اثر کے لحاظ سے ممتاز تھے۔ محمد اللہ بن علی والی شام و مصر، ابو جعفر منصور والی عراق و جزیرہ۔ ابو مسلم امیر خراسان۔ یہی لوگ سیاہ سفید کے مالک تھے۔ مگر ان میں باہم خلوص و اتحاد نہیں تھا۔

ابو مسلم کی طاقت اور شوکت کو دیکھ کر ابو جعفر از روئے حسد کے اس کا سخت دشمن ہو گیا تھا۔ اور بار بار سفاح سے امرار کرنا تھا کہ اس کو قتل کر دو وہ بھی راضی تھا لیکن نہ صرف اس خوف سے جرات نہیں کرتا تھا کہ کہیں خراسانی جن کی بدولت یہ سلطنت قائم ہوئی ہے اس کے قتل سے پریشان ہو جائیں۔

عبداللہ بن علی خلافت کی آرزو رکھتا تھا۔ اس کو یہ ڈر لگا ہوا تھا کہ کہیں منصور  
 سفاح سے اپنی ولیعهدی کا فرمان نہ لکھائے اس لئے آپس میں دونوں میں صفائی دیکھی  
 ۱۳۶ھ میں ابو مسلم نے سفاح سے حج کی اجازت طلب کی۔ وہ چونکہ اس کو امیر الحج  
 نہیں بنانا چاہتا تھا اسلئے منصور سے کہا کہ تم بھی حج کے لئے درخواست دیدو اس کی مرضی  
 پر حکم لکھ دیا کہ تم امسال امیر الحج ہو۔ اور ابو مسلم کو جواب دیا کہ تم حج کے لئے آؤ لیکن چونکہ  
 منصور نے بھی حج کی درخواست کی تھی اس لئے میں نے اس کو امیر الحج مقرر کر دیا ہے ابو مسلم نے  
 کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔ اور لکھا کہ مجھے خوشی ہے کہ میں ان کی مانتی میں حج  
 کروں لیکن اپنے خاص لوگوں سے کہا کہ کیا منصور کو اسی سال حج کرنا ضروری تھا۔ یہ  
 دونوں قافلے ایک ساتھ ایک ہی راستے سے مکہ کو چلے۔ راہ میں ابو مسلم نے اپنی شوکت  
 اور قیاضی کا اس قدر اظہار کیا کہ منصور کا رشک و حسد اور بھی بڑھ گیا۔ اور آئندہ  
 یہی ابو مسلم کے قتل کا موجب ہوا۔

۱۳۶ھ میں سفاح نے اپنے بھائی منصور اور اس کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد  
**ولیعہدی** بن علی کی ولیعهدی کیلئے فرمان لکھا اس عہد کو حیر کے پارچے پر لکھا کر سہیلے  
 اس پر اپنی مہر لگائی پھر نیچے اہل خاندان کی مہریں لگوا کر عیسیٰ بن موسیٰ کے حوالے کیا۔  
 اسی سنہ میں وہ چیچک کے مرض میں مبتلا ہوا اور یوم شنبہ ۳ ازوی الحج  
**وفات** مطابق ۲۰ جون ۷۵۲ء کو مقام انبار میں وفات پائی۔

یوم بعیت و وفات تک اس کی مدت خلافت ہم برس ۹ مہینے رہی و مروان کے قتل کے بعد ۶ سال ۱۰



## منصور (۲)

ابو جعفر عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ اس کی ماں ام ولد تھی جس کا نام سلامہ تھا۔ اس کی پیدائش حیمہ میں ۱۱۱ھ میں ہوئی تھی۔

خلافت عباسیہ کے لئے جدوجہد اور اس کے انتظام و اہتمام میں یہ سفاح کا دست راست تھا۔ جس وقت اس کی وفات ہوئی یہ حج کے لئے گیا تھا۔ عیسیٰ بن موسیٰ ولیعہ ثانی نے اس کے لئے بیعت لی اور اس کو صورت حال سے مطلع کیا وہ

واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں قاصد ملا۔ عجلت کے ساتھ انبار چھوڑ کر تخت نشین ہوا۔

منصور کو اپنی خلافت کے لئے بنی امیہ یا ان کے حامیوں

کی طرف سے تو کوئی اندیشہ نہ تھا۔ کیونکہ ان کا خاتمہ ہو چکا

تھا۔ لیکن تین طرف سے اس کو ڈر لگا ہوا تھا۔

۱۱ اپنے چچا عبداللہ بن علی کی طرف سے۔ کیونکہ بنی عباس میں اس کی

شخصیت نہایت ممتاز تھی۔ اور چونکہ سفاح نے اس کو سب سے سالار عام مقرر کر دیا

تھا۔ اس لئے شام جزیرہ اور موصل وغیرہ کی تمام فوجیں اس کے قبضہ میں تھیں۔

اور وہ بڑی قوت اور شوکت رکھتا تھا۔ واپسی میں جب منصور کو سفاح کی موت کی اطلاع ہوئی تو اس نے ابو مسلم سے اس خطرہ کا اظہار بھی کیا تھا۔

(۲) خود ابو مسلم سے جو دولت عباسیہ کا اصلی بانی تھا کیونکہ اس کی طاقت بھی زبردست تھی اور تمام مہمات ملکی میں وہ ذخیل تھا ابو جعفر کو یہ ڈرتھا کہ کہیں مجھ کو اپنا مخالف سمجھ کر یہ خلافت کو کسی دوسرے کے ہاتھ میں منتقل نہ کر دے

(۳) اپنے بنی اعمام آل علی سے۔ بالخصوص محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن ابی طالب کی طرف سے اس کو بہت خطرہ تھا۔ اور یہ خوف اس کے دل میں اس وقت سے اور بھی بڑھ گیا جب اس نے دیکھا کہ اس کو امیر الموحد ہونے کی وجہ سے محمد مذکور اور ان کے بھائی ابراہیم دونوں زنج میں شریک نہیں ہوئے۔

ان تینوں خطرات کو اس نے اچھی طرح سمجھ لیا چونکہ وہ صاحب ہمت و جرات ہوشمند اور مدبر تھا۔ اس لئے یہ سوچا کہ انھیں دشمنوں سے ایک دوسرے کے مقابلہ میں کام لے کر ان کی قوت کو توڑ دے۔

علی بن موسیٰ نے عبداللہ کو بیعت کے لئے بلایا۔ وہ

**عبداللہ بن علی**

اس وقت رومیوں سے لڑ کر واپس آ رہا تھا۔ حران میں

بہنچکر اس نے فوج کو جمع کیا۔ اور ان سے اپنی خلافت کی بیعت لی۔

منصور نے ابو مسلم کی ماتحتی میں نہایت ساز و سامان کے ساتھ ایک لشکر

گراں ترتیب دیکر اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔

عبداللہ کے ساتھ خراسانی فوج کا بھی حصہ تھا۔ جس کا امیر حمید بن قحطیبہ تھا۔ عبداللہ نے خیال کیا کہ شاید یہ لوگ ابو مسلم کی وجہ سے میرا ساتھ نہ دیں۔ اس لئے حمید کو ایک خط دیکر زفر بن عاصم والی حلب کے پاس بھیج دیا اور اس کے جانے کے بعد خراسانیوں کو جو کئی ہزار کھتے قتل کرادیا۔ اور راستہ میں حمید نے جب اس خط کو کھول کر دیکھا تو اس میں یہ مضمون پایا کہ جس وقت یہ کہتا ہے پاس پہنچے اس کو قتل کر دینا اس وجہ سے وہ حلب نہیں گیا۔ اور اپنے ساتھیوں کو لئے ہوئے عراق کی طرف پلٹا۔ خراسانیوں کے قتل اور حمید کے نکل جانے کی وجہ سے عبداللہ کے لشکر میں اتنی بڑی پیدا ہو گئی وہ ان کو لئے ہوئے حران سے نصیبین میں آ گیا جو ایک مستحکم فوجی مقام تھا اور وہاں جنگ کی تیاری میں مشغول ہوا۔ ابو مسلم نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ عبداللہ نے ایک مضبوط مرکز پر مورچہ جمالیایا ہے جس کو فتح کرنا دشوار ہے اس لئے اس کو خط لکھا کہ مجھ کو تم سے لڑنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے بلکہ میں ملک شام کا والی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی طعن کو جا رہا ہوں عبداللہ اس کی چال کو سمجھ گیا لیکن اس کے ساتھ جو شامی اہل رخصتے وہ مضطرب ہوئے کہ ہم یہاں ہیں یہ شام میں پہنچ کر یہ معلوم ہمارے گھروالوں پر کیا کیا سختیاں کرے۔ اس لئے انہوں نے عبداللہ کو مجبور کیا کہ شام کی طرف چلو۔ وہ ان کو لے کر نکلا اور ملک شام کی طرف چلا۔ ابو مسلم موقع پا کر نصیبین میں داخل ہو گیا اور اس محفوظ مقام کو اپنا مرکز بنا لیا۔ عبداللہ نے دیکھا کہ حریف اپنے دائروں

میں کامیاب ہو گیا مجبوراً اس جگہ آکر خیمے ڈالے جہاں پہلے ابو مسلم کی فوج تھی۔ فریقین میں جنگ شروع ہوئی۔

شامی تعداد میں زیادہ اور ساز و سامان کے لحاظ سے خراسانیوں سے بہتر حالت میں تھے۔ لیکن جو موقع ابو مسلم نے حاصل کر لیا تھا اس کی وجہ سے اہل شام ان کو مغلوب نہ کر سکے۔ چھ مہینے تک برابر لڑائی جاری رہی۔ اور کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا۔

یوم شنبہ ۷ جمادی الاول ۱۳۷ھ کو ابو مسلم نے حسن بن قحطیبہ کو جو اس کے مہینہ کا امیر تھا حکم دیا کہ آج میسرہ میں زیادہ فوج کو رکھو اور مہینہ میں صرف وہ لوگ رہیں جو منتخب بہادر ہیں۔ عبداللہ نے یہ دیکھ کر اپنے مہینہ کی طرف زیادہ زور دیا۔ اور میسرہ کو خالی چھوڑ دیا۔ ابو مسلم نے قلب اور مہینہ کو ایک ساتھ اس کے میسرہ پر بڑھایا۔ جس سے شامیوں کا زور ٹوٹ گیا اور وہ شکست کھا گئے۔ عبداللہ بن علی سے اس وقت ایسا فعل سرزد ہوا جس کو بنی ہاشم ہمیشہ اپنے لئے عار سمجھتے رہے۔ یعنی وہ میدان چھوڑ کر بھاگا اس کے اہرار نے ہر چند اس سے کہا کہ بھاگنا سپاہی کا کام نہیں ہے اس سے پہلے خود تم ہمیشہ مردان کو گالیاں دیتے تھے کہ وہ موت سے ڈر کر بھاگ گیا آج خود اسی تنگ کو کیوں گوارا کرتے ہو مگر اس کا قدم نہیں رکھا ابو مسلم نے فتح کے بعد شامیوں کو امن عام دے دیا۔

عبداللہ بصرہ پہنچا۔ وہاں اس کا بھائی سلیمان بن علی دلی تھا۔  
 کچھ دنوں تک اس کے پاس چھپا رہا۔ منصور کو خبر ہو گئی اس نے سلیمان کو لکھا کہ  
 عبداللہ کو میرے پاس بھج دو۔ میں اسے امان دیتا ہوں۔ سلیمان اس کو خود اپنے  
 ساتھ لے کر گیا۔ منصور نے باوجود امان دے دینے کے قید کر دیا یہاں تک کہ  
 قید ہی میں ۳۱ سالہ میں وہ مرا۔

منصور کو ابو مسلم کے ہاتھوں عبداللہ کی طرف سے اطمینان نصیب  
 ہو گیا لیکن اب خود ابو مسلم کی اس کو فکر ہوئی کیونکہ اس فتح سے  
 اس کا رتبہ اور بھی بڑھ گیا۔ اور منصور کی طبیعت اس قسم کی تھی کہ وہ اپنے سوا کسی  
 کی عظمت کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس کو یہ بھی معلوم ہوا کہ جب اس کے خطوط ابو مسلم  
 کے پاس جاتے ہیں تو وہ ان کا مذاق اڑاتا ہے۔ اس وجہ سے اس نے بختہ  
 ارادہ کر لیا کہ جس طرح ممکن ہو اس کا خاتمہ کر دے۔

اسی درمیان میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ ابو مسلم کے دل میں بھی منصور  
 کی طرف سے خطرہ پیدا ہو گیا۔ وہ یہ کہ جب شاہیوں پر اس نے فتح پائی تو منصور نے  
 ایک شخص کو اس کے پاس بھیجا اور لکھا کہ جو کچھ مال غنیمت ملا ہو اس کو اچھی طرح  
 شمار کر کے اس کے حوالہ کرنا۔ ابو مسلم نے اس خط کو پڑھ کر کہا کہ خون کے معاملہ میں  
 مجھ پر اعتماد کیا جاتا ہے اور مال کے معاملہ میں نہیں۔ اور اس قدر ہرم ہوا کہ اس کے  
 قتل کرنے کا حکم دیا۔ لیکن اس کے حاشیہ نشینوں نے کہا کہ اس غریب کا قصور کیا ہے۔

اس لئے چھوڑ دیا۔ اس شخص نے آکر سارا ماجرا منصور کو سنایا۔

منصور بہت احتیاط کرتا تھا کہ اس کے دل میں اس کی طرف سے کسی قسم کا شبہ پیدا نہ ہونے پائے۔ کیونکہ اس کو خطرہ تھا کہ اگر وہ بدگمان ہو کر خراسان میں چلا گیا تو اس کے اوپر قابو پانا دشوار ہو گا اس لئے کہ وہاں اس کی طاقت نہر دست ہے جب یہ صورت پیدا ہو گئی تو اس نے فوراً ابو مسلم کو فرمان بھیجا کہ بجائے خراسان کے میں تم کو شام اور مصر کا والی مقرر کرتا ہوں تم شام میں رہو اور اپنی طرف سے جس کو چاہو مصر کا امیر بنا کر بھیج دو۔

اس فرمان سے وہ اور بھی غضبناک ہوا اور کہا کہ خراسان میری ولایت ہے میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔ چنانچہ وہ اپنی کل فوج کو لے کر مشرق کی طرف روانہ ہوا منصور نے دیکھا کہ اب اگر یہ خراسان تک پہنچ گیا تو ایک ایسی جنگ پیش آئے گی جس کا نتیجہ نامعلوم ہے لہذا اس کا فیصلہ جس تدبیر سے ممکن ہو اس سے پہلے کر دینا چاہیے یہ سوچ کر وہ انبار سے مدائن میں آ گیا۔ اور ابو مسلم کو حکم بھیجا کہ تم یہاں آ کر مجھ سے ملو اس نے جواب میں لکھا کہ:-

امیر المؤمنین کا اب کوئی دشمن باقی نہیں رہا۔ جس کی طرف سے خطرہ ہو اور ہم نے آل ساسان کی روایات میں یہ سنا ہے کہ سکون کی حالت میں بادشاہوں کو زیادہ خطرہ اپنے ذہنوں کی طرف ہوا کرتا ہے۔ اس لئے آپ کے قرب سے گریزاں ہیں اور چاہتے ہیں کہ دور رہ کر

وفاداری کے ساتھ اطاعت کرتے رہیں۔ لیکن اگر آپ کو اس کے خلاف اصرار ہے اور آپ وہی کرنا چاہتے ہیں جو مر کو زخا ط ہے تو یہ اس پرمان کے خلاف ہے جو ہمارے ساتھ کیا گیا ہے۔

اس خط سے منصور کے دل میں انتقام کی آگ اور بھڑک اٹھی کیونکہ ابو مسلم نے اپنی قوت کے اعتماد پر نہ صرف اس کے حکم کی مخالفت کی تھی بلکہ اپنے آپ کو اس کے مقابل رکھ کر ایک قسم کی دھمکی بھی دی تھی منصور نے جواب دیا۔

میں نے تمہارا خط پڑھا۔ تم ان خیانت کار و زنا رہیں سے نہیں ہو جو اپنے جرموں کی وجہ سے بادشاہوں سے ڈرتے تھے اور اپنے بچاؤ کے لئے سلطنت میں انقلاب پیدا کرنے کی سازشیں کرتے تھے۔ بلکہ تم نے اس دولت کی عظیم الشان خدمت کی ہے اور ہم کو تمہاری خیر خواہی اور اطاعت پر کامل اعتماد ہے۔ اسی لئے یہ خط ولیعہد عیسیٰ بن موسیٰ کے ہاتھ تمہارے پاس بھیجا جاتا ہے کہ اس کی باتوں سے تم کو اطمینان ہو جائے اور اگر دل میں کسی قسم کا دوسوہ ہو تو نکل جائے۔

منصور نے عیسیٰ کے عہدہ ابو حمید مروزی کو بھی جو ایک نہایت زبان آور آدمی تھا بھیجا اور اس سے کہہ دیا کہ پہلے ابو مسلم سے نہایت نرمی سے گفتگو کر کے یہاں آنے پر آمنا کرنا اگر وہ انکار کرے تو پھر اس سے کہنا کہ امیر المؤمنین نے قسم کھائی ہے

کہ جو تم نہیں آؤ گے تو میں خود آؤں گا۔ تم بھاگو گے تو تمہارا پیچھا کر دوں گا یہاں  
 تک کہ سمندر یا آگ میں اگر جا گھسو گے تو میں بھی تمہارے پیچھے اس میں گھسوں گا  
 اور یا ماروں گا یا مروں گا۔

ابو حمزہ نے حسب ہدایت پہلے ابو مسلم سے شیریں زبانی کے ساتھ گفتگو کی  
 اس نے خراسانوں سے مشورہ لیا۔ انہوں نے کہا کہ منصور کے پاس تمہارا جانا  
 مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی نیت تمہاری طرف سے صاف نہیں معلوم ہوتی  
 اس بنا پر اس نے ابو حمزہ سے کہا کہ میں نہیں جاسکتا۔ اس وقت ابو حمزہ نے  
 دوسرا پیغام سنا دیا۔ اس کو سنکر اس کا دل بیٹھ گیا۔

ادھر منصور نے دوسری کارروائی یہی کی کہ ابو مسلم کے نائب کو جو اس کی  
 فیضیت میں خراسان کا حاکم تھا وہاں کی مستقل حکومت کا فرمان لکھ کر بھیج دیا ابو مسلم  
 نے دیکھا کہ منصور نے اس کا تعلق خراسان سے بھی منقطع کر دیا اس لئے اب کوئی  
 صورت بجز اس کے نہ رہی کہ وہ خلیفہ کے پاس حاضر ہو۔ چنانچہ خراسان سے منہ  
 موڑ کر مدائن کی طرف روانہ ہوا۔

منصور نے اس کے قتل کا قطعی فیصلہ کر لیا تھا۔ لیکن اپنے اس ارادہ کو  
 نہایت مخفی رکھا تھا یہاں تک کہ جب ابو مسلم مدائن کے مستقل پہنچا تو اس نے امرارڈ سا کو  
 اس کے استقبال کے لئے بھیجا۔ اور جس وقت وہ دربار میں آیا اس سے نہایت  
 خوش ہو کر ملا جس سے اس کا دل مطمئن ہو گیا اور خوف جاتا رہا۔



دوسرے دن ابو مسلم کے دربار میں آنے سے قبل منصور نے عثمان بن زہبیک رئیس شرط کو حکم دیا کہ چار سپاہیوں کو پس پردہ چھپا رکھے جو میری تالی بجانے پر لکڑی اس کو قتل کر دیں۔

جب ابو مسلم دربار میں آیا تو منصور نے اس سے گفتگو شروع کی اس کے ہاتھ میں ایک خوبصورت چھوٹا تیرہ تھا دیکھنے کے بہانہ سے اس کو بھی لے لیا۔ پھر اس نے جو نافرمانیاں کیں تھیں ان کو گناہ شروع کیا آخر میں کہا کہ تم میرے حکم کے خلاف خراسان کی طرف کیوں روانہ ہوئے۔ ابو مسلم کو خوف پیدا ہوا منصور نے اسی درمیان میں تالی بجائی۔ ان چاروں سپاہیوں نے لکڑی ابو مسلم پر حملہ کر دیا۔ وہ چلاتا رہا کہ مجھ کو بڑی بڑی مہمات کے لئے باقی رکھتے اور قتل نہ کرائیے لیکن چند لمحوں میں اس کا کام تمام کر دیا گیا۔

اس کے ہمراہیوں نے جب سنا تو ان میں جوش پیدا ہوا۔ اور انہوں نے جا کر قنبر شاہی کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن ابو جعفر نے ان کو اس قدر اشرافیوں کے توڑے دے دیئے کہ وہ خوش ہو گئے۔ ان کے روسا و امراء کو بڑے بڑے صلے اور گران ہیا خلعتیں بخشیں۔

ابو مسلم کے قتل کے بعد منصور کو اطمینان ہو گیا اور اس نے یہ سمجھا کہ اب میری خلافت کا دور شروع ہوا۔

ابو مسلم زہبایت عالی حوصلہ، یاسمت، مدبر اور فززانہ امیر تھا۔ اگر اس میں

سفاکی نہ ہوتی تو وہ دنیا کے ممتاز سپہ سالاروں میں شمار کیا جاتا۔ لیکن اس نے دولت عباسی کی تاسیس میں بے حد خون بہایا۔ یہاں تک کہ امام ابراہیم کے اس حکم کے مطابق کہ جس پر تم کو شبہ ہو اس کو قتل کر دینا۔ اس نے شیخ النقیبہ سلیمان بن کثیر کو بھی محض خیالی تہمت پر قتل کر ڈالا۔

جب اس دولت کا اصول یہ قرار پا چکا تھا تو پھر وہ خود کیونکر اس سے بچتا منصور کو بھی اس کی نیت پر شبہ ہوا۔ اس لئے اس نے اس کا تمام کام کر دیا۔ یہ بھی ایک سنت الہی ہے جس کو اس نے قرآن میں بیان کر دیا ہے۔  
 وَكَذَٰلِكَ لَوْ فَتَىٰ لَبِغَضٍ الظَّالِمِينَ لَعَصَابًا كَمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ط  
 اسی طرح ظالموں ہی میں سے ان کے اعمال کی بدولت ہم ایک کو دوسرے پر مسلط کر دیتے ہیں۔

محمد بن عبد اللہ بن زکریا شیعہ اہل بیت کے دو فرقے امامیہ اور زیدیہ  
 عرب و عجم میں کثرت سے پھیلے ہوئے تھے اور

ان کی دعوت عام تھی۔ بنی عباس نے اپنی امامت کی تلقین میں اسی وجہ سے کسی امام کا نام متعین کرنا مناسب نہیں خیال کیا۔ کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ اس دعوت عام سے لطف اٹھائیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی محض امامت اہلبیت کی تبلیغ کی۔ اور اس تدبیر سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

نبی فاطمہ نے ان کو بھی ویسا ہی ظالم اور غاصب قرار دیا۔ جیسا کہ

بنی امیہ کو وہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ امامت ان کے نزدیک صرف بنی فاطمہ کا حق تھی۔ ان میں سے اس وقت دو شخص ممتاز تھے ایک امام جعفر صادق جو فرقہ امامیہ کے امام ششم تھے۔ دوسرے محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن کا لقب ان کے پاکیزہ صفات کی وجہ سے نفس زکیہ تھا اور اہل بیت کے اکثر لوگ ان کو مہدی مانتے تھے۔

امام جعفر صادق تقدیر پر صابر و شاکر رہے انہوں نے بنی عباس کے خلاف کسی قسم کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ معتقدوں کو تاکید کیا کرتے تھے کہ خاموش رہیں لیکن محمد نفس زکیہ اپنی خلافت کے لئے سخت کوشاں تھے۔ بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان کے زمانہ ہی میں اکثر رؤسا بنی ہاشم نے ان کی امامت پر بیعت کی تھی۔ اور ان کو مہدی تسلیم کیا تھا اس بیعت میں سفاح اور منصور بھی شامل تھے۔ اسی وجہ سے جب عباسیوں نے خلافت قائم کی۔ تو انہوں نے سفاح کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ اور چاہا کہ خود اپنی خلافت کا دعویٰ کریں سفاح نے ان کو خط لکھا وہ چونکہ اس کے احسان مند تھے۔ اس لئے ان کے زمانہ میں مخالفت سے باز رہے۔

محمد کے ایک دوسرے بھائی ابراہیم بن عبداللہ تھے ان کو خراسان کی ایک جماعت امام مانتی تھی۔ اور ان کی حمایت کے لئے تیار تھی۔ جب منصور خلیفہ ہوا تو چونکہ اس کو ان دونوں بھائیوں کا حال معلوم تھا۔

اور وہ ان کا راز دار رہ چکا تھا اس لئے اس کو ان کی طرف سے ہر وقت خطرہ  
 تھا۔ ۱۳۶ھ میں جب وہ امیر نخل ہو کر گیا تھا تو ان دونوں میں سے کوئی حج  
 میں بھی نہیں آیا تھا۔ اس وجہ سے اس کا شبہ اور بھی قوی ہو گیا تھا۔

زیاد بن عبد اللہ حارثی اس وقت مدینہ کا عامل تھا منصور نے اس  
 سے پوچھا کہ محمد بن زکیہ کے کیا ارادے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ان کی طرف سے  
 آپ کوئی اندیشہ نہ فرمائیے۔ میں ان کو دربار میں حاضر کر دوں گا۔ منصور نے بنی  
 ہاشم کے ایک ایک شخص کو الگ الگ بلا کر محمد کی بابت دریافت کیا۔ ہر ایک نے  
 یہ جواب دیا کہ پہلے وہ خلافت کے طالب تھے مگر تم لوگوں کے تسلط کے بعد  
 ان کا یہ خیال جاننا رہا۔ اور وہ تمہاری مخالفت کے لئے آمادہ نہیں ہیں لیکن حسن  
 بن زید بن حسن بن علی نے صاف صاف ان کے حالات منصور کو سننا دیئے۔  
 اور کہہ دیا کہ وہ تیاری میں مصروف ہیں۔ اور کسی کسی وقت تمہارے مقابلہ  
 کے لئے ضرور آئیں گے۔ یہ سن کر پیدار مغز منصور کی آنکھیں کھل گئیں۔

وہ برابر محمد کی جستجو میں مصروف رہا۔ زیاد والی مدینہ جو محمد کی طرف  
 سے اطمینان دلا کر گیا تھا جب ان کو نہیں حاضر کر سکا تو اس کو معزول کر کے  
 محمد بن خالد بن عبد اللہ قسری کو وہاں کا عامل بنا کر بھیجا اور حکم دیا  
 کہ جس قدر سال چاہو۔ شرح کر دو مگر محمد کا پتہ لگاؤ۔ اس نے بھی بہت کوشش  
 کی لیکن محمد اس کے ہاتھ نہ آئے اس وجہ سے اس کو بھی معزول کر کے رباح

بن عثمان کو بھیجا۔ وہ ۱۲۲ھ میں مدینہ میں آیا۔ پہلے محمد بن خالد سابق  
 امیر مدینہ اور اس کے کاتب کو سزا دی۔ اس کے بعد محمد کی جستجو کرنے لگا۔ وہ  
 قبائل میں روپوش تھے اور اپنے گھر میں بھی آتے جاتے تھے۔ رباح کو جب اس کی  
 اطلاع ہوئی تو اس نے بنی حسن میں سے تیرہ آدمیوں کو پکڑ کر منصور کے پاس بھیجا۔  
 ان کے ساتھ محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ بھی مقید تھے۔  
 کیونکہ وہ مال کی طرف سے بنی حسن سے رشتہ رکھتے تھے نیز ان کی بیٹی نفس  
 زکیہ کے بھائی ابراہیم سے بیاہی تھی۔ منصور نے ان لوگوں پر اور خاص کر  
 محمد عثمانی مذکور پر اس قدر سختیاں کیں جو لکھنے کے قابل نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ  
 ان میں سے اکثر ہلاک ہو گئے۔

یہ وہی بنی عباس ہیں جنہوں نے تمام دنیا میں یہ غلغلہ ڈال رکھا  
 تھا کہ ہم قاتلان اہل بیت کے انتقام کے لئے اٹھے ہیں۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 زمانہ میں ائمہ اہل بیت میں سے جو لوگ مقتول ہوئے تھے وہ میدان جنگ  
 میں لڑ کر مقتول ہوئے تھے۔ انہوں نے اہل بیت کے کسی ایک فرد کو بھی  
 اس ظالمانہ طریقہ سے پکڑ کر ہلاک نہیں کیا تھا۔

اپنے خاندان پر ان مظالم کو دیکھ کر محمد نفس زکیہ کو تاب ضبط نہ رہی۔ یکم  
 رجب ۴۵ھ کو وہ ۲۵۰ آدمیوں کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوئے وہاں کے  
 باشندوں نے ان کا ساتھ دیا۔ امیر مدینہ رباح نے مقابلہ کرنا چاہا مگر

اس کو لوگوں نے گرفتار کر کے مدینہ پر قبضہ کر لیا۔

نفس زکیہ نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا۔

حاضرین! ہمارا اور اس ظالم منصور کا جو معاملہ ہے وہ آپ سے

مخفی نہیں ہے اس لئے اپنے قہر کا سبز گنبد کعبہ کی تحفیر کے لئے بنایا

ہے وہ اللہ کا دشمن ہے فرعون نے بھی اسی قسم کی سرکشی کی تھی جس

کی وجہ سے اس پر عذاب آیا تھا اے اللہ! تو اس کو بھی برباد کر دے۔

دین اسلام کی حفاظت کے اصلی حقدار مہاجرین اور ان کے بیٹے

اور فرزندان انصار ہیں۔ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں نے

مدینہ کو اس خیال سے اپنا مرکز نہیں بنایا ہے کہ یہاں کے لوگ

زیادہ قوت رکھتے ہیں بلکہ صرف اس وجہ سے کہ میں یہاں کے

باشندوں سے محبت رکھتا ہوں۔ میں تو یہاں اس وقت آیا

ہوں جب کہ دنیا نے اسلام کے ہر مقام کے لوگوں نے میری

امامت کی بیعت کر لی ہے۔

اہل مدینہ یہ سن کر خوش ہو گئے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں تھی۔ بلکہ منصور نے

اپنی طرف سے جا بجا ایسے لوگوں کو متعین کر دیا تھا جو محمد کے پاس خطوط

بھیجا کرتے تھے کہ یہاں کے لوگ آپ کی امامت پر راضی ہیں اس سے ان کو یہ

غلط فہمی ہو گئی کہ ہر مقام کے لوگ میری امامت کو تسلیم کر چکے ہیں اور حمایت

کے لئے آمادہ ہیں۔

دوسری خرابی یہ پڑ گئی کہ انھوں نے اپنے بھائی ابراہیم سے یہ طے کیا تھا کہ جس دن مدینہ میں خروج کروں اسی دن تم بصرہ میں اپنی جماعت کو لے کر کھڑے ہو۔ منصور دونوں کے مقابلہ سے عاجز رہے گا لیکن ابراہیم اسی زمانہ میں بیمار ہو گئے۔ اس لئے یہ منصوبہ پورا نہ ہو سکا۔ اور نفس زکیہ نے اپنی طاقت کا جس قدر اندازہ لگایا تھا وہ غلط ہو گیا۔

ان سب سے بڑھ کر یہ ہوا کہ انھوں نے مدینہ کو اپنا مرکز بنایا۔ جس کی تمام ضروریات باہر سے پوری ہوتی ہیں۔ اور جو چاروں بھی محاصرہ کو برداشت نہیں کر سکتا۔ محمد بن خالد قسری نے ان سے کہا بھی کہ آپ نے مدینہ کو کیوں منتخب کیا۔ یہ تو ایسا مقام ہے کہ یہاں کا پانی ہی اگر کوئی دو دن باہر سے روک دے تو یہاں کے لوگ پیاسے مر جائیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ میرے ساتھ بمین ہیں چلیں میں ایک لاکھ جنگ آوروں کے ساتھ آپ کی مدد کروں گا۔ لیکن وہ راضی نہیں ہوئے۔

منصور اس زمانہ میں بغداد کی تعمیر میں مصروف تھا۔ جب اس کو اطلاع پہنچی تو اس نے ربیع بن عبد اللہ سے کہا کہ محمد نے تو بغاوت کا علم کھرا کر دیا۔ اس نے پوچھا کہ کہاں۔ جواب دیا کہ مدینہ میں اس نے کہا وہاں کیا ہے نہ آدمی نہ سنان اپنے آپ کو مفت تباہ کر لیا۔

منصور کو زیادہ خطرہ کو نہ کی طرف سے تھا۔ کیونکہ یہاں شیعہ آل علی کی کثرت تھی۔ اس لئے اس نے فوراً اپنا سچا اس کے دروازے بند کر دیئے۔ تاکہ باہر سے اس کا تعلق منقطع ہو جائے۔ اس کے بعد محمد نفس زکیہ کے نام خط لکھا۔

از جانب ابو جعفر عبداللہ بن محمد امیر المؤمنین تمام محمد بن عبداللہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑیں اور دنیا میں فساد پھیلائیں۔ ان کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کئے جائیں۔ یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں برخلات کاٹ لئے جائیں۔ یا ملک بدر کر دیئے جائیں۔ بجز ان لوگوں کے جو قبل اس کے توبہ کر لیں کہ تم ان کے اوپر قابو پاؤ۔

اس لئے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کا واسطہ دلا کر عہد و پیمان کرتا ہوں کہ اگر اس سے پہلے کہ میں تمہارے اوپر قابو پاؤں تم توبہ کر لو گے تو میں تمہاری اور تمہارے تمام بھائیوں۔ ساتھیوں اور معتقدوں کی جو اس بغاوت میں شریک ہیں جان بخشی کر دوں گا۔ نیز دس لاکھ درہم تم کو عطا کروں گا کہ جہاں چاہو وہاں رہو۔ اور تمہاری جو ضروریات ہوں گی ان کو پورا کرتا رہوں گا۔ تمہارے اہل بیت اور شیعہ میں سے



جو لوگ میرے قید خانوں میں ہیں ان کو چھوڑ دوں گا اور کسی

قسم کی تکلیف نہیں دوں گا اگر تم اس پر راضی ہو تو اپنے کسی معتد

کو بھیج دو وہ آکر مجھ سے عہد نامہ لکھوائے۔

اس کے جواب میں نفس زکیہ نے لکھا کہ:-

از جانب محمد بن عبداللہ مہدی امیر المؤمنین نبیام عبداللہ بن محمد

میں بھی تمہارے لئے اسی قسم کی امان پیش کرتا ہوں جس قسم

کی تم نے میرے سامنے پیش کی ہے۔ تم جانتے ہو کہ خلافت

ہمارا حق ہے۔ ہماری ہی فیصلیتوں اور ہمارے ہی شیعوں کی

بدولت تم نے اس کو حال کیا ہے ہمارے باپ حضرت علی

کریم اللہ وجہ وصی اور امام تھے ہم جوان کے بیٹے ہیں زندہ

ہیں پھر ہمارے ہوتے ہوئے تم کیسے اس کے وارث ہو گئے۔

مہتیں یہ بھی خوب معلوم ہے کہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں

نبی ہاشم میں سے جو فضائل اور مفاخر نبی ہم کو حاصل ہیں وہ

کسی کو حاصل نہیں ہو سکے۔ زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی دادی فاطمہ بنت عمرو کے شکم سے ہم ہیں۔ نہ کہ تم

خاص کر میں ہاشم کی اولاد میں نسب میں سب سے بہتر اور ماں

باپ کے لحاظ سے سب سے بڑھکر ہوں میری رگوں میں

امہات اولاد کا بغیر عربی خون مطلق نہیں ہے۔ میرے نسب کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ سے ممتاز رکھا۔ انبیاء میں سب سے افضل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں میں ان کا بیٹا ہوں۔ صحابہ میں میرے باپ حضرت علی ہیں جو اسلام میں سب سے اول علم میں سب سے فائق اور جہاد میں سب سے افضل تھے میری ماں حضرت خدیجہ ہیں۔ جہنوں نے امت میں سب سے پہلے نماز پڑھی۔ پھر حضرت فاطمہ ہیں جو ان کی بیٹیوں میں سب سے بہتر اور جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ اسلام کے بعد ہاشم کے بہترین فرزند حضرت حسن اور حسین ہیں جو بہشتی جو الوں کے سید ہیں ان میں سے بڑے کا میں بیٹا ہوں۔

اب دیکھو! حضرت علی والدین کی طرف سے ہاشم کے بیٹے ہیں۔ امام حسن والدین کی طرف سے عبدالمطلب کے بیٹے ہیں اور میں والدین کی طرف سے رسول اللہ کا بیٹا ہوں اللہ تعالیٰ نے ہمارا امتیاز ہمیشہ سے قائم رکھا یہاں تک کہ جہنم میں بھی اس نے اس کا لحاظ رکھا۔ یعنی میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو جنت میں سب سے بڑا اور جہر کھٹنا ہے اور اس شخص کا بیٹا ہوں جو جہنم میں سب سے ہلکا عذاب پائے گا اس طرح پرنیکوں میں

سب سے بڑھکر نیک اور گناہگاروں میں سب سے کمتر  
گناہگار کا فرزند ہوں۔

میں اللہ کو گواہ کر کے تم کو ہر چیز کی سوائے کسی حد شرعی یا  
کسی مسلمان یا معاہدے کے حق کے جو تمہارے ذمہ عاید ہو امان

دیتا ہوں اور میں بہ نسبت تمہارے عہد کا زیادہ پابند ہوں

تم نے جو مجھے امان دی ہے وہ کون سی ہے ابن ہبیرہ والی

یادہ جو تم نے اپنے چچا عبداللہ یا ابو مسلم کو دی تھی۔ ۶

عبرت کا مقام ہے کہ نسبی مفاخر جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نخواست  
جاہلیت قرار دے کر فتح مکہ کے دن پاؤں سے روند ڈالا اور جس کو قرآن نے  
مشاکر مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ انھیں کو یہ ائمہ اپنی امامت اور  
استحقاق خلافت کے ثبوت میں کس کس طرح سے پیش کرتے تھے۔ درحقیقت  
ان کے مقاصد شخصی تھے نہ کہ جمہوری۔

منصور کے پاس جب یہ خط پہنچا تو اس کے کاتب نے اس کا جواب لکھنے  
کی اجازت مانگی۔ منصور نے کہا کہ یہ تمہارا کام نہیں ہے جب حسب نسب اور خاندان  
کے جھگڑے آپڑے تو خود مجھے جواب لکھنا چاہیے۔ چنانچہ اس نے لکھا۔

از ابو جعفر عبداللہ بن محمد امیر المومنین بنام محمد بن عبداللہ

تمہارا خط مجھ کو ملا۔ عوام کو برا بیگنہ کرنے اور جہلا میں مقبول

بننے کے لئے یہ تم نے نسبی مفاخر جوڑ رکھے ہیں جن کی ساری  
 بنیاد عورتوں پر ہے۔ حالانکہ عورتوں کا وہ درجہ نہیں ہے جو  
 چچا کا ہے تم کو معلوم ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس وقت  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا اس وقت ان کے چچاؤں  
 میں سے چار شخص زندہ تھے۔ (حمزہ۔ عباس۔ ابوطالب۔ اور  
 ابولہب) ان میں سے دو اسلام لائے۔ جن میں سے ایک میرا  
 باپ تھا۔ اور دو کافر رہے جن میں سے ایک تمہارا باپ تھا۔  
 تم نے عورتوں کا ذکر کر کے ان کی قرابت پر جو فخر کیا ہے یہ نادانی  
 ہے اگر عورتوں کی نسبی فضیلت میں سے کوئی حصہ ملتا تو ساری  
 فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ بنت وہب  
 کے لئے ہوتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کو اپنے  
 دین سے سر بلند کرتا ہے۔

تعجب ہے کہ ابوطالب کی والدہ فاطمہ بن عمرو پر بھی تم نے فخر  
 کیا ہے سو چو تو کہ ان کے بیٹوں میں سے کسی کو بھی اللہ تعالیٰ نے  
 اسلام کی ہدایت کی اور اگر کرتا تو اس کے زیادہ حقدار نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے والد عبد اللہ ہو سکتے تھے۔ لیکن وہ تو جس کو چاہتا  
 ہے اسی کو ہدایت کرتا ہے تم نے اس پر بھی فخر کیا ہے کہ حضرت علی

والدین کی طرف سے ہاتھی ہیں اور حسن والدین کی طرف سے عبدالمطلب  
 کے بیٹے ہیں۔ اور مہتار النسب والدین کی طرف سے رسول اللہ تک  
 پہنچتا ہے۔ اگر یہ واقعی کوئی فضیلت ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 اس کے زیادہ مستحق ہوتے مگر وہ تو صرف ایک طرف سے ہاتھی ہیں  
 پھر تم اپنے آپ کو رسول اللہ کا بیٹا کہتے ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ  
 کو اس سے قطعی الکار ہے۔ اس نے صاف صاف اپنی کتاب میں  
 فرمادیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مہتارے مردوں میں سے کسی  
 کے بھی باپ نہیں ہیں۔ ہاں مہتار یہ کہتا درست ہے کہ تم ان کی  
 بیٹی کی اولاد ہو اور یہ بیشک ایک قریبی رشتہ ہے لیکن اس  
 کے ذریعہ سے کسی کی میراث نہیں مل سکتی۔ اور نہ اس سے تم امامت  
 کے حقدار ہو سکتے ہو۔

اس قرابت کی بنیاد پر مہتارے باپ حضرت علی نے ہر طرح سے  
 خلافت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ حضرت فاطمہ کو ابو بکر سے لڑا کر  
 رنجیدہ کرایا۔ اسی عنصر میں ان کی بیماری کی بھی کسی کو اطلاع نہیں  
 دی۔ اور جب انھوں نے انتقال کیا تو رات ہی کو ان کو لے جا کر  
 دفن کر دیا لیکن کوئی ابو بکر کو چھوڑ کر ان کی خلافت پر راضی  
 نہیں ہوا۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے زمانہ میں بھی وہ موجود تھے لیکن یہ کم نے سنا ہو گا کہ آپ نے نماز پڑھانے کا حکم کس کو دیا تھا۔

الوجہ کے بعد حضرت عمران کے قائم مقام ہو گئے۔ اور پھر خلافت اصحاب شہداء میں آئی۔ اس میں بھی وہ انتخاب میں نہ آسکے۔ اور حضرت عثمان خلیفہ ہو گئے۔ ان کے بعد انھوں نے طلحہ اور زبیر سخی کی سعید بن وقاص سے بیعت لینی چاہی انھوں نے اپنا دروازہ بند کر لیا۔

جب حضرت علی گئے تو امام حسن ان کی جگہ پر آئے معاویہ نے ان کے اوپر لشکر کشی کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے کچھ رقم لے کر اپنے شیعہ اور خلافت دو لوں کو امیر معاویہ کے ہاتھ بیچ دیا۔ اور مدینہ میں چلے گئے۔ لہذا اگر تمہارا کچھ حق بھی تھا تو تم فروخت کر چکے۔

تمہارا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم میں بھی تمہارے لئے امتیاز کا لحاظ رکھا کہ تمہارے باپ ابوطالب کو اس میں سب سے کم تر عذاب ملے گا۔ نہایت افسوسناک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب خواہ کم ہو یا زیادہ کسی مسلمان کے لئے فخر کی چیز نہیں ہے اور نہ

اس میں کوئی فضیلت ہے۔

یہ جو تم نے لکھا ہے کہ تمہاری رگوں میں عجمی خون مطلق نہیں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم سے بھی بڑھ کر اپنے آپ کو سمجھتے ہو حالانکہ وہ ہر لحاظ سے تم سے افضل تھے۔ خود تمہارے ہی خاندان میں زین العابدین تھے وہ تمہارے دادا حسن بن حسن سے بہتر تھے۔ پھر ان کے بیٹے محمد باقر تمہارے باپ سے بہتر اور ان کے بیٹے جعفر صادق تم سے بہتر ہیں حالانکہ ان سب کی رگوں میں عجمی خون ہے۔ تم یہ بھی دعویٰ کرتے ہو کہ نسب اور ماں باپ کے لحاظ سے تم کل بنی ہاشم سے افضل ہو۔ بنی ہاشم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔ تم کو یہ تو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ قیامت کے دن اللہ کو بھی منہ دکھانا ہے۔

صفین کے معاملہ میں تمہارے باپ حضرت علی نے پنجوں سے یہ پیمان کیا تھا کہ ان کے فیصلہ پر رضامند ہو جائیں گے۔ تم نے سنا ہو گا کہ پنجوں نے ان کو خلافت سے معزول کیا تھا۔ یزید کے عہد میں تمہارے عم حسین بن علی ابن زیاد کے مقابلہ کے لئے کوفہ میں آئے اور جو لوگ ان کے حامی تھے ان

ہی کے ہاتھوں سے قتل ہوئے۔ ان کے بعد تمہارے خاندان  
 کے کئی آدمی گئے بعد دیگرے اٹھے بنی امیہ نے ان کو قتل کیا۔ اور  
 سولی پر چڑھایا۔ یہاں تک کہ ہم مستعد ہوئے اور ہم نے تمہارا اور  
 اپنا سب کا انتقام ان سے لے لیا وہ ناز کے بعد جو تمہارے اذیتیں  
 بھیجا کرتے تھے اس کو بند کیا۔ تمہارے رتبے بڑھائے اب ان ہی امور  
 کو تم ہمارے سامنے بطور حجت کے پیش کرتے ہو۔

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے حضرت علی کی فضیلت کا اظہار کیا ہے  
 تو ان کو ہم عباس حمزہ اور جعفر رضی اللہ عنہم سے بھی بڑھ کر تسلیم  
 کرتے ہیں۔ وہ سب لوگ سالم اور محفوظ گذر گئے اور حضرت علی  
 ان جنگوں میں پڑے جن میں مسلمانوں کی خونریزی ہوئی۔

تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ نہ مانہ جاہلیت میں سفایتہ طاح اور  
 زمزمہ کے متولی حضرت عباس تھے نہ کہ ابوطالب۔ حضرت عمر کی عدالت  
 میں تمہارے باپ نے اس کا مقدمہ بھی پیش کیا لیکن فیصلہ ہمارے  
 حق میں ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت وفات پائی اس  
 وقت ان کے اعمام میں سے سوائے حضرت عباس کے اور کوئی  
 زندہ نہ تھا۔ اس لئے کل اولاد عبدالمطلب میں سے آنحضرت کے وارث ہی ہیں۔



پھر نبی ہاشم میں سے بہت سے لوگ خلافت حاصل کرنے کے لئے  
 آئے لیکن بنی عباس ہی نے اس کو حاصل کیا۔ لہذا قدیم استحقاق اور  
 جدید کامیابی حضرت عباس اور ان کی اولاد ہی کے حصہ میں آئی۔

بد کی لڑائی میں تمہارے چچا طالب اور عقیل کی وجہ سے  
 مجھ کو نا حضرت عباس کو بھی آنا پڑا اور نہ وہ دونوں بھوکے مر جاتے۔ یا عتبہ  
 اور شیبہ کے پیالے چاٹتے۔ ہمارے ہی باپ کی بدولت اس جنگ  
 غار سے بچے۔ نیز آغاز اسلام میں اس قحط کے زمانہ میں حضرت عباس  
 ہی نے ابو طالب کی مدد کی۔ تمہارے چچا عقیل کا خدیو بھی بد میں  
 انہوں نے ہی ادا کیا۔ الخرض جاہلیت اور اسلام دونوں میں ہمارے  
 احسانات تمہارے اوپر ہیں۔ ہمارے باپ نے تمہارے باپ پر حسنا  
 کئے اور ہم نے تمہارے اوپر اور جن رتبوں پر تم خود اپنے آپ کو نہیں  
 پہنچا سکتے تھے ان پر ہم نے تم کو پہنچایا اور جو انتقام تم خود نہیں  
 لے سکتے تھے وہ ہم نے لئے۔ والسلام۔

اس خط و کتابت کے بعد جس میں سوائے فخر و مباہات اور اظہار عیوب کے  
 اور کچھ نہ تھا جنگ کا سامان ہونے لگا۔ منصور کو یہ ڈر تھا کہ کہیں اہل خراسان کو  
 محمد کے خروج کی خبر نہ ملے ورنہ وہ بھی ان کی حمایت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے  
 کیونکہ ابو مسلم کے قتل کی وجہ سے بنی عباس سے وہ بیزار ہو گئے تھے۔ اس لئے

اس نے مشرق کے راستے بند کر دیئے۔ تاکہ ان کو کسی قسم کی اطلاع نہ پہنچ سکے۔  
محمد کے مقابلہ کے لئے عیسے بن موسیٰ ولیعہد کو منتخب کیا وہ ایک لشکر  
لے کر مدینہ پہنچا اور وہاں کے روسا کو لکھا کہ وہ اس فتنہ میں نہ پڑیں اور اپنے جان و  
مال کو خطرہ میں نہ ڈالیں۔ چنانچہ بہت سے اہل مدینہ نے محمد کا ساتھ چھوڑ دیا۔  
اور عیسے کے پاس چلے آئے ان میں چند افراد اہل بیت کے بھی تھے۔

محمد نے مدینہ کے گرد حفاظت کے لئے خندق کھودی تھی عیسے نے  
چاروں طرف سے محاصرہ کیا۔ محمد نے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر اطاعت نامہ  
لکھ کر بھیجا۔ لیکن عیسے نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ آخر وہ اپنے خاص حامیوں  
کو جن کی تعداد تین اور چار سو کے درمیان تھی ۱۲ رمضان ۱۲ھ کو لے کر  
میدان میں نکلے۔ اور لڑا کر مقبول ہوئے ان کا سر منصور کے پاس بھیجا گیا۔ عیسے  
مدینہ میں داخل ہوا اور اس نے بنی حسن کے اموال ضبط کئے اور اہل مدینہ کو  
امان عام دے کر ۱۹ ماہ رمضان کو مکہ کی طرف روانہ ہوا۔

امام محمد کے بھائی بصرہ میں تھے یہاں بہت سے لوگوں نے ان کی  
حمايت کی بیعت کی تھی۔ محمد کے خروج کے چند روز بعد انھوں نے  
اپنی امامت کا جھنڈا بلند کیا اور بصرہ سے ابواز تک قبضہ کر لیا۔ منصور نے  
عیسے کو جو مدینہ سے مہم سے فارغ ہو چکے تھے لکھا کہ عجلت کے ساتھ پہنچ کر اس  
مہم کو بھی سر کر دو۔

اسی دوران میں ابراہیم کو اپنے بھائی محمد کے قتل کی خبر ملی اس سے ان کی سمیت ٹوٹ گئی۔ ۲۵ رزدی قعدہ ۱۲۵ھ کو عیسے نے پہنچ کر ان کو قتل کیا۔ یہ دونوں بھائی آل علی میں شجاعت تقویٰ، علم اور عمل میں ممتاز تھے مگر تقی نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مدینہ میں امام مالک نے محمد کی بیعت کا فتویٰ دیا تھا۔ عباسیوں نے ان کو کوڑوں سے پٹوایا اور عراق میں ابو حنیفہ نے ابراہیم کی حمایت کی تھی اسی وجہ سے منصور نے ان کو بغداد میں لے جا کر قید کر دیا۔ اسی قید میں ۱۵۷ھ میں انہوں نے وفات پائی خراسانیوں کی طرف سے منصور کو خطرہ تھا کہ کہیں وہ آل علی پر اس کی سختیاں دیکھ کر مخالف نہ ہو جائیں اس لئے معذرت میں ان کے امراء کی ایک جماعت کے سامنے اس نے ایک تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے:-

اہل خراسان! تم ہمارے شیعہ! ہمارے مددگار، اور ہماری دولت کے بانی ہو۔ اگر تم ہم کو چھوڑ کر کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کرتے تو وہ ہم سے بہتر نہ ہوتا۔ اہل بیت جو ہمارے ہی بنی عم ہیں ان کو اور خلافت کو ایک مدت تک ہم نے چھوڑ رکھا اور کچھ نہیں بولے کہ دیکھیں یہ کیا کرتے ہیں۔

ان میں سب سے پہلے حضرت علی کے ہاتھ میں خلافت آئی۔ ان کا دامن مسلمانوں کے خون میں آلودہ ہوا اور ان کے عہد میں امت

میں تفرقہ پڑ گیا دونوں طرف سے پنج مقرر ہوئے جنہوں نے  
 بالاتفاق ان کو معزول کیا اور جب انہوں نے اس فیصلہ کو تسلیم  
 نہ کیا تو ان ہی کے خاص اعران و انصار میں سے جن پر ان کو اعتماد  
 تھا لوگ اکٹھے اور اچانک ان کو قتل کر ڈالا۔ ان کے بعد امام حسن  
 ان کے جانشین ہوئے انہوں نے کچھ نہ کیا۔ معاویہ نے ان کے  
 سامنے مال پیش کیا اور مخفی طور پر یہ کہلا بھیجا کہ اپنے بعد میں تم کو  
 اپنا بیعت بنا دوں گا۔ اس دھوکے میں انہوں نے خلافت معاویہ کے  
 سپرد کر دی۔ اور مدینہ میں آکر اپنا وقت عورتوں میں گزارنے لگے۔  
 روز ایک نکاح کرتے تھے اور روز ایک طلاق دیتے تھے یہاں  
 تک کہ انہیں مشاغل میں انہوں نے اپنے بستر پر وفات پائی پھر  
 ان کے بھائی حسین اکٹھے انکو کوفہ والوں نے جو اہل نفاق ہیں  
 بلایا اور قتل کرادیا۔ ان کے بعد انہیں کوفیوں نے زید بن علی  
 کے ہاتھ پر امامت کی بیعت کی۔ زید کو میرے چچا داؤد بن علی اور  
 امام محمد باقر نے روکنے کی بہت کوشش کی اور سمجھایا لیکن اہل کوفہ  
 نے ان کو اس قدر ابھارا کہ وہ باز نہیں رہے اور پھر جب وقت  
 آیا تو ان کا ساتھ چھوڑ بیٹھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قتل ہوئے اور ان کا  
 جسم سولی پر لٹکا دیا۔

بنی امیہ نے اس غناب میں بنی عباس پر بھی سختیاں شروع کیں۔  
 اور ہماری عزت اور عظمت کو انہوں نے مٹا دیا۔ ہم کو قیدیوں کی  
 طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجے لگے۔ کبھی طائف میں کبھی شام  
 میں کبھی شراۃ میں۔

اس مصیبت میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کو ہماری  
 حمایت کے لئے آمادہ کر دیا جس کی بدولت ہمارا حق اور مٹا ہوا عہد و  
 شرف ہم کو حاصل ہو گیا۔ اور خلافت اس کے اصلی وارثوں کے پاس  
 آگئی۔ اب ہماری خلافت کے قائم ہو جانے کے بعد یہ لوگ جن سے  
 پہلے کچھ نہ ہو سکا تھا از روئے حسد اور عداوت کے بغاوتیں کرتے  
 ہیں ہم جس قدر ان کے ساتھ احسان کرتے ہیں اسی قدر یہ سرکشی  
 پر آمادہ ہوتے ہیں اور نقص بیعت اور شورش کر کے خود اپنے خون  
 اور مال کو ہمارے لئے حلال کرتے ہیں۔

ملکی انتظام جس طریق پر بنی امیہ کے عہد میں تھا اسی طریق  
 پر بنی عباس کے زمانہ میں بھی رہا۔ ہر ولایت میں خلیفہ کی  
 طرف سے ایک والی مقرر ہوتا تھا جس کے چار ذرائع تھے۔ جہاد کفار۔  
 اقامتہ صلوٰۃ۔ تحصیل خراج۔ حفظ امن۔ ان امور میں سے والی جس کے  
 لئے چاہتا تھا اپنی طرف سے نائب مقرر کر دیتا تھا۔ قاضی کو خود خلیفہ مقرر

لظہم دلائیات

کرتا تھا۔ اور جن صوبوں میں جنگ کا زیادہ خطرہ رہتا تھا وہاں امیر الہدیش  
بھی براہ راست دربار خلافت سے بھیجا جاتا تھا۔

ولایات بھی محدود اور متعین نہ تھیں۔ کبھی دو ولایتیں ایک ہی والی کے  
سپرد کر دی جاتی تھیں اور کبھی ایک ہی ولایت کے دو حصے کر کے ان میں دو  
والی مقرر کر دیئے جاتے تھے۔

منصور کے زمانہ میں زیادہ تر اسی کے اہل خاندان اور موالی صوبوں  
کی حکومتوں پر رہے۔ خلفائے عباسیہ بالعموم اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے۔  
کہ کوئی والی کسی ولایت میں زیادہ عرصہ تک رہے کیونکہ ان کو یہ اندیشہ لگا رہتا  
تھا کہ کہیں یہ اپنے استقلال کا دعویٰ نہ کر بیٹھے۔

عہد نبی امیہ میں وزیر کا عہدہ نہیں تھا۔ ارکان سلطنت  
**وزارت** امیر اور مشیر کہے جاتے تھے۔ عباسیوں کے زمانہ میں سب سے  
پہلے ابو سلمہ خلال اس لقب سے مشہور ہوا۔ سفاح نے جب اسکو قتل کر دیا۔  
تو خالد بن برمک کو اس عہدہ پر مقرر کیا۔ یہ بنی عباس کا داعی تھا۔ اور ان کی  
خلافت قائم کرنے میں اس نے خراسان میں بڑی خدمت انجام دی تھی۔ چونکہ  
یہ نہایت دانشمند فیاض اور ہر دو لغزیز امیر تھا۔ اس لئے سفاح نے اس کو  
وزارت کے لئے منتخب کیا۔ لیکن ابو سلمہ کے اوپر جو واقعہ گذرا تھا اس ڈر سے  
یہ اپنے آپ کو وزیر نہیں کہتا تھا۔

منصور کی طبیعت میں استبداد تھا اور وہ اختیارات کو کسی شخص کے ہاتھ میں دینا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس وجہ سے اس کے زمانہ میں وزراء کی کوئی شان یا اہمیت نہیں تھی۔ چنانچہ خالد اس عہدہ کو چھوڑ کر ایک صوبہ کی ولایت پر چلا گیا۔

خالد کی جگہ پر ابو ایوب موریانی وزیر ہوا۔ یہ ابو ہاز کے

ایک گاؤں موریان کا باشندہ اور عہد نبی امیہ

**ابو ایوب**

میں سلیمان بن حبیب بن مہلب بن ابی صفرہ کا کاتب تھا۔ منصور اس زمانہ میں سلیمان کی ماتحتی میں کسی ضلع کا عامل ہوا۔ سلیمان نے اس کے اوپر عین کا الزام قائم کر کے کوڑوں سے پٹوایا۔ اور چاہتا تھا کہ قتل کر دے ابو ایوب نے اس کو بچا لیا اس احسان کے بدلہ میں جب خلیفہ ہوا تو اس کو اپنا وزیر بنایا۔ لیکن ابو ایوب چونکہ اس کی خصلت سے واقف تھا اس لئے اس کے سامنے نہیں جانا تھا۔ اور ہر وقت اس سے خوف زدہ رہتا تھا۔ آخر کار اس کا یہ خون صحیح نکلا۔ ۱۵۳ھ میں منصور نے اس پر عتاب نازل کیا۔ اس کو اور اس کے اہل خاندان کو سخت سزا میں دیکر قید کر دیا۔ اور ان کے اموال ضبط کر لئے

منصور نے ابو ایوب کو قید کر کے ربیع

ربیع بن یوشیہ **ربیع بن یوشیہ** کو وزارت کا منصب دیا۔ یہ حضرت عثمان

بن عفان کے غلام کیسان کی اولاد میں سے تھا نہایت بیدار مغز ہوشمند

فیصح و بلیغ: فیاض و عقیل اور حساب و کتاب میں ماہر منصور نے جس وقت  
مکہ میں وفات پائی یہ ساتھ تھا اور اسی نے اس کے بیٹے مہدی کے لئے بیعت  
لی۔ ہادی کے زمانہ تک برابر اپنے منصب پر قائم رہا۔ ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔  
یہ اگرچہ قرآن و ارض و زارت کے انجام دینا تھا لیکن اس کا لقب حاجب تھا۔

حجابت اس عہد کا ایک ممتاز منصب تھا۔ بلا اجازت حاجب کے

## حاجب

کوئی شخص خلیفہ کے سامنے نہیں جاسکتا۔ خوارزمی نے حضرت

علی اور امیر معاویہ وغیرہ پر جس وقت حملے کئے اس وقت سے خلفائے

اس عہدہ کو قائم کیا تاکہ کوئی اچانک پھچکا ان کو قتل نہ کر سکے۔ بڑے بڑے

امور سلطنت میں حاجب کا مشورہ ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اور خلافت عباسیہ

میں یہ عہدہ نہایت جلیل القدر تھا۔

حاجب کے بعد کاتب یعنی میر منشی کا رتبہ تھا۔ یہ خلیفہ

## کتابت

کے دربار سے حکام و لایات کے نام خطوط اور فرامین

لکھ کر بھیجتا تھا۔ کبھی کبھی وزارت اور کتابت و دولوں کا کام ایک ہی شخص کے

پرد ہوتے تھے۔

ہر بڑے شہر میں فیصلہ مقدمات کے لئے ایک قاضی مقرر ہوتا تھا۔

## قضاء

منصور کے زمانہ تک قاضی القضاة کا عہدہ نہیں لکالا گیا تھا۔

اس عہد کے مشہور ترین قاضی محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ تھے۔ جو اصحاب



راتے میں سے تھے۔ یہ تیس سال تک کو ذمہ میں قاضی رہے۔ ۱۲۵ھ میں وفات پائی۔  
صاحب شرط۔ اس عہدہ پر تو انا۔ عاقل اور پیدار مغز۔ امرار مقرر کئے  
جاتے تھے جو امن قائم رکھیں اور چوری زہرنی اور دیگر جرائم کا انسداد کریں۔  
ہر صوبہ اور ہر شہر میں حکومت کا نظام تقریباً یہی تھا۔

ہر سلطنت ان ہی لوگوں سے اپنی فوج کو مرتب کرتی تھی جن  
فوج پر اعتماد ہوتا ہے بنی امیہ کے عہد تک فوج میں تمام تر عرب تھے  
 اور اس کی قیادت اور امارت بھی ان ہی کے ہاتھوں میں تھی۔ بنی عباس نے  
 چونکہ اپنی خلافت خراسانیوں کی مدد سے قائم کی اس لئے ان کے زمانہ  
 میں ایک بڑی تعداد اہل مشرق کی فوج میں شامل ہو گئی۔

ابو مسلم خراسانی افواج کا امیر تھا اور عبداللہ بن علی عربی افواج کا  
 جب خراسانیوں نے عبداللہ بن علی کو قصبہ میں شکست دی اور عربی  
 افواج کو مغلوب کر لیا۔ تو ان کے اوپر وہ بھی اعتماد بڑھ گیا لیکن منصور اس بات  
 کو بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ کہ خراسانیوں کی قوت بڑھ جائے اس لئے اس نے  
 ابو مسلم کو قتل کرادیا۔ اور اپنے خاندان اور موالی میں سے بہت سے لوگوں  
 کو فوج کی امارت دی۔ چنانچہ محمد اور ابراہیم کے مقابلہ میں خود ولی عہد  
 سلطنت چنے کو بھیجا۔

منصور کے سپہ سالاروں میں سے معن بن زائدہ ہے معن بن زائدہ

عہد بنی امیہ میں یہ ابن ہبیرہ امیر عراقین کی ماتحتی میں تھا۔ واسط کے محاصرہ کے زمانہ میں اس کا ساتھ دیا۔ اور بہادری کے ساتھ مدافعت کی اس کے قتل کے بعد منصور کے خوف سے ردپوش ہو کر جا بجا پھرنے لگا۔ اتفاق یہ ہوا کہ خراسان کی ایک جماعت جس میں تقریباً چھ سو آدمی تھے منصور سے ابو مسلم کا قصاص لینے کے لئے مستعد ہوئی۔ یہ لوگ کاشان کے متصل مقام بلیدہ میں جمع ہوئے اور وہاں سے روانہ ہو کر ابلہ میں پہنچے۔ جب شہر میں داخل ہو گئے تو منصور کو اطلاع ملی وہ مقابلہ کے لئے نکلا۔ معن اس وقت شاہی قصر کے سامنے موجود تھا۔ اس نے خلیفہ کی رکاب پکڑ لی اور کہا کہ آپ واپس جائیے۔ ہم مقابلہ کے لئے کافی ہیں۔ منصور نے واپسی سے انکار کیا اسی درمیان میں خراسانی وہاں پہنچ گئے۔ اور اس کے اوپر ٹوٹ پڑے۔ معن نے تھوڑے سے آدمیوں کی مدد سے ان کو مار بھگا یا۔ اور اپنی سپہ گری کا جوہر دکھلا دیا۔ منصور اس کی بہادری سے حیران رہ گیا۔ اس کو شیر مرد کا خطاب دیا اور جب نام اور حال سے آگاہ ہوا تو امان عطا کی۔ اور دس ہزار درہم صلہ دے کر یمن کی امارت پر بھیج دیا۔ وہاں اس نے بغاوتوں کو مٹا کر امن و امان قائم کیا۔ اور نہایت لیاقت کے ساتھ اپنے واصل انجام دیئے جب سیستان میں شورش برپا ہوئی تو منصور نے اس کو وہاں کا والی بنا کر بھیجا۔ اس نے اس صوبہ کو بھی ٹھیک کیا۔ ۱۵۱ھ میں وہیں خارجیوں نے اس کو بے خبری میں قتل کر ڈالا۔ معن علم اور دانائی میں ممتاز۔ سخاوت میں حاکم۔

اور شجاعت میں رستم تھا۔

یہی منصور کے اہل راجہ میں سے تھا طبرستان کے

**عمرو بن العلاء**

اطراف میں جو بغاوتیں ہوئیں ان کو اس نے فرو کیا۔ اسہ سپد  
کے قلعہ کو لیا اور مصمغان کے بادشاہ کو شکست دیکر اس کے ملک پر قبضہ کیا۔

سفاح نے انہار کو دار الخلافہ بنا لیا تھا۔ اور اس کے متصل ہاشمیہ

**دار الخلافہ**

میں ایک قصر تعمیر کرایا تھا۔ منصور جب خلیفہ ہوا تو ہاشمیہ میں گیا

پھر اس نے چاہا کہ ایک نیا دار الخلافہ بنائے اس کے لئے بغداد کا موقع منتخب

کیا۔ کیونکہ یہ دجلہ کے ساحل پر تھا۔ جہاں چین اور ہند سے ہر قسم کی چیزیں تجارتی

نیز جزیرہ و آرمینیا کی پیداوار کشتیوں کے ذریعہ آ سکتی تھیں۔ دوسری طرف

دریائے فرات تھا۔ جس سے شام اور رقبہ کے کھل اور میوے پہنچ سکتے تھے۔

اس کے اس کی داغ بیل دجلہ اور فرات کے مابین نہر صرہ کے کنارے پر

ڈالی۔ اور اس کو اپنے مرتب کئے ہوئے نقشہ کے مطابق آباد کیا شہر کی بنیاد مذکور

رکھی اور دو فصیلیں بنائیں ایک اندر جو قصر اور کارخانہ جات خلافت کے احاطہ

کے لئے تھی دوسری شہر کے باہر پھر ایک دجلہ سے اور دوسری فرات کی شاخ

کریا سے نکال کر شہر میں پہنچائی۔ جن کے ذریعہ سے ہر جگہ پانی پہنچنے لگا۔

وسط شہر میں جامع مسجد تھی اور اسی سے ملحق قصر خلافت تھا اس کے صدر

میں ایک ایوان تیس گز لمبا اور تیس گز چوڑا بنایا گیا۔ جس کا گنبد سبز تھا اس

لئے اس کا نام قبۃ خضر اور رکھا گیا سطح زمین سے اس کی بلندی اسی گز تھی۔  
اس کے اوپر ایک سواری کی صورت بنائی گئی جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔

محلہ کرخ میں چار نہریں پہنچائی گئیں۔ ہندو جاج۔ قلابین۔ طابین بڑا۔  
منصور نے اپنے لئے ایک قصر دریا کے کنارے بھی بنوایا اور اس کا نام  
خلد رکھا۔ ۱۵۱۰ء میں ولیم مہدی کے لئے رصافہ آباد کرایا۔ اور اس میں  
قصور اور محلات تعمیر کرائے نہریں نکلوائیں۔ باغات اور میدان کی زمینیں  
چھوڑ کر اس کے ارد گرد بھی فصیل بنوائی اور خندق کھدوائی۔

بغداد کی تعمیر میں منصور نے تقریباً دو کروڑ دنیا صرف کئے اور جب عمارتیں  
تیار ہو گئیں تو جا بجا سے اہل علم و فن اور اہل صنعت و حرفت کو بلا کر وہاں جمع  
کیا کثرت کے ساتھ لوگ آکر آباد ہوئے۔ تجارت کی بھی گرم بازاری ہوئی اور  
اس عہد میں یہ دنیا کا بے نظیر شہر ہو گیا۔

منصور کے عہد میں عبدالرحمن بن معاویہ جو

### احوال خارجیہ

بقایائے بنی امیہ میں سے تھا بھاگ کر اندلس

چلا گیا۔ اور وہاں اس نے اپنی مستقل حکومت قائم کر لی۔ منصور یا اگرچہ اس کا دشمن  
تھا لیکن اس کی اولاد العزیمی۔ عالی ہمتی اور بہادری کی ہمیشہ تعریف کرتا تھا کہ اتنے  
دور دست ملک میں اکیلے جا کر اس نے کس طرح سلطنت کی بنیاد  
ڈالی۔

روم میں منصور کا معاصر قسطنطنیہ میں خاص تھا اس کے ساتھ شمال  
میں برابر جنگ جاری تھی۔ ۱۲۵ھ میں قسطنطنیہ نے اسلامی چھاؤنی ملطیہ  
کو لوٹ لیا اور ویران کر ڈالا۔ منصور نے اپنے چچا صالح بن علی اور اپنے بھائی  
عباس بن محمد کو فوجوں کے ساتھ مقابلہ کے لئے بھیجا۔ ان لوگوں نے پہنچ کر  
رومیوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ اور ملطیہ کی از سر نو تعمیر کی۔

ام عیسیٰ اور لہانہ نے جو صالح کی بہنیں تھیں یہ منت مان رکھی  
تھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ بنی امیہ کی خلافت کو مٹا دے گا تو ہم راہ حق میں جہاد  
کریں گے۔ چنانچہ اس لڑائی میں انھوں نے اپنی تدریں پوری کیں اور دونوں  
شریک ہوئیں۔

رومیوں نے صلح کی اور مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دیا۔

۱۲۰ھ میں پھر انھوں نے سر اٹھایا۔ منصور نے حسن بن فخطیبہ اور  
عبد الوہاب بن ہارثیم کو صالحہ فزح کے ساتھ بھیجا۔ رومی اسلامی فزح کا  
حال سن کر پلٹ گئے۔ ان کی کیفیت یہ تھی کہ جب موقع پاتے تھے اسلامی  
سرحد میں گھس کر لوٹا کرتے تھے اور پھر بھاگ جاتے تھے۔ ۱۵۵ھ میں  
انھوں نے مصالحت کا عہد کیا۔

مشرقی سرحدوں پر بھی شورشیں برپا تھیں لیکن منصور نے بیدار متزنی  
کے ساتھ فوجوں کا انتظام کیا۔ جس کی وجہ سے ہر جگہ امن قائم ہو گیا۔

شجاعت - عالی ہمتی - پیدار مغزی - علم اور مدبری

## صفات منصور

کے لحاظ سے منصور خلفاء عباسیہ میں سب سے

فائق تر تھا۔ اس خلافت کا بانی اور اس کا رعب و اقتدار قائم کرنے والا وہی تھا۔ کام سے وہ کبھی تھکتا نہ تھا۔ صبح سے عصر تک انتظام فوج - تدبیر مہمات اور رعایا کے معاملات کے افرام میں مصروف رہتا۔ عصر کی نماز کے بعد اپنے خانگی امور اور اہل و عیال کو دیکھتا پھر شام کو لوگوں کے ساتھ بیٹھتا۔ عشا کی نماز کے بعد اطراف ممالک سے جو خطوط اور اطلاعات موصول ہوتی تھیں ان کو پڑھتا پھر سو جاتا۔ رات کے آخری حصہ میں لشکر اطمینان کے ساتھ ہتجد کی نماز پڑھتا۔ جب صبح صادق طلوع ہوتی تو مسجد میں جا کر فجر کی نماز پڑھتا۔ اس سے فارغ ہو کر ایوان خلافت میں آکر بیٹھ جاتا۔ اور کام شروع کر دیتا۔ جس وقت تک وہ دربار میں رہتا تھا لوگ اس کے رعب سے لرزتے تھے۔ لیکن جب وہ گہری مجلس میں بیٹھتا تھا تو خشتِ داں اور بنائش رہتا تھا۔

ایک بار دربار میں اس نے کہا کہ سلطنت کے لئے چار قسم کے آدمیوں کی سخت ضرورت ہے اور وہی دراصل حکومت کے ارکان ہیں لوگوں نے تفصیل دریافت کی۔ کہا کہ ایک قاضی جو بلا رور عایت اور بلا خوف ملامت محض حق کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کرے۔ دوسرا صاحب شرط جو کمزور پر قوی کا ہاتھ نہ بڑھے

دے۔ تیسرا صاحب خراج جو رعایا سے نرمی اور ایمان داری کے ساتھ تحصیل کرے اور ان کو دلچسپی نہ دے۔ اور چوتھا ہائے چوتھا تھا۔ یہ کہہ کر اپنی انگلی دانتوں سے کاٹنے لگا۔ لوگوں نے پوچھا تو کہا کہ دیانت دار پرچہ نویس جوان سب کی خبریں صحیح صحیح بے کم و کاست خلیفہ کو لکھتا رہے۔

منصور کو یہ معلوم تھا کہ جاسوسی کا صیغہ چھوڑ دینے کی بدولت بنی امیہ تباہ ہوتے۔ اس لئے اس نے اس کی طرف بہت توجہ کی۔ اس کی خواہش تھی کہ اپنے خاندان کو اس کام کے لئے متعین کرے لیکن اس میں ان کی ذلت سمجھ کر اپنے غلاموں کو مقرر کیا۔ ہر مقام سے روزانہ قاضیوں کے فیصلے۔ عمال کی کارروائیاں اور بازاروں کے اجناس کے نرخ وغیرہ ہر قسم کی خبروں کے پرچے اس کے پاس پہنچتے تھے اس کی وجہ سے وہ جزئیات سے باخبر رہتا تھا۔ اور جہاں کہیں کوئی خرابی دیکھتا تھا فوراً اس کا تدارک کر دیتا تھا۔

ایک بار ایک عرب کو حضرت موت کا دالی بنا کر بھیجا اس کی نسبت خبریں پہنچیں کہ وہ زیادہ تر اپنے اوقات شکار میں گزارتا ہے منصور نے اس کو معزول کر دیا اور لکھا کہ میں نے حکم کو رعایا کے انتظام کے لئے بھیجا ہے نہ کہ وحشی جانوروں کے شکار کے لئے

منصور کی سب سے بڑی صفت یہ تھی کہ وہ شہانہ انداز مصائب میں مستقل اور ثابت القلوب رہتا تھا۔ جس وقت وہ خلیفہ ہوا تھا اس کے

ارد گرد ہر طرف خطرات تھے لیکن اس نے اپنی اولوالعزمی اور ثبات قلب کی وجہ سے ان سب پر غلبہ حاصل کر لیا۔

منصور کفایت شعاری میں مشہور تھا۔ سلطنت کی آمدنی اوسا خراجا پر نہایت غائر نظر رکھتا تھا۔ شاعروں کو بھی کبھی کبھی بڑا صلہ نہیں دیا خود اپنے اور اپنی اولاد کے اخراجات میں بھی تخفیف مد نظر رکھتا تھا۔ پرانے کپڑوں میں پیوند لگوا کر پہنتا تھا۔ عمال کی تنخواہ اس نے صرف تین سو درہم رکھی تھی۔ یہی ملہون کے عہد تک قائم رہی۔ فضل بن سہل نے اپنی وزارت میں اس کو بڑھا دیا۔

یہ منصور کی کفایت شعاری ہی کا نتیجہ تھا کہ جب اس نے وفات پائی تو خزانے اس قدر معمور تھے کہ مہدی ان کو اپنی زندگی بھر بے دریغ خرچ کرنا رہا اور کبھی اس کو یہ خیال بھی نہیں آیا کہ یہ ختم ہو جائیں گے۔

منصور علم قرآن و حدیث میں بلند پایہ رکھتا تھا اور اس کی تفسیر نہایت فصیح اور دلکش ہوتی تھی۔

سیاسی قابلیت کے لحاظ سے بنی امیہ میں جو رتبہ عبدالملک بن مروان کا تھا۔ وہی بنی عباس میں اس کا تھا۔ لیکن اس میں بد عہدی زیادہ تھی۔ جو کسی طرح خلفاء اور سلاطین کے لئے زیبا نہیں ہے ابن ہبیرہ کو عہد نامہ لکھ دینے کے بعد اس نے قتل کر دیا۔ اپنے چچا عبداللہ کو امان دے کر پھر قید کیا اسی طرح ابو مسلم کو عزت سے بلایا اور دولت سے قتل کر لیا۔



اردوئے بنت منصور حمیری کے ساتھ یہ عہد لکھ کر شادی کی کہ اس کی موجودگی میں کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کرے گا لیکن تھوڑے ہی دن کے بعد اس کی خلات دزری کرنی چاہی اور جا بجا سے فقہاء سے اس معاملہ میں فتویٰ طلب کرنے لگا۔ تاکہ اس کی بدنامی اچھٹس حاملان شرع کے اوپر رہے۔ لیکن اردوئی بھی ہوشمند عورت تھی۔ وہ جب سنتی کہ فلاں فقیہ سے خلیفہ نے اس معاملہ میں استغنا کیا ہے تو اپنے غلاموں کے ہاتھ اس کے پاس اثر فیوں کے توڑے بھیج دیتی اور اصل حقیقت سے آگاہ کر کے اس کے قلم کو روک دیتی۔

۱۵۸ھ میں منصور حج کو جا رہا تھا راہ میں بیمار ہوا اور مکہ کے

### وفات

متصل برسوں میں پہنچ کر، زوی حج ۱۵۸ھ مطابق ۸ اکتوبر

۱۵۸ھ کو انتقال کر گیا۔ ربیع حاجب نے اہل بیعت خلافت اور امرار فوج کو جو ساتھ تھے جمع کیا اور مہدی بن منصور کے لئے بیعت لی۔

پھر عباس بن محمد بن علی اور محمد بن سلیمان بن علی کو مکہ میں بھیجا اور

انہوں نے وہاں خلیفہ کی وفات کا اعلان کیا۔ اور مقام ابراہیم اور کن

کے درمیان کھڑے ہو کر اہل حرم سے بیعت لی۔ منصور کی مدت خلافت

۶ دن کم ۲۲ سال رہی۔

اولاد منصور نے آٹھ بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی۔

محمد مہدی اور جعفر اکبر یہ دونوں بنت منصور حمیری کے شکم سے تھے۔  
 سلیمان۔ عیسے اور یعقوب ان کی ماں فاطمہ تھی جو حضرت طلحہ کی  
 اولاد میں سے تھی۔

جعفر اصغر۔ یہ ایک کردی کینز کے شکم سے نکلا۔  
 سالم۔ ان کی ماں ایک رومی ام ولد تھی۔

عالیہ۔ اس کی والدہ بنی امیہ میں سے تھی یہ اسحق بن سلیمان بن  
 علی کے ساتھ بیاہی گئی۔

---

## (۳) مہدی

محمد مہدی بن ابو جعفر منصور۔ اس کی والدہ اردو اے حمیری تھی ولادت

۱۲۶ھ میں ہوئی۔

۱۵ سال کے سن میں ۱۲۱ھ میں منصور نے اس کو امیر الحجیس بنا کر خراسان میں بھیجا۔ وہاں کے عامل عبد الجبار بن عبد الرحمن نے بغاوت کی تھی اس نے اس مہم کو سر کیا۔ اس کے بعد طبرستان میں جہاد کیا ۱۲۲ھ میں واپس آیا منصور نے اس کی شادی ریطہ بنت سفاح کے ساتھ کی۔ اور عیسیٰ بن موسیٰ ولیعہد کو موخر کر کے ۱۲۶ھ میں اس کی ولیعہدی کا فرمان لکھا اور رے کا والی بنا کر بھیج دیا۔ وہاں چار برس رہ کر ۱۵۱ھ میں واپس آیا۔ منصور نے بغداد کے مشرقی حصہ میں رصافہ اسی کے لئے تعمیر کرایا۔ ۱۵۳ھ میں اس کو امیر اربع مقرر کیا۔ منصور کی وفات کے دن، زوی الحجہ ۱۵۸ھ میں اس کی خلافت کی بیعت ہوئی۔

مہدی کے زمانہ میں خلافت عباسیہ کی بنیادیں مضبوط

احوال خلیفہ

ہو چکی تھیں جس قدر مخالف یا حریف تھے ان سب کا

اسیٰصال ہو چکا تھا۔ آل علی کی طاقت مٹ چکی تھی۔ اور ان میں سے جو بڑے بڑے لوگ تھے وہ بغداد میں زیرِ حراست تھے۔ بقیہ مدینہ میں تھے جن پر وہاں کے امیر کی نگرانی تھی اور وہ روزانہ ان کی حاضری لیتا تھا ان وجوہات سے مہدی نے ان سختیوں کا جاری رکھنا مناسب نہ سمجھا جو منصور کے زمانہ میں تھیں۔ چنانچہ اس نے تمام سیاسی قیدیوں کو جو بیشتر بدگمانی پر پکڑے گئے تھے چھوڑ دیا۔

اس کا عہد خوشحالی اور فارغ البالی کا تھا کسی قسم کی شورش نہیں تھی اس وجہ سے اس نے اپنی توجہ زیادہ تر اصلاحات کی طرف مبذول کی۔ منصور کے بعد اس کا عہد بہت سی باتوں میں عبد الملک کے بعد ولید کے عہد سے مشابہ ہے اس نے مکہ کے راستوں میں جا بجا قافلوں کے ٹھہرنے کے لئے سرابیں بنوائیں۔ قادسیہ سے زبالہ تک سفوح کے زمانہ میں جو راستہ بنوایا گیا تھا وہ خراب ہو گیا تھا۔ اس کو درست کرایا۔ اور اس میں جو سرابیں تھیں ان کی مرمت کرائی۔ ہر منزل پر کنوئیں کھدوا کر ان کے متصل جو من بنوادیئے اور یہ حکم دیا کہ یہ ہمیشہ بھرے رکھے جائیں تاکہ گزرنے والے قافلوں کے جانوروں کو پانی آسانی سے مل سکے۔ یہ عام قاعدہ مقرر کر دیا کہ ہر عوامی کو بیت المال سے وظیفہ دیا جائے۔ تاکہ روزی کی تلاش میں جا بجا راستوں میں ان کو نہ گھومنا پڑے اور یہ منہدی مرض پھیلنے نہ پائے۔ نیز قیدیوں کے عیال کو بھی جن کے

گذر کی کوئی صورت نہ ہو روزیہ دیا جایا کرے۔ مکہ۔ مدینہ۔ یمن اور عراق میں  
برید کا سلسلہ جاری کیا۔ اور مسجد حرام کو ارد گرد کے مکانات خرید کر بڑھایا۔  
اس کو اپنی ناموری کا اس قدر شوق تھا کہ مسجد نبوی پر سے ولید بن  
عبد الملک کے نام کو مٹا کر اپنا نام لکھوا دیا۔ تاریخ میں اس قسم کے اور بھی  
بعض بعض ملوک اور اعرار ملتے ہیں جو آثار سلف پر سے ان کے ناموں کو مٹا کر  
اپنے نام کندہ کر دیتے تھے تاکہ وہ ان کی یادگار سمجھے جائیں لیکن یہ ایک قسم کا  
احفانہ فعل ہے۔ جو کسی بازاری آدمی کے لئے زیبا نہیں ہے چہ جائیکہ سلاطین کو۔

مہدی کے زمانہ میں مرو کے کسی گاؤں میں ایک شخص

### فتنہ زنادقہ

مقنع خراسانی نمودار ہوا۔ جو تناسخ اروح کا قابل

تھا اس نے ہزاروں مسلمانوں کو اس عقیدہ کی تلقین کر کے گمراہ کر ڈالا۔ پھر  
مادر اللہ میں جا کر اس کی اشاعت کرنے لگا۔ مہدی دین کے معاملہ میں  
بہت سخت تھا اس نے معاذ بن مسلم کو ایک فوج دے کر اس کی سرکوبی  
کے لئے بھیجا۔ مقنع نے کش کے قلعہ میں پناہ لی آخر میں جب پھنے کی کوئی  
صورت نہ دیکھی تو زہر گھول کر پہلے اپنے اہل و عیال پھر ساتھیوں کو پلایا پھر  
اس کے بعد آپ بھی پی کر خودکشی کر لی۔

مہدی کو جب کسی زندیق کی اطلاع ملتی تھی تو وہ اس کو قتل کی سزا

دیتا تھا اس وجہ سے اس کے عہد میں بعض لوگوں کو اپنے دشمنوں کو ہلاک

کرانے کے لئے یہ ایک ذریعہ عمل کیا تھا۔

مہدی اس قدر مستبد نہیں تھا۔ جس قدر کہ اس کا باپ منصور  
**وزارت** تھا نیز اس کا زمانہ بھی امن و سکون کا تھا اس وجہ سے اس کے  
 عہد میں وزارت کے اختیارات زیادہ بڑھ گئے۔ اور اس کی ایک عظمت اور شان قائم ہو گئی۔

مہدی کا نسب سے پہلا وزیر ابو عبد اللہ معاویہ بن  
**ابو عبد اللہ** سیار ہوا۔ جو اشعرلوں کے موالی میں سے تھا۔ یہ

شخص علوم ادیبہ میں ماہر اور اپنے زمانہ کا بے نظیر النشا پر داز تھا۔ پہلے منصور نے  
 اس کو اپنی وزارت کے واسطے منتخب کیا تھا۔ لیکن اس وقت چونکہ مہدی کے  
 لئے بھی ایک لائق کار پر داز کی ضرورت تھی اس لئے اس کو اسی کا میر منشی کر دیا مہدی  
 اس سے بہت خوش تھا۔ جب خلیفہ ہوا تو اسی کو وزیر اعظم مقرر کیا۔

ابو عبد اللہ نے سلطنت کے تمام دفتروں کی تنظیم کی۔ اور ان کو از سر نو  
 ترتیب دیا۔ خراج میں یہ ترمیم کی کہ نقد لگان کی جگہ پر پیداوار کے ایک حصہ کی  
 تفصیل کا دستور مقرر کیا۔ اصول خراج پر ایک کتاب بھی لکھی جو اس مضمون پر  
 اسلام میں سب سے پہلی تصنیف ہے اس میں اس کے قواعد اور اس کے متعلق  
 احکام شرعیہ اور خلفاء سابقین کے طرز عمل کو تفصیل کے ساتھ لکھا۔

ربیع حاجب اس کا قیدی دوست اور حامی تھا۔ چنانچہ منصور کے  
 دربار میں جب اس کی کوئی شکایت پہنچتی تھی تو وہ اس کا ازالہ کر کے اس کے

دل کو اس کی طرف سے صاف رکھتا تھا۔ جب منصور وفات پا گیا اور ربیع  
 نے مہدی کی خلافت کی بیعت لی اور وہاں سے بغداد واپس آیا تو مہدی کے  
 یہاں بھی حاضری دینے سے پہلے وہ ابو عبد اللہ سے ملنے کے لئے گیا ابو  
 نے اس سے سرد مہری کا برتاؤ کیا۔ پہلے ایک عرصہ تک اس کو منتظر رکھا پھر عشاء  
 کے بعد اندر بلا یا اور جب وہ داخل ہوا تو نہ اس کی تعظیم کے لئے اٹھانہ اپنی جگہ  
 سے ہلا۔ بلکہ فرش پر تکیہ لگائے بیٹھا رہا۔ ربیع اس کے سامنے بیٹھ گیا۔  
 ابو عبد اللہ نے مزاج اور سفر کی کیفیت کے متعلق اس سے رسمی گفتگو شروع  
 کی اور مہدی کی بیعت لینے کے بارے میں جو اس کا سب سے بڑا کارنامہ تھا  
 ایک لفظ بھی نہیں کہا اور جب ربیع نے خود اس کا تذکرہ شروع کیا تو کہا کہ ہاں  
 مجھے یہ حالات معلوم ہو چکے ہیں وہ کبیدہ خاطر ہو کر وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور  
 اپنے بیٹے فضل سے کہا کہ میں ابو عبد اللہ کو اس کے تکرار مزہ ضرور چکھاؤں گا۔  
 چاہے اس کے پیچھے میرا جاہ و منصب اور مال و منال سب کچھ خاک میں  
 مل جائے۔

ابو عبد اللہ۔ فاضل۔ مخلص اور بے لوث وزیر تھا۔ اس لئے ربیع  
 کو باوجود اپنی چالاکی کے بھی اس کی گرفت کا موقع نہیں ملتا تھا۔ لیکن اس کا  
 بیٹا محمد محدود کی صحبت میں رہتا تھا اور لوگ اس کو زندقہ سمجھتے تھے ربیع  
 جانتا تھا کہ مہدی زندقوں کا دشمن ہے چنانچہ اس نے مہدی کو اس کے

خلاف بھڑکایا۔ اس نے محمد کو دربار میں بلایا اور کہا کہ قرآن سناؤ اس نے سنا فاطمہؑ  
 مہدی ابو عبد اللہ کی طرف مخاطب ہوا۔ اور کہا کہ تم نے تو مجھ سے کہا تھا کہ  
 محمد قرآن کا حافظ ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ لیکن ادھر دو سال سے  
 یہ میرے ساتھ نہیں رہتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس درمیان میں اس نے اس کی  
 مزا دلت چھوڑ دی ہے۔ مہدی نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ تم خود اٹھ کر اس  
 زندقہ کو قتل کرو۔ ابو عبد اللہ مجبوراً اٹھا لیکن اٹھ کر گر پڑا۔ عباس بن محمد  
 نے مہدی سے کہا کہ اس بڑے کو معاف فرمائیے۔ مہدی نے اس کی سفارش  
 منظور کی اور جلاد سے اس کو قتل کرادیا اب اس کے دل میں ابو عبد اللہ  
 کی طرف سے بھی بدگمانی پیدا ہو گئی۔ کیونکہ اس کے بیٹے کو قتل کر دینے کے  
 بعد اس سے خلوص اور وفاداری کی امید نہیں ہو سکتی تھی۔

ربیع نے اپنے ذاتی بغض کی وجہ سے اس طرح پر خلیفہ اور اس کے  
 وزیر کے مابین وحشت اور نفرت ڈال دی۔ اس کے بعد ابو عبد اللہ کی شکایتیں  
 حسب موقع کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۶۱ھ میں مہدی نے ابو عبد اللہ  
 کو معزول کر دیا۔

ابو عبد اللہ کے بعد مہدی نے یعقوب بن داؤد کو جو بنی سلیم  
**یعقوب** کے موالی میں سے تھا۔ وزارت کا قلمدان بخشا۔ داؤد خراسان  
 میں عہدہ بنی امیہ میں امیر نصر بن سیار کا کاتب تھا۔ اس کے دو بیٹے



یعقوب اور علی علم و ادب میں یکتائے روزگار تھے۔ بنی عباس کے زمانہ میں جب انھوں نے دیکھا کہ ہماری کوئی توقیر نہیں ہے تو زید یہ جماعت میں داخل ہو گئے۔ اور امام محمد نفس زکیہ اور ان کے بھائی امام ابراہیم کی امامت کی تبلیغ کرنے لگے۔ امام ابراہیم جب مقتول ہوئے تو یعقوب ان کے ساتھ تھا۔ منصور نے گرفتار کر کے اس کو قید کیا۔ مہدی نے جس وقت سیاسی قیدیوں کو رہا کیا اس وقت یہ بھی چھوٹا۔

مہدی کو زید یہ کی طرف سے بہت خطرہ تھا۔ اس لئے وہ چاہتا تھا کہ اگر کوئی ایسا شخص مجھ کو مل جائے جو اس فرقہ کے لوگوں پر اثر رکھتا ہو تو میں اس کو وزیر بنا لوں۔ تاکہ وہ اس جماعت کو قابو میں رکھے لوگوں نے یعقوب کا نام لیا۔ اس نے بلا کر گفتگو کی۔ اور جیسے بن زید امیر زید یہ کی نسبت دریا <sup>فت</sup> کیا۔ یعقوب نے کہا کہ میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ ان کی طرف سے کوئی شورش نہیں ہوگی۔

مہدی نے اس کو اپنے مقصد کے مطابق پا کر تمام ملکی کاروبار اس کے سپرد کر دیئے اس نے مشرق و مغرب تک کل بڑے بڑے عہدوں پر کیرا زید یہ کو مقرر کر دیا جس سے سلطنت کے کل مہمات ان کے ہاتھ میں آ گئے لیکن باوجود اس کے علوی اس کی طرف سے مطمئن نہیں تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ہماری نگرانی کے لئے اس کو وزارت ملی ہے ادھر بنی عباس نے یہ خیال کیا کہ یہ

زیدیوں کو تقویت دے کر خلافت کو ان کے ہاتھ میں دنیا چاہتا ہے۔  
چنانچہ انھوں نے مہدی سے کہا کہ یعقوب وزیر رئیس زیدیہ اسحق بن فضل کو  
بغاوت کے لئے ابھار رہا ہے اور وہ عنقریب اپنی جماعت کو لے کر ایک  
تاریخ مقرر کر کے بنی عباس کے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا۔ یہ سن کر مہدی کے  
دل میں تر دو پیدا ہو گیا۔ اتفاق یہ کہ اسی اثنا میں یعقوب نے مہدی سے اسحق کے  
لئے مصر کی ولایت کی سفارش کی اس سے اس کا شبہ اور قوی ہو گیا اس  
نے یعقوب کو ایک کینز عطا کی۔ جس کو یہ سکھلا دیا کہ اس کے تمام افعال اور احوال  
سے مطلع کرتی رہے۔ پھر ایک علوی کو گرفتار کر کے اس کے حوالہ کیا اور حکم دیا  
کہ اس کو لے جا کر قتل کرادو۔ یعقوب نے اس کو لاکر مخفی طور پر چھوڑ دیا اور  
کینز نے یہ کیفیت مہدی کو لکھ بھیجی اس نے سوار بھج کر علوی کو پھر گرفتار  
کر لیا اور دوسرے دن یعقوب سے اس کی نسبت دریافت کیا اس نے کہا کہ  
میں نے حکم کی تعمیل کی۔ مہدی نے علوی کو طلب کر کے اس کے سامنے  
کھڑا کر دیا۔ یعقوب خوف زدہ ہو کر مہدی کے قدموں میں گر پڑا۔ اس نے مال  
متاع ضبط کر کے اس کو مدد اس کے گھر والوں کے قید کیا۔ اور اس کے تمام  
امرا کی معزولی کا فرمان لکھا۔

یعقوب کے بعد فیض بن ابی صالح وزیر  
ہوایہ نیشاپور کے ایک عیسائی خاندان کا تھا۔

ابن ابی صالح

فضل و ادب میں کامل سخی اور عالی حوصلہ لیکن منکبر اور تند مزاج تھا۔  
مہدی کی وفات تک اپنے منصب پر رہا۔

خلافت بغداد کے تعلقات عبدالرحمن داخل امیر

احوال خارجیہ اندلس کے ساتھ روز ازل سے معاندانہ تھے منصور

اور اس کے بعد مہدی دونوں اسی کوشش میں رہے کہ کسی طرح بنی امیہ کی  
اس سلطنت کو مٹادیں لیکن یزید میں ازرقہ کے صحابہ حائل تھے جن کو قطع کر کے

فوج لے جانا اور ان سے لڑنا آسان نہ تھا۔ اس لئے صرف زبانی ہی دشمنی کا  
اظہار کرتے تھے۔

فرانس کا بادشاہ اس وقت شارلمین تھا جو اپنی سلطنت کی توسیع

کے لئے کوشاں تھا اس نے مسلمانوں میں باہمی عداوت دیکھ کر خلیفہ بغداد  
کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا کرنے شروع کئے تاکہ ان کی ہمدردی حاصل

کر کے اندلس پر حملہ کر سکے۔ اس کا جو نتیجہ ہوا اس کا ذکر آگے آئے گا۔

ردیوں کے ساتھ بھی سلسلہ جنگ جاری رہا۔ ۱۶۳ھ میں مہدی

نے ایک عظیم الشان فوج لے کر خود رویوں پر چڑھائی کی اور بہت سے مقاموں

کو فتح کیا۔ قلعہ سمالہ پر ۳۸ دن محاصرہ رکھا اور اس پر قبضہ کیا پھر واپس آیا۔

۱۶۵ھ میں اپنے بیٹے ہارون الرشید کو ایک لاکھ فوج کے ساتھ

قسطنطنیہ کی طرف بھیجا۔ اس زمانہ میں ملکہ ایرینی وہاں حکمران تھی اس نے ہارون

سے نوے ہزار دینار سبالانہ جزیرہ پر صلح کی۔ واپسی میں ہارون کے حکم کے مطابق ہر ہر منزل میں اس نے اسلامی فوج کے لئے بازار لگوائے اور رہنما ساتھ کئے تاکہ وہ آرام سے گزر جائے۔

یہ صلح تین سال کے لئے ہوئی تھی۔ لیکن رومیوں نے صرف ایک سال رقم ادا کر کے دوسرے سال انکار کر دیا۔ سلیمان بن علی والی جزیرہ خلیفہ کے حکم سے روم کی طرف بڑھا۔ اس نے رومیوں کو شکست دی اور بہت مال غنیمت حاصل کیا۔

ہند میں دریائے سندھ تک اسلامی قبضہ تھا مہدی نے عبدالملک بن شہاب کو دس ہزار فوج کے ساتھ بحری راستہ سے بھیجا کہ وہ آگے بڑھے۔ اس نے پہنچ کر شہر باربد کا محاصرہ کیا۔ اور تین دن میں اس کو فتح کر لیا۔ لیکن وہاں کی آب و ہوا مسلمانوں کو اس نہ آئی۔ اکثر بیمار ہوئے اور تقریباً ایک ہزار مر گئے اس لئے پھر کشتیوں کے اوپر واپس چلے گئے۔ راستہ میں طوفان آیا جس میں بہت سی کشتیاں غرق ہو گئیں۔

مہدی کے اندر شرم و حیا اور معافی کی صفت زیادہ

**صفات مہدی** تھی۔ اکثر جب کوئی سیاسی مجرم اس کے سامنے لایا جاتا تھا تو وہ اس کو چھوڑ دیتا تھا۔ قرآن کا اس کے دل پر بہت اثر ہوتا تھا۔ ایک بار اس نے نماز میں یہ آیت پڑھی۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ أَنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ لَفَيْسِدُ وَافِي الْأَرْضِ وَ

لَفَطَعُوا أَرْضَ حَمَكُمُ

اگر تم کو بادشاہت ملے تو کچھ عجب نہیں کہ دنیا میں تم فساد پھیلاؤ  
اور باہمی رشتوں کو توڑو۔

اسی زمانہ میں موسیٰ بن جعفر علوی اس کے قید خانے میں تھے۔ ان کو بلوایا اور  
کہا کہ میں نے یہ آیت پڑھی اور مجھے ڈر پیدا ہوا کہ اس کا مصداق کہیں میں نہ  
ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ تم کو چھوڑ دوں بشرطیکہ تم اس بات کا عہد کرو کہ  
میرے خلاف بغاوت نہیں کرو گے۔ انہوں نے وعدہ کیا اس لئے رہا کر دیا۔  
سلطنت کے کاروبار نہایت محنت اور تندی کے ساتھ کرتا تھا۔  
قاضیوں کو فیصلوں کے لئے اپنے سامنے بٹھاتا تھا۔ اہل معاملہ وہاں  
بے تکلف جاتے تھے۔ بعض لوگوں نے خود اس کے اوپر دعوے کئے  
قاضیوں نے ان کے حقوق دلائے اور مہدی نے بے چوں و چران کے  
فیصلوں کے آگے سر تسلیم خم کیا۔

مہدی حلیم الطبع۔ نبیاض فصیح۔ زبان آور۔ عابد اور سنت رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کا تابع تھا۔ نبی امیر کے وقت سے خلیفہ کے لئے مساجد میں  
جو مقصورے بنائے گئے تھے اس لئے تڑوا دیئے۔ نیز منبروں کو جو بہت اونچے  
بنائے گئے تھے لپٹ کر لے کر صرف اسی قدر بلند رکھا جس قدر کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا مہتر تھا۔

ایک بار اس کا غلام ابو عون زیادہ بیمار ہوا۔ مہدی اس کی عیادت کو گیا اور اس سے کہا کہ اگر تمہاری کوئی خواہش ہو تو مجھے وصیت کر جاؤ میں پوری کر دوں گا۔ اس نے کہا کہ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ کیونکہ ایک مدت سے میں آپ کو اپنے سے ناراض دیکھتا ہوں مہدی نے کہا کہ تم شیخین کو برا کہتے ہو اس لئے میں تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس سے توبہ نہ کرو۔ اس نے کہا کہ امیر المؤمنین ہم دعویٰ لیکر کھڑے ہوئے تھے کہ خلافت اہل بیعت کا حق ہے جن لوگوں نے اس کو ان سے چھین لیا وہ ظالم اور غاصب ہیں اس عقیدہ کی ہم کو تلقین کی گئی تھی۔ اور اسی کی ہم تبلیغ کرتے تھے اب اگر کوئی نئی بات پیدا ہو گئی ہے تو وہ فریبتیہ ہم اسی کے مطابق چلیں۔

اصلیت یہ ہے کہ بنی عباس کی دعوت امامت میں ابتداءً رفضل موجود تھا۔ لیکن آل علی کی طرف سے جو خطرات ان کے سامنے آئے ان کی بنیاد پر انہوں نے اس خیال کو چھوڑ دیا۔ اور حضرت علی کو خلفائے راشدین میں اسی رتیبہ پر رکھنا مناسب سمجھا جس پر وہ تھے۔

مہدی نے بھی منصور کی طرح علی بن موسیٰ پر سختیاں

ولیعہدی

کیں اور اس کو خلافت سے دست بردار ہونے پر

مجبور کر دیا۔ پھر اپنے دونوں بیٹوں موسیٰ ہادی اور ہارون الرشید  
کو ولیعہد بنایا۔

۱۶۹ھ میں مہدی جرجان کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں

**وفات**

بیمار ہو گیا۔ ماسندان میں پہنچ کر ۲۲ محرم ۱۶۹ھ مطابق

۲۴ اگست ۷۸۵ء کو انتقال کر گیا۔ اس کی مدت خلافت دس سال اور

دو پڑھ مہینے رہی۔

## مہادی

موسیٰ ہادی بن مہدی بن ابو جعفر منصور اس کی والدہ کا نام  
خیزران تھا وہ پہلے مہدی کی مملوکہ کینز تھی۔ جب اس کے شکم سے ہادی اور  
ہارون پیدا ہوئے تو اس کی عزت مہدی کی نگاہ میں بڑھ گئی اس لئے ۱۵۹ھ  
میں آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔

ہادی کی ولادت ۱۵۹ھ میں ہوئی تھی۔ سولہ برس کے سن میں یردلیجہ  
بنایا گیا۔ مہدی کی زندگی ہی میں فوج لے کر جرجان کی طرف گیا تھا یہ اسی  
طرف تھا کہ مہدی نے راستہ میں وفات پائی۔ ہارون نے اس کے لئے بیعت  
لی۔ اور مہر عرصا اور وار خلافت مع تعزیت اور تہینت کے اس کے پاس جرجان  
میں بھیجا۔

ہادی بھی اپنے باپ کی طرح زندلیقوں کا سخت دشمن تھا۔  
خاص کر پیروان مانی کا جو لوزا در ظلمت دو خداؤں کی

احوال داخلہ



پرستش کرتے تھے۔ مہدی نے بی ہاشم میں سے داؤد بن علی کے ایک بیٹے اور یعقوب بن فضل کو زندیق ہونے کی وجہ سے گرفتار کیا تھا۔ چونکہ اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ بی ہاشم میں سے کسی کو قتل نہیں کروں گا اس لئے ان کو قید خانہ میں مقید کر دیا۔ اور ہادی کو وصیت کی کہ جب تم خلیفہ ہونا تو ان کو قتل کر دینا۔ ان میں سے داؤد کا بیٹا تو قید ہی میں مر گیا۔ لیکن یعقوب زندہ تھا ہادی نے باپ کی وصیت کے مطابق اس کو قتل کر دیا۔

۱۶۹ھ میں حسین بن علی بن حسن المثلث نے مدینہ

### حسین بن علی

میں اپنی امامت کا اعلان کیا۔ ان کے ساتھ کوفہ

کے کچھ لوگ ہو گئے تھے۔ پہلے انہوں نے اہل مدینہ سے بیعت لی۔ پھر وہاں

کے خزانہ پر قبضہ کیا۔ والی مدینہ عمر بن عبدالعزیز جو عبداللہ بن عمر بن خطاب

کے پوتے تھے۔ ان کے مقابلے سے عاجز رہے۔

حسین بن علی اعلان امامت کے بعد گیارہ دن مدینہ میں رہے اس کے

بعد ۲۲ رزدی قعدہ کو اپنی جماعت کو لیکر حجاج کے لئے نکلے۔ ہادی نے محمد بن

سیمان عباسی کو اس سال امیر الحج مقرر کر کے حسین کے مقابلہ کا حکم دیا۔ مقام

فخ میں زرفیقین میں جنگ ہوئی۔ حسین اور ان کے سارے ساتھی مارے گئے

صرف دو شخص ادریس بن عبداللہ اور یحییٰ بن عبداللہ جو محمد نفس زکیہ

کے بھائی تھے اس معرکہ سے بچ کر نکل گئے۔ ادریس نے افریقہ میں جا کر

سلطنت قائم کی۔ اور بچی نے بلادِ ولیم میں اپنی فکر علم مخالفت بلند کیا ان کے تذکرے حسب موقع آئیں گے۔

ہادی نہایت قوی اور بہادر تھا۔ دوزر میں پہنے ہوئے  
**صفات ہادی** گھوڑے پر کود کر سوار ہو جاتا تھا۔ اس نے اپنے دربار کو  
 عام کر دیا تھا۔ اور بیع حاجب کو حکم سے رکھا تھا کہ کسی کو میرے پاس  
 آنے سے نہ روکو۔ کیونکہ امیر کا پس پر وہ بیٹھنا حکومت اور رعایا دونوں کے  
 لئے مفرب ہے اور اس سے برکت جاتی رہتی ہے۔

امورِ سلطنت میں وہ نہماک کے ساتھ مشغول رہتا تھا۔ اور فیاض  
 اور خوش طبع تھا۔ مزاج میں غیرت بہت تھی۔ اس کی والدہ خیزران کے پاس  
 جمہوری کے وقت سے امورِ سلطنت میں دخیل ہو گئی تھی۔ امرار دور و سارواہل  
 حاجت کثرت سے آمد و رفت رکھتے تھے ہادی نے اس ہجوم کو روک دیا۔ اور کہا  
 کہ جو یہاں آئے گا میں اس کو سزا دوں گا۔ اور اس کی جائداد ضبط کر لوں گا اور  
 خیزران سے کہا کہ تم اپنا وقت نماز، تسبیح اور تلاوت میں گزارو۔ چرخہ لے کر  
 کا تو۔ امورِ سلطنت سے تم کو کیا واسطہ۔

بہت جس کو فقہار عراق نے جائز کر رکھا تھا۔ پتیا تھا اور کسی قدر گانا  
 سننے کا بھی شوق رکھتا تھا۔

**دلیچندی** مہدی کے فرمان کے مطابق ہادی کے بعد ہارون دلیچند تھا۔

لیکن ہادی نے اس کی جگہ پر اپنے بیٹے جعفر کو ولیعہد بنانا چاہا۔ بہت سے  
 امراء فتح بھی اس کی رائے کے تابع ہو گئے۔ ہادی نے ہارون پر سختی شروع  
 کی کہ ولیعہدی سے دست بردار ہو جائے۔ ہارون تنگ آکر چھوڑنے پر  
 آمادہ بھی ہو گیا۔ لیکن بچے برکتی نے جو اس کا انا بنی اور کار پر داز تھا اس کو  
 روکا۔ اس جھگڑے کو ہادی کی موت نے ختم کر دیا اور وہ اچانک بیمار ہوا اور  
 تین دن میں انتقال کر گیا۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہارون اور بھیلی کی  
 سازش سے خیزران نے جو ہادی کی تختوں سے ناراض تھی اس کو زہر دیا۔  
 اس کی کسی قدر تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب ہادی بیمار ہوا تو خیزران  
 نے بھیلی کے پاس اطلاع بھیجی کہ معاملہ بہت قریب ہے تم تیار رہو۔ چنانچہ بھیلی نے  
 وہ تمام فرامین جو امراء و لایا بات کے پاس بھیجے جانے والے تھے پہلے سے لکھ کر تیار  
 کر لئے۔ جس وقت ہادی کی وفات پائی تو ابرید کے ذریعہ سے اطراف ممالک  
 میں ان کو بھیج دیا۔

۲۱ ربيع الاول ۱۷۰ھ مطابق ۱۳ ستمبر ۷۸۶ء کو ۲۶ سال  
**وفات** کی عمر میں ہادی نے عیسے باد میں وفات پائی۔ اس کی خلافت  
 ایک سال ایک مہینہ اور ۲۲ دن رہی۔

## (۵) ہارون

ہارون الرشید بن مہدی خیزران کے لطن سے ۱۳۵ھ میں مقام  
رے میں پیدا ہوا اس کی تعلیم و تربیت اچھی ہوئی۔ ۱۶۲ھ میں سے انبار سے  
لے کر افریقہ تک کی امارت عطا فرمائی۔

۱۶۵ھ میں ایک زبردست فوج جس کی تعداد ۳ ۹ ۷۵۷ تھی دیگر  
قسطنطنینہ کی طرف بھیجا اور ۱۶۶ھ میں ہادی کے بعد ولیعہد بنایا۔ ۱۶۹ھ  
میں جب اس کی شجاعت اور لیاقت کا ظہور ہوا تو چاہا کہ اس کو ہادی پر مقدم  
کر دے۔ لیکن اپنے اس ارادے کو پورا کرنے سے پہلے ہی وفات پا گیا۔  
ہادی کے انتقال کے بعد ۱۶۴ ربيع الاول ۱۶۷ھ میں جب کہ اس کا

سن ۲۵ سال کا تھا تخت خلافت پر بیٹھا۔

ہارون کا زمانہ خلافت عباسیہ کا بہترین زمانہ شمار

کیا گیا ہے اس میں رفاہیت، ثروت، علم، ادب، طاقت

احوال و اخیال

اور شوکت ہر لحاظ سے دولت عباسیہ اپنے سب سے بلند اور ارفع درجہ پر پہنچ گئی تھی۔ ہر قسم کے بڑے بڑے لوگ فراہم ہو گئے تھے جن کی بدولت ملک کی زرینت اور اس کے ہر شعبہ میں ترقی ہوئی۔ اور ہارون کی شاہانہ تربیت اور اس کے بے مثل صفات نے ان ترقیوں کو ایسا فروغ دیا کہ یہ عہد تاریخ میں ممتاز اور نمایاں ہو گیا۔ اور اس کا بہت کچھ اثر امت اسلامیہ کے مستقبل پر بھی پڑا۔

ہارون الرشید کے زمانہ میں بغداد اپنی انتہائی **حضارت بغداد** عظمت اور معراج کمال پر پہنچا ہوا تھا۔ شاہزادوں امیروں اور رئیسوں نے ایسے ایسے عالی شان محلات تعمیر کرائے تھے جن کو دیکھ کر سیاح حیران ہو جاتے تھے۔ قصر خلافت اور وزراء کے مکانات بالخصوص براہمہ کی عمارتیں ایسی تھیں کہ اس وقت تمام دنیا میں ان کی لبطرہ تھی۔ جعفر بن یحییٰ نے اپنے قصر کی تعمیر میں بیس لاکھ درہم صرف کئے تھے دریاے دجلہ کے کناروں پر باغات اور تفریح کے مقامات تھے بڑے بڑے ناہروں کے مرتفع مکالوں اور جا بجا عظیم الشان مسجدوں اور ان کے سر بلک میناروں کی وجہ سے شہر کی عجیب عظمت تھی۔ دجلہ کے دونوں طرف اس قدر کثرت کے ساتھ آبادی بڑھی کہ بغداد کی مردم شماری بیس لاکھ نفوس سے زائد ہو گئی۔

بحری اور برکی دونوں راستوں سے سامان تجارت آتا تھا۔ اور چین۔ ہند

افریقہ۔ شام اور جزیرہ وغیرہ کے تجار وہاں موجود تھے۔ مشرق و مغرب کے ہر قسم کے اسباب تجارت بازاروں میں بھرے پڑے تھے۔ خود خلیفہ اور اس کے وزراء و اہل اس بات کی حرص رکھتے تھے کہ بغداد دنیا کا سب سے بڑا شہر اور تجارت کا مرکز بن جائے۔ راستوں کی کامل حفاظت، امینیت کا پورا بندوبست، اور تجارت کے لئے ہر قسم کی آسانی پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

ثروت کی یہ کیفیت تھی کہ تمام اسلامی صوبوں سے خراج کی وہ رقمیں جو مقامی اخراجات سے فاضل ہوتی تھیں دار الخلافہ میں آتی تھیں۔ مورخین نے ان کا اندازہ چالیس کروڑ درہم سالانہ کیا ہے یہ سب خلیفہ کے بیت المال میں داخل ہوتی تھیں۔ وہ ان کو وزراء اہل دفتار، فوج اور ملازمین کی تنخواہوں اور الغایات اور عطایا میں صرف کرنا تھا اس وجہ سے وہاں عام رفاہیت اور خوش حالی تھی۔ اور ادنیٰ اوضاعی سب آرام و راحت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ دولت کے سیلاب کے ساتھ عیش اور لذت پرستی کے خس و خاشاک لازمی ہیں اس سے وہ لوگ بھی محفوظ نہیں تھے۔

علمی لحاظ سے بغداد طلبہ علوم کا قبلہ تھا۔ کیونکہ اسلامی ممالک کے ممتاز ائمہ اور علماء بیشتر وہیں آگئے تھے اور محدثین۔ تراز۔ مفسرین، حفاظ لغت۔ ادب۔ ائمہ نحو و صرفت مورخین اور منکلمین وغیرہ سب کے سب تدریس و تعلیم اور تصنیف و تالیف میں مشغول تھے وہاں کی جامع مسجدیں علوم کا مرکز

نہیں اور اس عہد میں دنیا کے اسلام میں کوئی شخص کسی فن میں کامل نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک کہ اس نے بغداد میں جا کر پڑھا نہ ہو۔

اسلامی علوم کے علاوہ فنون و خیلہ مثلاً طب، فلسفہ، مہینیت - ہندسہ اور نجوم وغیرہ کے ماہرین کی بھی وہاں کثرت تھی۔ یہ لوگ دنیا میں جس قوم کے پاس کوئی علم پاتے تھے اس کو عربی میں منتقل کرتے تھے اور مسلمانوں میں پھیلاتے تھے۔

ان علماء کی زندگیوں خلیفہ، امراء اور وزراء بالخصوص براۓ مکہ کی قدر دانیوں اور زہد پاشیوں کی بدولت نہایت فارغ البالی کے ساتھ گزرتی تھیں حضرت علی کی اولاد چونکہ یہ سمجھتی تھی کہ خلافت ہمارا حق ہے اور ان میں سے جو ممتاز لوگ ہوتے تھے وہ اکثر یہ کوشش کرتے تھے کہ کسی طرح ہم اس کو حاصل کریں اس وجہ سے بنی عباس کو ہمیشہ ان کی طرف سے خطرہ لگا رہتا تھا۔

ہارون نے خلیفہ ہونے کے بعد ان لوگوں کے ساتھ سلوک اور احسان کر کے ان کی استمالت کی کوشش کی اور اسی سلسلہ میں ان لوگوں کو جو بغداد میں زہر نگرانی رکھے گئے تھے بجز عباس بن حسن کے مدنیہ جانے کی اجازت دیدی۔ لیکن یحییٰ بن عبداللہ کے جو ہادی کے زمانہ میں فتح کی لڑائی سے بچ کر بلاد ولیم میں چلے گئے تھے وہاں ایک تہذیبنا کر علم مخالفت بلند

کیا اس اطراف دیوار کے لوگ ان کے ساتھ شامل ہو گئے جس سے ان کی  
 جمعیت بہت بڑھ گئی ہارون نے جب سنا تو اس کو نہایت ترس دیا ہوا۔  
 فضل بن یحییٰ برکی کو پچاس ہزار فوج دے کر مقابلہ کے لئے بھیجا۔  
 فضل چونکہ محبان آل علی میں سے تھا اس لئے اس نے وہاں  
 پہنچ کر بجائے جنگ کرنے کے رئیس و بلیغ کو دس لاکھ درہم دے کر راہنی کیا۔  
 کہ یحییٰ کو اپنے قلعہ سے ہمارے پاس بھیج دو۔ پھر ان کو سمجھا کر صلح پر آمادہ کیا۔  
 وہ اس شرط پر راضی ہوئے کہ خلیفہ خود اپنے ہاتھ سے امان نامہ لکھ کر بھیجے تو میں  
 چلا آؤں۔

فضل نے ہارون کو لکھا وہ بہت خوش ہوا۔ علماء اور فقہار کو بلوا کر ان  
 کے سامنے امان نامہ لکھا اور ان کی اور دوسرا بنی ہاشم کی شہادتیں اس  
 پر ثبت کر کے مع تحفوں اور ہدیوں کے بھیجا۔ فضل یحییٰ کو لیکر بغداد میں  
 آیا۔ ہارون نے ان کے گنارہ کے لئے بہت بڑی رقم مقرر کی اور  
 فضل کے اس کار نامہ پر اس کے رتبہ میں اضافہ کر کے اسی کو حکم دیا کہ یحییٰ  
 کو تم اپنے پاس رکھو۔

یحییٰ کے دوسرے بھائی ادیس فنج سے بھاگ کر  
**ادیس اول** مہر کی طرف نکل گئے تھے وہاں سے وہ بلاد مغرب کی  
 طرف پہنچے اور شہر دیلی میں آئے۔ ان میں اپنی امامت کی بیعت لے کر پہلی علوی



خلافت یعنی ادریسی سلطنت قائم کی۔

ہارون نے اطلاع پا کر لشکر کشی کرنی چاہی لیکن اس کو دشوار سمجھ کر اپنے ایک غلام سلیمان بن جریر کو جو شماخ کے لقب سے مشہور تھا روانہ کیا کہ کسی جیل سے ادریس کو قتل کر ڈالے اس نے ادریس کے پاس پہنچ کر نبی عماد کی بیعت سے برأت ظاہر کی اور ان کی بیعت میں داخل ہو گیا۔ وہ اس سے بہت خوش ہوئے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کو اپنے مقربین میں شامل کر لیا اس نے موقع پا کر ایک روز ان کے منجن میں زہر ملا دیا اور روپوش ہو کر چلا آیا۔ چنانچہ اسی زہر سے انہوں نے ۱۷۷ھ میں وفات پائی لیکن اس کی وفات سے اس سلطنت کا خاتمہ نہیں ہو سکا کیونکہ ان کی ایک کینز حاملہ تھی جس کے شکم سے کچھ دنوں کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اہل مغرب نے اس کا نام بھی ادریس رکھا۔ اور اس کی امامت کی بیعت کر لی۔

ہارون ایفیس وجوہات سے علویین کی طرف سے ہر وقت خطرہ میں رہتا تھا۔ اور امرار یا وزیر میں سے جس شخص کی بابت سنتا تھا کہ وہ اہل بیت کے کسی فرد کی طرف میلان رکھتا ہے اس کو سخت سزا دیتا ہے اسی اندیشہ سے امام موسیٰ کاظم کو بغداد میں اپنی نگہبانی میں رکھ چھوڑا تھا ان کو کہیں جانے نہیں دیا۔ یہاں تک کہ ان کا انتقال بھی وہیں ہوا۔

**افریقہ** قردان کا عامل فضل بن روح تھا اس نے اپنے بھتیجے میفرہ

کو تولس کا امیر بنا کر بھیجا۔ وہاں کے لوگ اس کے طرز عمل سے ناراض ہوئے اور انہوں نے فضل کو لکھا کہ اس کے بدلے کسی دوسرے شخص کو یہاں بھیج دو۔ فضل نے ان کی درخواست نامنظور کی۔ مجبور ہو کر ان لوگوں نے ایک رئیس بن الحجارود کو اپنا سردار بنا لیا۔ اور میغرہ کو نکال دیا۔

فضل نے اپنے چچازاد بھائی عبداللہ کو وہاں کی امارت پر روانہ کیا اہل تولس نے خیال کیا کہ اس نے جو اپنے بھائی کو مقرر کر کے بھیجا ہے تو اس کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مخالفین کو سزائیں دلوائے اس بنیاد پر انہوں نے متفق ہو کر عبداللہ کا مقابلہ کیا۔ اس کو قتل کر دیا۔ اور اس کے ساتھیوں کو شکست دیکر بھاگا دیا۔

ابن الحجارود نے اب علائہ بغادت کر دی اور قیردان پر حملہ کر کے فضل کو وہاں سے نکال دیا۔ ہارون نے ہرثمہ بن اعین کو فوج دے کر بھیجا اس نے جا کر وہاں امن وامان قائم کیا۔ اور ابن الحجارود کو گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا جہاں وہ قید کر دیا گیا۔ <sup>۱۸۱ھ</sup> میں ہرثمہ کے بجائے ہارون نے اپنے رضاعی بھائی محمد بن مقاتل کو وہاں کا والی بنا کر بھیجا اہل تولس نے محمد سے بھی ناراض ہو کر اس کی مخالفت کی یہاں تک کہ قیردان پر قبضہ کر کے اس کو وہاں سے نکال دیا۔

ہارون نے اب امیر ہشیم بنی غلب کو جو مقام زاب کا عامل تھا صوبہ

افریقہ کی ولایت پر مقرر کیا۔ اس نے جا کر قیروان پر غلبہ حاصل کیا اور امن و  
 امان قائم کر کے اپنی مستقل حکومت کی بنیاد ڈالی۔ خلیفہ عباسی کو وہ صرف  
 چالیس ہزار دینار سالانہ خراج بھجیجتا تھا۔ باقی جملہ امور میں خود مختار تھا۔

یہ جماعت حضرت علی کے عہد میں پیدا ہوئی تھی۔ نبی امیر کے  
**خوارج** زمانہ میں جا بجا اس نے خروج کیا اور بغاوتیں کرتی رہی انہوں  
 نے ہمیشہ اس کو مٹانے کی کوشش کی اور اس کے نامور اور مشہور سپہ سالار  
 مہلب بن ابی صفرہ نے اپنی ساری قوت اس کو فنا کرنے میں صرف کی اور  
 کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

لیکن خلافت کی غلط رفتار اور خلفاء کے استبداد اور امرار کے مظالم  
 کی وجہ سے وہ روح برابریا تزی رہی۔

بارون الرشید کے زمانہ میں ولید بن طریف شیبانی نے جو نہایت  
 بہادر اور باوقار رئیس تھا جزیرہ میں لضبیں کے متصل ۷۸ھ میں خروج  
 کا اعلان کیا۔ خلیفہ کی طرف سے اس کی سرکوبی کے لئے بار بار فوجیں گئیں۔  
 لیکن شکست کھاتی رہیں جن کی وجہ سے ان کا اقتدار بڑھ گیا اور جزیرہ سے  
 لیکر آرمینیا تک کے لوگ اس کے حلقہ اثر میں آ گئے۔ بارون نے معین بن زائدہ  
 کے بھتیجے یزید بن شیبانی کو منتخب کر کے ایک جرّار فوج کے ساتھ بھیجا۔ یزید  
 نے جا کر اس سے صلح کی گفتگو کی اس میں چند مہینے صرف ہو گئے دربار میں

سے ہارون سے شکایت کی کہ یزید چونکہ ولید کا ہم قبیلہ ہے اس لئے وہ اس کے ساتھ لڑائی کو ٹال رہا ہے ہارون نے یزید کو تاکید یہ تہدید آمیز حکم بھیجا اب اس کو بجز مقابلہ کے کوئی چارہ نہ رہا اس نے ولید کے پاس کہلا بھیجا کہ مسلمانوں کے ضائع کرانے سے کیا فائدہ۔ آؤ صرف ہم تم لڑیں۔ وہ میدان میں آیا۔ دونوں کئی گھنٹے تک لڑتے رہے دورویہ فوجیں کھڑی ہوئی تماشا دیکھ رہی تھیں۔ آخر میں ولید مارا گیا اس کا سر فتحنامہ کے ساتھ دربار میں بھیجا گیا۔

مغرب میں اندلس اور ایشیا عباسی خلافت سے نکل چکے **مشرق** نئے مشرق کا خطرہ بھی کچھ اس سے کم نہ تھا۔ کیونکہ علی بن عیسیٰ بن مہان ذالی خراسان کے مظالم کی وجہ سے وہاں بھی بغاوت کے آثار نمایاں ہو گئے تھے ہارون الرشید نے جس وقت علی کو مقرر کرنا چاہا تھا اس وقت اس نے وزیر یحییٰ بن خالد سے مشورہ لیا تھا اس نے اس کے نقرر کو پسند نہیں کیا۔ لیکن ہارون نے وزیر کی رائے کے خلاف اس کو ذالی بنا کر بھیج دیا۔ اس نے وہاں جا کر ظلم و ستم کرنے شروع کئے رؤسا کے بہترین ذخائر کو ضبط کر کے بہت مال و اسباب جمع کیا۔ ہارون کے لئے بھی تحفا اس میں سے طرح طرح کے قیمتی کپڑے گھوڑے اور سامان وغیرہ بھیجے۔ وہ ایک چوتڑہ پر بیٹھ کر ان کا جائزہ لینے لگا اور خوش ہو کر بھیجے

سے کہا کہ دیکھو! تم علی کی امارت کی مخالفت کرتے تھے لیکن وہ ہمارے  
 لئے کیسی مبارک ہوئی۔ بیٹے نے جواب دیا کہ میں اگرچہ یہ چاہتا ہوں کہ میری  
 رائے درست نکلتے مگر اس سے بھی بڑھکر اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ خلیفہ کی  
 رائے زیادہ صائب اور بہتر ہو۔ اللہ کرے کہ علی کی ولایت مبارک ثابت ہو  
 مگر مجھے تو یہ ڈر ہے کہ ہیں اس مال اور سامان کو اس نے ظلم کر کے وہاں کے  
 روٹوں سے نہ غصب کیا ہو ایسی صورت میں اس کا انجام برا ہوگا۔ اگر نا جائز  
 طریقہ سے اس قسم کے ہدیے فراہم کرتا ہو تو میں آج ہی کرخ کے تاجروں  
 سے چند قیمتی جواہرات جن کی قیمت ان ہدایا سے دس بیس گنی ہو دیکھنے کے  
 لئے منگا کر ضبط کر کے آپ کے سامنے پیش کر دوں گا اس میں اس سے کم خطرہ  
 ہے جتنا کہ علی کے اس فعل میں ہے۔ اور میں اس طریقہ سے تین گھنٹے میں  
 اس سے بہت زیادہ جمع کر سکتا ہوں جتنا کہ علی نے تین سال میں کیا ہے  
 لیکن کیا انصاف اس کو جائز رکھے گا۔

تھوڑے دن بھی نہیں گزرنے پائے کہ خراسانی رئیسوں کی  
 عرضیاں و بارخلافت میں پہنچیں کہ علی بن عباس نہایت ظالم اور بد شرست  
 ہے اس کو معزول کر کے دوسرا ولی بھیجا جائے۔ ہارون نے بیٹے سے مشورہ  
 لیا اس نے کہا کہ میں تو پہلے ہی سے اس کے تقرر کو مناسب نہیں سمجھتا تھا  
 میری رائے یہ ہے کہ اس کو واپس بلا کر یزید شیبانی کو بھیج دیکے ہارون

نے اس دفعہ بھی اس کی رائے پر عمل نہیں کیا۔

اب خبریں آئی تھیں کہ علی نے ہتیب کو لیا ہے کہ خلیفہ سے  
بغادت کر کے خراسان کا استقبال میر ہو جائے۔ یہ سنکر ہارون ۱۸۹ھ میں خود  
فوجیں لے کر روانہ ہوا جب کہ اسے میں پہنچا تو وہاں علی بن عیسیٰ حاضر ہوا  
اس نے پھر ٹھفہ اور نذرانے پیش کئے۔ خلیفہ کے ساتھ جو امرار تھے ان کو  
بھی ہدیے دیئے۔ ہارون اس سے خوش ہو گیا۔ اور چونکہ کوئی علامت لجاؤ  
کی نہیں دیکھی اس لئے اس کو خراسان کی ولایت پر برقرار رکھا۔ اور حضرت  
کے وقت اس کی مشالعت کو لکلا۔

علی نے واپس جا کر ان لوگوں کو سزائیں دیں جنہوں نے اس کے  
خلافت دربار میں عرضیاں بھیجی تھیں۔ امدان کے اموال بھی ضبط کر لئے نظر  
بن سیار جو بنی امیہ کے وقت میں خراسان کا والی تھا اس کے پوتے  
لاح بن لیث نے علی کی مخالفت پر کرباندھی۔ سمرقند بوں کی ایک جماعت  
نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

علی نے اپنے بیٹے عیسیٰ کی ماتحتی میں ایک دستہ فوج بھیجا۔ للاح  
نے اس کو شکست دیدی۔ عیسیٰ بھاگ کر بلخ میں چلا گیا۔ للاح نے شناس  
اور فرغانہ کے ترکوں کی ایک جماعت بلخ میں بھیجی انہوں نے آکر عیسیٰ کو  
قتل کر ڈالا اس کے محل کے پائیں باغ میں ایک عظیم الشان خزانہ مدفون

تھاجس سے صرف ایک لونڈی واقف تھی اس نے ترکوں کو بتا دیا انہوں نے اس کو لوٹ لیا۔

ہارون کو جب یہ اطلاع موصول ہوئی تو اس نے ہرثمہ بن ابی عیینہ کو خراسان کی ولایت کا فرمان دیکر بھیجا اس نے پہنچ کر علی بن عیسے اور اس کے تمام متعلقین گرفتار کر کے ان کا سارا مال و متاع ضبط کر لیا اور رعایا کی دلہری اور تشفی کر کے پھر امن و امان قائم کیا۔

رافع کی طاقت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ وہ ہرثمہ کے قابو میں نہ آسکا۔ آخر کار اس کے مقابلہ کے لئے ۱۹۳ھ میں خود ہارون فوج لیکر روانہ ہوا اسی سفر میں طوس میں پہنچ کر انتقال کر گیا۔ اور اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا۔ رافع نے مامون کے زمانہ میں بلا جنگ طاعت قبول کر لی۔

ہارون کا پہلا وزیر یحییٰ بن خالد برکی تھا۔ چونکہ برکی خاندان **وزارت** نہایت نامور اور مشہور ہے اور ان کی تاریخ کا زیادہ تر تعلق ہارون ہی کے عہد کے ساتھ ہے اس لئے اس موقع پر اس کا حال مختصراً لکھ دینا مناسب ہے۔

ان کا جد اعلیٰ برمک بلخ کے آشکدہ نو بہار کا موبد اور مجوسیوں کا بڑا معزز اور محترم پیشوا تھا۔ خراسان میں جب عباسی خلافت کی تبلیغ کی گئی تو اس کا بیٹا خالد جو مسلمان تھا اس میں شریک ہو کر اس کا

ایک رکن بن گیا۔ خلافت عباسیہ کے قائم ہو جانے پر جس وقت ابو سلمہ  
 خلال وزیر آل محمد قتل کیا گیا۔ اس وقت سفاح نے خالد کو جو جس کے  
 حق خدمت نیز قابلیت اور لیاقت کے وزارت کا منصب عطا کیا منصور  
 نے بھی اپنے عہد میں تھوڑے دنوں اس کو اسی جگہ پر رکھا۔ پھر فارس کا  
 والی بنا کر بھیجا۔ ۱۵۸ھ میں وہ خراج نہ پیش سکا۔ منصور نے اس کے ذمہ  
 تیس لاکھ درہم بقایا رکال کر اس کو بغداد میں طلب کیا اور ادائیگی کے  
 لئے صرف تین دن کی مہلت دی۔ اس نے دو دن میں اپنے دوستوں سے  
 جمع کر کے یہ رقم خزانہ میں داخل کر دی۔ منصور نے پھر اس کو موصل کی امارت  
 پر بھیج دیا۔

خالد نہایت عاقل و فرزانه اور مدبر تھا اور باوجود اس کے کہ سخت  
 گیر نہ تھا اس کا رعب بہت تھا۔ اس نے ۱۶۳ھ میں وفات پائی۔

خالد کا بیٹا یحییٰ تھا۔ جس کی ولادت ۱۲۰ھ میں

**یحییٰ بن خالد**

ہوئی تھی۔ اس کو منصور نے ۱۵۸ھ میں آذربایجان

کی سرحد کی امارت پر بھیجا۔ ہاں اس نے اس خوبی سے اپنا فرض انجام دیا کہ

دربار میں اس کی عزت بڑھ گئی۔ مہدی نے ۱۶۳ھ میں اس کو بلا کر اپنے

بیٹے ہارون کا کاتب اور تابع مقرر کیا۔ ہارون اس کو آباہتھا اور اس

کے بیٹے فضل کو بھائی سمجھتا تھا کیونکہ ان دونوں کی ولادت تقریباً ایک



ہی زمانہ میں ہوئی تھی۔ پچی کی بیوی ہارون کو اور خیران فضل کو دودھ پلایا کرتی تھی۔

۱۶۳ھ میں ہارون جب رومیوں کے مقابلہ میں بھیجا گیا تو پچی اس کے ساتھ تھا۔ اور اس مہم کا کل انتظام اس کے سپرد تھا۔ ۱۶۳ھ میں مہدی نے ہارون کو انبار سے لیکر مغرب تک امارت عطا فرمائی اس کا سارا بند و بست پچی کے ذمہ تھا۔ ہادی نے بھی اپنے زمانہ میں پچی کو بدستور ہارون کے پاس رہنے دیا۔ پھر اس نے چاہا کہ ہارون سے دست برداری لکھا کر اپنے بیٹے جعفر کو ولیعہد بنائے اس کے لئے ہارون پر سختی شروع کی یہاں تک کہ وہ راضی بھی ہو گیا تھا۔ اور کہتا تھا میری خوشی کے لئے زہیدہ کافی ہے میں اس کے ساتھ آرام سے زندگی بسر کروں گا مجھے سلطنت کے جھگڑوں سے کیا واسطہ۔ لیکن پچی نے اس کو باز رکھا۔ اور کہا کہ دست بردار ہو جانے کے بعد کیا معلوم کہ تمہیں لوگ تمہارے حسب منشا زندگی بھی گزارنے دیں۔

ہادی کے یہاں شکایت گزری کہ ہارون جعفر کی ولیعہد پر راضی ہے لیکن پچی کی شرارت ہے کہ وہ اس کو دست بردار نہیں ہونے دیتا۔ ہادی نے پچی کو بلا کر کہا کہ تم کیوں ہارون کو میری مخالفت پر آمادہ کرتے ہو اس نے کہا کہ میں کون ہونا ہوں کہ آپ کے ادراپ کے بھائی کے درمیان میں پڑوں

لیکن خلیفہ سابق اور نیز آپ نے ہارون کے کاروبار میرے سپرد کئے ہیں  
اس لئے میں اس کی خیر خواہی کا فرض بحال لاتا ہوں۔

وہ خلیفہ مہدی کے فرمان کے مطابق ولیعہد ہے اگر آپ خود اس  
عہد کو توڑیں گے تو پھر پیمان کی کوئی قیمت باقی نہ رہے گی اور آپ کے بعد  
دوسرے لوگ بھی آپ کے عہد کی توقیر نہیں کریں گے۔

جعفر ابھی بہت کم سن ہے ہارون اگر ولیعہد نہ بھی ہوتا تو بھی آپ  
کے لئے یہ زیبا تھا کہ خود اس کو ولیعہد بناتے اس کے بعد جعفر کو رکھنے  
چہ جائے کہ اس کے برعکس اس کو معزول کر کے جعفر کو ولیعہد بنا رہے ہیں  
یہی کی اس معقول گفتگو کو سن کر ہادی خاموش ہو گیا لیکن اہل

غرض کے اکسانے سے پھر اس نے ہارون پر دباؤ ڈالا اس وقت بچی کے  
مشورہ سے اس نے شکار کی اجازت طلب کی ہادی نے چند روز کی اجازت  
دی۔ اور تا کیڈ کی کہ ٹھیک وقت پر واپس آ جانا۔ لیکن وہ بچی کے ساتھ

نکل کر قصر مقاتل کی طرف چلا گیا۔ اور چالیس دن وہاں گزار دیئے ہادی  
پر یہ امر نہایت شاق گذرا اس نے بار بار واپسی کے احکام بھیجے۔ لیکن  
ہارون ان کو نالتا رہا۔ دربار میں اب اس کے متعلق طرح طرح کے خیالات  
پیدا ہونے لگے اور بعض لوگوں نے صاف صاف کہنا شروع کیا کہ وہ لجاجت  
کی تیاری کر رہا ہے۔ فضل بن یحییٰ دربار میں موجود تھا وہ یہاں کی سلامی

کیفیت مخفی طور پر ہارون کے پاس لکھ کر بھیجا کرتا تھا۔  
 ہادی یحییٰ سے بدگمان ہو گیا اور اس کو لکھا کہ اگر تم اس فساد انگیزی  
 سے باز نہیں آؤ گے تو قتل کئے جاؤ گے۔ لیکن اسی درمیان میں ہادی بیمار  
 ہوا اور تین روز کے اندر انتقال کر گیا۔

یحییٰ نے اس موقع پر نہایت دانشمندی کے ساتھ ہارون کی بیعت  
 اور خلافت کے معاملے کو طے کیا جب وہ خلیفہ ہو گیا۔ تو اس نے وزارت  
 یحییٰ کے سپرد کی اور کہا کہ میں ملک کا سارا کاروبار اپنے کندھے پر سے  
 تمہارے کندھے پر رکھتا ہوں تم سببہاہ و سپید کے مالک ہو جو چاہو کرو  
 جس کو چاہو رکھو اور جس کو چاہو معزول کرو۔

حیران جو ہادی کے زمانہ میں امور سلطنت سے بے تعلق کر دی  
 گئی تھی اب پھر ذخیل ہو گئی اور یحییٰ اس کی رائے سے مہمات انجام دینے لگا۔  
 یحییٰ عاقل۔ عالم۔ ادیب اور علم پرور تھا اور سخی ایسا تھا کہ اس کی  
 فیاضی کی داستانیں سن کر عقل حیران ہو جاتی ہے دور دور سے اہل علم و فضل  
 اس کے یہاں آنے لگے اور اس کی ذات مرجع آفاق بن گئی۔ ۱۷۱ھ میں  
 ہارون نے مہر خلافت کا دفتر اسی کے سپرد کر دیا۔

یحییٰ کے چار بیٹے تھے فضل، جعفر، محمد، اور موسیٰ ان میں سے

ہر ایک علم و فضل میں فرد اور خود و کرم میں یکساں تھے۔

یہ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا تھا۔ اس کی  
**فضل بن یحییٰ** ولادت ۱۲۸۶ھ میں ہوئی تھی۔ اس نے ہارون  
 الرشید کے ساتھ نرسیت پائی جو ان ہونے کے بعد امور سلطنت میں اپنے  
 باپ کی امداد کرنے لگا اکثر بڑے بڑے کارناموں میں اس کی قائم مقامی  
 کرتا تھا۔

ہارون الرشید کا بیٹا امین جب پیدا ہوا تو اس نے اس کو پرورش  
 کئے لئے فضل کے حوالہ کیا۔ اور یہی اس کا اتالیق بھی رہا۔ ۱۳۶۶ھ میں یحییٰ بن  
 عبداللہ نے بلاد ولیم میں جا کر جو مخالفت کا اعلان کیا تھا اس کی مہم پر یہی  
 بھیجا گیا تھا۔ اس نے نہایت خوبی کے ساتھ بلا خونریزی کے اس معاملہ کو  
 طے کر دیا۔ ہارون کے دل میں اس وقت سے اس کی وقعت اور بھی بڑھ  
 گئی چنانچہ ۱۳۸۶ھ میں اس کو خراسان کا والی بنا کر بھیجا اس نے وہاں  
 اس دامان قائم کیا۔ اثر و سنہ کے بادشاہ سے جو مخالف ہو گیا تھا جنگ کی  
 اور اس کو پھر مطیع کیا۔ اس ملک میں جا بجا لنگر خانے بنوائے اور مسجدیں تعمیر کیں  
 خراسانیوں کی ایک فوج مرتب کی جن کی تعداد پانچ لاکھ تھی اور اس فوج کا  
 نام عباسیہ رکھا۔ ۱۳۹۶ھ میں جب یہ خراسان سے واپس آیا تو اس  
 میں سے بیس ہزار آدمیوں کو اپنے ساتھ بغداد میں لایا۔ ہارون مع امراء اور  
 شاہزادوں کے خود اس کے استقبال کے لئے شہر سے نکلا۔ اس کے بعد

مہر خلافت پھینے سے لیکر اس کے حوالہ کی۔  
 ملکی یا فوجی جس قسم کے کام فضل کے سپرد کئے گئے ہر ایک کو اس نے  
 نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ خاندان برامکہ میں لیاقت اور سخاوت  
 کے لحاظ سے اس کا رتبہ سب سے فائق تر تھا۔ یحییٰ وزیر اعظم کے ساتھ لوگ اس کو  
 وزیر صیغہ کہتے تھے۔

یحییٰ کا دوسرا بیٹا جعفر بارون کا ہمدوم و ہم نشین اور  
**جعفر بن یحییٰ** حسن خلق، فیاضی، فصاحت اور بلاغت میں یگانہ  
 عصر تھا۔ بارون اس کے برابر کسی کو عزیز نہیں رکھتا تھا اور فضل سے بھی  
 زیادہ اس کے ساتھ مانوس تھا۔ کیونکہ فضل کے مزاج میں کسی قدر خشونت  
 تھی اور یہ لطیف الطبع تھا۔

ایک بار بارون نے یحییٰ سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ لوگ فضل کو  
 وزیر صیغہ کہتے ہیں اور جعفر کو اس لقب سے نہیں پکارتے اس نے خواب دیا کہ  
 فضل چونکہ امور سلطنت میں میری قائم مقامی کرتا ہے اور بڑے بڑے دفاتر  
 اس کے متعلق ہیں اس لئے اس کا لقب یہ ہو گیا۔ اور جعفر آپ کی ہم نشینی کی  
 مشغولیت سے مہمات دولت میں زیادہ ذلیل نہیں ہے۔ بارون نے  
 جعفر کو اسی وقت قصر خلافت کے کل معاملات کا قبیل بنا دیا۔ پھر یحییٰ سے  
 کہا کہ مجھے تو شرم معلوم ہوتی ہے تم خود فضل کو لکھو کہ وہ خاتم خلافت

جعفر کے حوالہ کر دے اس نے فضل کو لکھ دیا کہ امیر المومنین فرماتے ہیں کہ  
 مہر خلافت تم اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ میں دیدو وہ اس کا مطلب  
 سمجھ گیا۔ اور خاتم خلافت جعفر کے سپرد کر دی۔ اس کے بعد جعفر بھی وزیر  
 صیغر مشہور ہو گیا۔

۱۷۶ء میں محل شاہی کی داروغگی کے ساتھ مہر کی ولایت کا عہدہ  
 بھی اس کو ملا۔ اس نے اپنی طرف سے عمران بن مہران کو وہاں بھیج دیا۔  
 ۱۸۰ء میں شام میں باہمی عصبیت کی وجہ سے قبائل میں سخت  
 شورش برپا ہوئی۔ ہارون نے اس مہم پر جعفر کو بھیجا۔ اس نے جا کر ان میں  
 باہم مصالحت کرائی۔ اور جو لوگ شریار و رقنہ پر دازتھے ان کی گوشالی کی  
 امن و امان قائم کرنے کے بعد بغداد واپس آیا۔ ہارون نے اس موقع پر دوبارہ  
 کیا۔ شعراء نے جعفر کی مدح میں قصائد پڑھے۔ پھر اس نے مجمع کے سامنے  
 ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ جس سے غرض یہ نکلی کہ ہارون شامیوں پر مہربان  
 ہو کر ان کے قصور کو بخش دے اس کے بعد ہارون نے اس کو خراسان کا  
 والی مقرر کیا۔ لیکن بسیں روز کے بعد بجائے ولایت خراسان کے بغداد کا امیر  
 یعنی کو تو ال بنایا۔ اس نے ہرثمہ بن اعین کو جو اس عہد کا ایک نامور سپہ سالار  
 تھا اپنا نائب کر کے یہ خدمت اس کے سپرد کی

جس طرح فضل بن یحییٰ شاہزادہ امین کا اتالیق تھا اسی طرح جعفر

مامون کا اتالیق تھا۔ اور اس کوشش میں رہتا تھا کہ ہارون اس کو ولیعہد بنا دے۔ ۸۲ھ میں ہارون نے مامون کی ولایت عہد کا فرمان لکھا اور مشرق کی کل ولایتیں اس کے سپرد ہوئیں۔

موسیٰ اپنے تمام بھائیوں میں شجاع تر تھا وہ قونج

**موسے بن یحییٰ**

میں بڑا منصب رکھتا تھا۔ علی بن عیسیٰ خراسان

کے معزول والی نے ہارون سے اس کی شکایت کی کہ اسی نے خطوط لکھ کر

وہاں کے روسا کو پیرے خلاف بھڑکایا تھا۔ اس وجہ سے ہارون اس کی طرف

سے بدگمان ہو گیا تھا۔ تھوڑے دنوں کے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ موسیٰ پر قرض

کا بار زیادہ بڑھ گیا اور وہ قرض خواہوں کے خوف سے روپوش ہو گیا۔

ہارون نے لوگوں سے کہا کہ وہ ضرور چھپ کر خراسان چلا گیا ہو گا۔ ایسا نہ ہو کہ

وہاں کوئی فتنہ پھا کرے۔ ہارون اس کی جستجو میں پڑا۔ ۸۷ھ میں جب وہ

حج کو چلا تو جب میں موسیٰ اس کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ ہارون نے اس کو

قید کر دیا۔ اس کی مال یعنی وزیر اعظم یحییٰ کی بیوی سفارش کے لئے آئی ہارون چونکہ

اس کی کسی سفارش کو مسترد نہیں کرتا تھا اس لئے موسیٰ کو چھوڑ دیا۔ لیکن یہ

حکم دیا کہ یحییٰ خود آکر اس کا ضامن ہو۔ چنانچہ یحییٰ نے یہ ذمہ داری لی کہ وہ

اس کو اپنی نگرانی میں رکھے گا۔

**محمد بن یحییٰ** | یہ بھی فوجی عہدہ پر تھا۔ اس کو اس قدر شہرت نصیب

نہیں ہوئی جس قدر کہ اس کے اور بھائیوں نے جاہل کی۔

یہ ہر ملی خاندان عزت و دولت، سخاوت، علم و ادب اور علماء پروری میں اس زمانہ میں ممتاز اور شعرا و ادبا و غیرہ کا کعبہ حاجات اور قبلہ مقاصد تھا۔

ان کے جود و کرم اور داد و دہش کے سامنے تمام پرانی داستانیں فنا ہو گئیں۔ ان کے کارنامے ہارون الرشید کے عہد کی تاریخ کی زینتیں۔

شخصی اور استبدادی سلطنتوں میں جب کسی امیر یا

**زوال برآمد**

وزیر کا پایہ بلند ہو جاتا ہے تو یا تو وہ خود اپنے رنج و

کے بھروسہ پر اپنی حد سے بڑھ جاتا ہے جس کی وجہ سے بادشاہ اس کے اقتدار کو

اپنے اختیارات میں محفل پا کر اس کا خاتمہ کر دیتا ہے یا اس کے حاسد اور

دشمن پیدا ہو جاتے ہیں جو بادشاہ کے کان اس کی طرف سے بھرتے رہتے ہیں

یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کو مخالف بنا کر اپنے حریف کو مٹا دیتے ہیں۔

ابو جعفر منصور نے ابو مسلم کے روز افزوں عروج کو دیکھ کر اس کو

قتل کیا۔ پھر اپنے وزیر ابو عبد اللہ کو قید کر کے اس کے اموال ضبط کر لئے۔

اسی طرح سہری نے اپنے دروڑوں و بیرونی ابو علیہ اللہ اور یعقوب بن

داؤد کو سزا دیں۔ یہ سب واقعات ہارون سے پہلے خود اس کے خاندان

میں گزر چکے تھے۔

بریکوں کے بھی اس بلند اور عالی شان رتبہ کو دیکھ کر بعض امرا کے



دل میں حسد نے جوش مارا۔ اور انہوں نے ان کے خلاف ہارون کو ابھارتا  
 شروع کیا۔ ہارون کا مزاج سلطنت کے معاملہ میں نہایت شکنجی بلکہ وہی واقع  
 ہوا تھا۔ ان حاسدوں نے اسی راہ سے اس کے دل میں برا مکہ کے خلاف  
 عداوت کی آگ پھونکنی شروع کی اور ان کے خلوص کی طرف سے جو ذرا برکی  
 خاص ترین صفت ہونی چاہیے۔ اس کو بدظن کر دیا۔ اور اس کے دل میں یہ  
 بات جمادی کہ برا مکہ بہ نسبت عباسیہ کے علویہ کی امامت کے زیادہ خواہاں ہیں۔  
 ان مخالفین میں سے مقدم فضل بن ربیع تھا یہ منصور کے مشہور  
 حاجب ربیع بن یونس کا بیٹا تھا۔ جیسے برکی اس شخص کو پسند نہیں کرتا تھا۔  
 ہارون کے آغاز خلافت میں چونکہ اس کی والدہ خیزران اور جیسے وہی دونوں  
 تمام امور سلطنت پر حاوی تھے اس لئے فضل بن ربیع کو کوئی منصب نہیں  
 مل سکا۔ ہارون نے بھی چاہا کہ کوئی ولایت اس کے سپرد کرے لیکن خیزران نے  
 اس کو روک دیا۔

۳۷ھ میں جس دن خیزران نے وفات پائی اسی دن ہارون نے  
 اس کو بلا کر جعفر بن یحییٰ سے مہر خلافت لے کر اس کے حوالہ کر دی نیز متعدد  
 بڑے بڑے عہدے اس کو دیئے۔ اور صارت عامہ و خاصہ کا بخشی مقرر کیا۔  
 دربار میں درخور پاجانے کے بعد اب یہ بڑھپوں کی پوست کشی پر آمادہ  
 ہوا۔ لیکن چونکہ ان کا رسوخ نہ ہوا تھا اور قصر خلافت کے

اکثر عہدے نیز فوجی و ملکی مناصب وغیرہ انھیں کے ہاتھ میں تھے اس  
وجہ سے اپنے آپ کو ان کے مقابلہ میں بے اثر پاتا تھا۔

۱۷۶ھ میں یحییٰ بن عبداللہ کا واقعہ پیش آیا۔ جنہوں نے بلاد ولیم  
میں پہنچ کر اپنی امامت کا جھنڈا کھڑا کیا۔ فضل بن یحییٰ برمکی اس مہم پر بھیجا گیا  
تھا وہ دس لاکھ درہم صرف کر کے وہاں کے قلعہ سے ان کو نکال کر بغداد میں  
لایا تھا ہارون نے مظاہن اور خوش ہو کر امان نامہ لکھ دیا تھا۔ اور ان کو فضل  
برمکی کے سپرد کیا تھا جہاں وہ عیش و عشرت کے ساتھ رہتے تھے۔

فضل بن ربیع نے ہارون کے کان بھر کر شروع کئے کہ یحییٰ بن عبداللہ  
بغادت کی تیاری کر رہے تھے۔ اور ہرا مکنان کے ساتھ چونکہ ان کے ساتھ عقیدت  
رکھتے ہیں اس لئے ان کی امداد کر رہے ہیں۔ نیز لیکار بن عبداللہ زبیری نے بھی  
جوال علی کا سخت ترین دشمن تھا ہارون سے امام موصوف کی اسی قسم کی شکایتیں  
کیں اور کہا کہ وہ مخالفت کا سامان کر چکے ہیں۔ اور ہرا مکنان کے لئے آسانیاں  
بہم پہنچا رہے ہیں۔ ہارون چونکہ ملکی خطرات سے بہت ڈرتا تھا اس لئے اس  
نے امام یحییٰ کو ہرا مکنان سے لیکر قید سخت میں ڈال دیا۔ پھر ارادہ کیا کہ قتل کرانے  
لیکن چونکہ امان نامہ لکھ چکا تھا اس لئے بدنامی کے خیال سے پس و پیش ہوا۔  
علما کو بلا کر ان سے استدرا د امان کا قوسی طلب کیا۔ قاضی ابوالنخعی نے  
کہہ دیا کہ امان منسوخ ہے چنانچہ ہارون نے ان کو قاضی القضاة بنا دیا۔

لیکن امام محمد شاگرد ابو حنیفہ نے فتویٰ نہیں دیا اس لئے ان کی طرف سے اس کے دل میں کدورت بیٹھ گئی۔

برمیوں نے کوشش کی کہ امام یحییٰ کو چھڑائیں۔ چنانچہ جعفر کی سازش پر ہارون نے ان کو اسی کے سپرد کر دیا۔ جعفر نے اپنے رسوخ کے بھروسہ پر جو دربار خلافت میں اس کو حاصل تھا ان کو مخفی طور پر چھوڑ دیا۔ فضل بن ربیع نے اپنا ایک خاص جاسوس جعفر کے یہاں لگا رکھا تھا اس کے ذریعہ سے یہ خبر اس کو مل گئی اس نے فوراً پہنچ کر ہارون کو مطلع کیا۔ ہارون نے ظاہر میں بے پردہی سے اس کو جواب دیا کہ تمہیں اس سے کیا سروکار۔ ممکن ہے کہ اس نے میری خواہش کے مطابق اس کو چھوڑا ہو۔ لیکن اس کے دل میں اس سے تشویش پیدا ہو گئی۔ کھانے کے وقت جعفر آیا اور دسترخوان پر ہارون نے اس سے مختلف قسم کی باتیں کیں آخر میں امام یحییٰ کا حال پوچھا اس نے کہا کہ بدستور میرے پاس ہیں ہارون نے کہا کہ قسم تو کھاؤ۔ یہ سنکر اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اور سمجھ گیا کہ میری کارروائی کی اطلاع پہنچ چکی ہے جو اب دیا کہ میں نے یہ دیکھ کر کہ اب ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے ان کو یہاں سے رخصت کر دیا۔ ہارون نے بات ٹالنے کے لئے کہا کہ خوب کیا۔ میں بھی یہی چاہتا تھا جب جعفر دوبار سے رخصت ہوا تو برابر اس کے پیچھے نظر جمائے دیکھتا رہا۔ اور جس وقت وہ لگاہ سے اوجھل ہونے لگا دانت پس کر آہستہ سے کہا کہ اگر میں نے تم کو قتل

نہ کیا تو کچھ بھی نہ کیا۔

ہارون کی بیوی زبیدہ بھی جعفر کی سخت دشمن تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ مامون کا اتالیق تھا جو زبیدہ کا سوتیلا بیٹا تھا اور اس کی منشا کے خلاف کوشش کر کے امین کے بعد اس کی ولیعهدی کا فرمان لکھوا دیا تھا۔ بلکہ ہارون کو اس بات پر آمادہ کرنا رہتا کہ امین کو ولیعهدی سے نکال کر مامون ہی کو ولیعهد رکھے۔ اس وجہ سے زبیدہ بھی ہارون کو اس کی طرف سے بھڑکانی رہتی تھی۔

علی بن عیسیٰ سابق امیر خراسان بھی برمکیوں کا سخت دشمن تھا اس کو یقین تھا کہ میرے خلاف خراسان میں جو شور مچائیں گے وہ سب انھیں لوگوں کے اشارہ سے اٹھیں۔ علی کے علاوہ بھی بعض امرا ان کے دشمن تھے ان سب کی شکایات کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف جعفر بلکہ کل برمکی خاندان کی طرف سے ہارون کے دل میں شک پیدا ہو گیا۔

برمکیوں پر بھی یہ بات ظاہر ہو گئی کہ خلیفہ ان سے بدظن ہے اور حریم خلافت میں ان کے خلاف جذبات بھڑکے ہوئے ہیں کیونکہ کئی وزیر عظمیٰ بھی جب دربار میں آتا تو خدام اس کے سلام کے لئے نہیں کھڑے ہوتے تھے۔ اور اگر پینے کے لئے وہ کبھی پانی مانگتا تھا تو کسی بار پکارنے کے بعد مشکل سے اس کو ملتا تھا۔

آخر محرم ۱۸۵۰ء میں ہارون نے جعفر کو قتل کر دیا۔ اور بجز محمد بن خالد  
برمکی کے جس کی وفاداری پر اس کو اعتماد تھا۔ کل برمیوں بچے اور اس کے  
بیٹے فضل وغیرہ کو دیر قائم میں نظر بند کر دیا۔ ان کا سارا مال ضبط کر لیا اور  
جس قدر ان کے عمال تھے ان کی موقوفی کا فرمان لکھوا دیا۔

اسی اثنا میں یہ واقعہ پیش آیا کہ عبد الملک بن صالح بن  
**عبد الملک** علی بن عبد اللہ بن عباس نے جو درجہ نسب کے لحاظ سے  
سفلح اور منصور کا بھائی ہوتا تھا۔ اپنی خلافت کے لئے سازش شروع کی  
مگر خود اس کے بیٹے عبد الرحمن اور اس کے غلام قمامہ نے ہارون کو اس کے  
ارادہ سے مطلع کر دیا۔ اس نے عبد الملک کو گرفتار کیا۔

اس معاملہ میں بھی اس کو یقین دلایا گیا کہ یہ برمیوں کی سازش سے ہوا ہے  
اس لئے پچی برمی کو طلب کر کے کیفیت پوچھی اور کہا کہ اگر تم عبد الملک کی  
بیت کے متعلق مجھ کو اصلی حقیقت سے مطلع کر دو گے تو میں تم کو تمہارا  
منصب پھر دیدوں گا۔ اس نے کہا مجھے عبد الملک کی بیت کی خرابی کی مطلق  
اطلاع نہیں ہے اور اگر ہوتی تو میں آپ کو پہلے ہی آگاہ کر دیتا۔ کیونکہ میں آپ  
کی حکومت میں شریک تھا۔ اور اس کا ساتھ کبھی نہ دیتا۔ اس لئے کہ وہ خلافت  
حاصل کرنے کے بعد معلوم نہیں میرے ساتھ کیا سلوک کرتا۔

ہارون کو اس کی بات پر یقین نہ آیا اور اس کا یہ شبہ دور نہ ہو سکا کہ

برامکہ بھی اس سازش میں شریک تھے۔ چنانچہ اس نے اب تک قید میں جو ان کو ہر طرح کا آرام دے رکھا تھا کہ ان کے لوکر اور خادم سب ان کے پاس تھے اس سے علیحدہ کر کے قید سخت میں ڈال دیا۔ اور بالآخر عظیم الشان خاندان جو اپنی خداداد قابلیت، لیاقت اور جود و کرم کی وجہ سے عہد ہار کی زینت تھاتا ہوا ویرا دی ہو گیا۔ ۱۹۰۳ء میں بھٹی نے اور ۱۹۳۱ء میں فضل نے قید ہی میں وفات پائی۔

بعض مورخین نے جنہوں نے اصلیت پر نظر نہیں ڈالی اس حادثہ کو ایک ناگہانی استبدادی جوش کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اور بعضوں نے دوز انکار باتیں مثلاً جعفر و عباسیہ کی بالکل جھوٹی داستان تراش کر اس کی توجیہ کی کوشش کی ہے۔ لیکن اصل حقیقت صرف یہی ہے کہ ہارون کی طبیعت ملکی خطرات میں دہم بلکہ وسواس کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ اور فضل بن یحییٰ فطرتاً مفسد اور فتنہ پرداز تھا۔ آگے معلوم ہو گا کہ اسی شخص کی فتنہ انگیزی سے امین اور ماموں میں لڑائی ہوئی اس نے بریکوں کے بڑھتے ہوئے عروج کو رشک و حسد کی نگاہ سے دیکھ کر ان کے خلاف سازشوں کا ایک جال بچھا دیا۔ اور ان وزرا کو جن سے خلافت کی عظمت قائم تھی مٹا دیا۔

ہارون نے برامکہ کے بعد وزارت عظمیٰ فضل مذکور کے سپرد کی

لیکن اس کے پاس وہ دل و دماغ کہاں تھا۔

ہارون نے رومی سرحدوں کا مرکز صرف ایک نقطہ بتایا اور

## احوال خارجیہ

دیا۔ اور ۳۷۳ھ میں عبدالملک بن صالح کو

کل سرحدی افواج کا سپہ سالار بنا کر وہاں رہنے کا حکم دیا۔ ولوک اعیان

قوس۔ النطاکیہ اور تیزین میں چھاؤنیاں بنوائیں کہ اسلامی فوجیں جب

رومیوں سے جنگ کر کے آئیں تو ان مقامات میں رہیں۔ ان کے مابین بڑے

بڑے قلعے تعمیر کرائے۔ ایفیس کے متصل ہارون کے خادم ابو سلیم تہرکی نے

شہر طوس آباد کیا۔ جو ہارون کی کوشش سے نہایت آباد مقام ہو گیا۔

صائفہ فوج کا امیر عبدالرحمن بن صالح تھا۔ ۳۷۵ھ میں یہ

افریطیہ تک پہنچ گیا تھا۔ ۳۸۱ھ میں ہارون خود صائفہ فوج کو لے کر

رومیوں پر حملہ اور ہوا۔ اور حصن صفصات کو فتح کیا۔ عبدالملک بن

صالح رومیوں کے تعاقب میں انگورہ تک پہنچا تھا اس نے اپنے قرائن سپاہی

کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ ۳۸۶ھ میں نکتہ بگرامہ کے بعد جب

ہارون نے اس کو گرفتار کر لیا۔ تو اس کے بجائے اپنے بیٹے قاسم کو بھیجا۔

قاسم ایک طرف سے خود رومیوں پر بڑھا اور دوسری طرف سے عباس

بن جعفر کو بڑھنے کا حکم دیا۔ قلعہ قرہ اور قلعہ سنان پر پہنچ کر ان کا محاصرہ

کیا۔ وہاں کے لوگوں نے صلح کر لی اور ۳۲۰ مسلمان قیدیوں کو جو ان کے

پاس تھے چھوڑ دیا۔

قسطنطینیہ میں اس زمانہ میں ملکہ ایرینی فرماں روا تھی فرانس کا بادشاہ  
شارلمین جس نے روم کو فتح کر لیا تھا۔ چاہتا تھا کہ مغربی اور مشرقی رومی  
ممالک کو ملا کر پھر ایک بڑی سلطنت قائم کرے۔ بلکہ مذکورہ نے یہ دیکھا کہ  
وہ شارلمین اور انتظامی فوج دونوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی خوشامد کر کے  
بارون کو صلح پر راضی کیا اور سالانہ جریمہ میں ایک رقم دنیا منظور کیا۔  
۳۳۷ء میں ملکہ ایرینی کو اراکین سلطنت نے تخت سے اتار کر نقفور  
کو اس کی جگہ بادشاہ بنایا۔ اس نے شارلمین سے صلح کر کے اپنی سلطنت کے  
حدود قائم کر لئے۔ پھر بارون کو لکھا کہ عورت کی کمزور حکومت میں تم نے  
جو رقم ہماری سلطنت سے وصول کر لی ہے اس کو واپس کر دو نیز اپنی  
دست درازی کا جرمانہ بھی دو۔ ورنہ ہم بڑے شمشیر لے لیں گے۔ بارون نے  
جس وقت اس خط کو پڑھا جوش غضب سے اس کا چہرہ ایسا تھما اٹھا کہ کسی  
کی مجال دیکھی کہ اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے۔ کل درباری یہاں تک کہ وزیر بھی اس  
کے سامنے سے اٹھ کر ادھر ادھر بیٹ گئے۔ پھر اس نے اپنے قلم سے خود نقفور  
کو لکھا کہ :-

۔ اس کا جواب وہ ہے جو تو آنکھوں سے دیکھے گا نہ کہ کانوں سے سنے گا۔

اس کے بعد ہی روز فوج لے کر کوچ کیا اور رومی حدود میں پہنچ کر قلعہ



کے ارد گرد خیمے ڈالے کشت و خون سے عاجز آکر رومی مغلوب ہو گئے۔ اور  
 نقفور نے مجبور ہو کر پھر سالانہ جزیہ پر صلح کر لی۔ لیکن اسلامی فوج وہاں سے  
 واپس ہو کر جب رقبہ میں پہنچی تو معلوم ہوا کہ نقفور نے پیمانہ کو توڑ ڈالا۔ ہارون  
 کے غصہ کے خیال سے کسی کی یہ ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اس کو اس امر کی اطلاع  
 دے سکے۔ اس لئے ابو محمد عبداللہ بن یوسف شاعر کو اس کے پاس بھیجا اس  
 نے ایک نظم سنائی جس میں نقفور کی عہد شکنی کا لطیف پیرایہ میں ذکر تھا۔  
 ہارون نے پوچھا کہ کیا واقعی اس نے ایسا کیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ ہر چند  
 کہ برف باری کا موسم تھا اور شدت کی سردی پڑ رہی تھی۔ مگر وہ فوجیں  
 لے کر پلٹا۔ اور نقفور کو مغلوب کر کے اس سے جزیہ وصول کیا۔

ترقیوں میں اسی طرح جنگ کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ ۸۹ھ میں  
 قیسیوں کا تبادلہ ہوا۔ ۹۰ھ میں ہارون نے علاوہ رضا کاروں اور غیر  
 ملازمین مجاہدوں کے ایک لاکھ سترہ ہزار فوج لے کر رومیوں پر چڑھائی  
 کی۔ ہر قلعہ کو فتح کیا۔ وہاں عقبہ بن جعفر کو امیر مقرر کر کے خود آگے بڑھ کر طوانہ  
 میں پہنچا۔ حمید بن معین کو جو سواحل شام کا امیر البحر تھا۔ قبرص کی طرف  
 بھیجا اس نے وہاں فیضہ کیا۔ طوانہ میں رومیوں نے شکست کھائی۔ نقفور  
 نے جزیہ پر صلح کی۔ اور پچاس ہزار دینار بھیجے جس میں خود اپنا جزیہ چار دینار  
 اور اپنے بیٹے اسحاق کا دو دینار شامل کیا تھا۔ اور اپنے دو بڑے بھائیوں

کے ہاتھ ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ ہر قلعہ جو فلاں شخص کی لڑکی میرے بیٹے سے منسوب تھی۔ اسلامی فوج کے مال غنیمت میں لگتی ہے اگر آپ از راہ عنایت میری درخواست قبول فرما کر اس کو میرے بیٹے کے لئے دے دیں تو شکرگزاری کا باعث ہوگا۔

ہارون کے اس لڑکی کو طلب کیا وہ سامنے لائی گئی اس کو آراستہ کر کے ہر قسم کے عروسانہ سہارو سامان کے ساتھ بطریقوں کے حوالہ کر دیا۔ اور اپنے قاصد کے ہاتھ عطریات اور تحفے بھی بھیجے۔ نقفور نے قاصد کو پچاس ہزار درہم دیئے اور انواع و اقسام کے تحفے، گھوڑے، شکاری کتے اور باد ہارون کے لئے بھیجے۔ فریقین میں یہ عہد نامہ ہوا کہ مسلمان صحلہ اور سنان کے قلعوں کو نہ توڑیں گے اور رومی ہر قلعہ کو نہ آباد کریں گے اور ہر سال تین لاکھ دینار جزیہ دیتے رہیں گے۔ ہارون چونکہ جنگ و جہاد میں خود شریک ہونا تھا۔ علاوہ بریں ہرثمہ بن اعین۔ عبید اللہ بن مالک سعید بن مسلم بن قتیبہ اور محمد بن یزید وغیرہ بڑے بڑے شجاع سپہ سالار اس کی فوج میں تھے۔ اس وجہ سے اسلامی قوت ہمسایہ سلطنتوں کے اوپر بہت غالب تھی۔

شارلمین بادشاہ فرانس نے لمبارڈیا پر قبضہ

کر کے سکیں قوم کو جو جرمنی میں رہتی تھی اور

مغربی روم

بت پرست تھی۔ عیسائی بنا لیا تھا۔ پھر اس نے المانیہ اور اطالیہ کو بھی فتح کر لیا۔ اس کا منصوبہ یہ تھا کہ مشرقی رومی ممالک کو بھی اپنے قبضہ اقتدار میں لاکر ایک عظیم الشان سلطنت قائم کرے۔ اور خلافت اسلامیہ میں وہی دین عیسوی کا علم بردار اور زائرینِ قدس کا حامی تسلیم کیا جائے اسی کے ساتھ اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ یورپ میں بنی امیہ کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روک دے۔ اس غرض کے لئے اس نے دوبار بغداد سے اپنا تعلق پیدا کرنا چاہا۔ اور ہارون کے پاس سیفر بھیجے۔

بنی عباس چونکہ بنی امیہ کے دشمن تھے اس لئے ہارون نے گرجوشی کے ساتھ ان سیفروں کا استقبال کیا۔ اور پھر اپنے سیفر بھی تحفے اور ہدیے دیکر قرنش میں بھیجے۔ شارلمین نے بھی ان کی تکریم و تعظیم کی اس طرح پورے دو دنوں سلطنتوں میں دوستانہ مراسم قائم ہو گئے۔

شارلمین نے اس سے دو فائدے حاصل کئے۔ ایک تو یہ کہ اس کو ہارون کی دوستی کی وجہ سے اندلس کے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے اور ان کے مقابلہ میں ان کے دشمنوں اور مخالفوں کو آزادی کے ساتھ مدد دینے کا موقعہ ہاتھ آگیا دوسرے یہ کہ خلافت اسلامیہ کے نزدیک اس کا رتبہ شاہِ لقفوز سے بڑتر ہو گیا۔

علاوہ بریں اس زمانہ میں یورپ میں رومیوں کے اوپر بربروں

کے تسلط کی وجہ سے علم کا چراغ بجھ چکا تھا اور ہر طرف جہالت کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور مسلمانوں کی حالت بعد ازاں اور فزطرطیہ میں اس کے بالکل برعکس تھی اس لئے شارلمین نے یہ چاہا کہ مسلمانوں کی دوستی سے وہ علمی فائدہ بھی حاصل کرے اور اپنی سلطنت کے قوانین کو دولت بغداد کے اصول پر ترتیب دے۔ اس نے ایک یہودی طبیب کو جس کا نام اسحاق تھا اس نے قرطیہ میں تعلیم پائی تھی ہارون کے دربار میں بھیجا وہ چار سال یہاں رہا۔ اس کے بعد واپس گیا ہارون نے اس کے ساتھ اور بھی تین شخص بھیجے اور شارلمین کے لئے تحفہ میں ایک گھڑی۔ ایک ادغنون ایک ہاتھی اور چند قیمتی پارچہ ان کے ساتھ دیکر فرانس کے شاہی دربار کے بہت سے لوگوں نے اس گھڑی کو جادو کا کوئی طلسم سمجھا۔ اور بعضوں نے یہ خیال کیا کہ اس میں کوئی جن ہے جو گھنٹی بجانا ہے چنانچہ انہوں نے چاہا کہ اس کو توڑ ڈالیں لیکن شارلمین نے ان کو اس سے روکا۔

**قرطیہ** | بعد ازاں قرطیہ کے تعلقات باہمی نہایت برے اور افسوسناک تھے۔ ہارون بنی امیہ کو باغی اور دشمن سمجھتا تھا۔ اسی وجہ سے ان کو مٹانے اور فنا کرنے کا خواہش مند تھا۔ شارلمین کے ساتھ اس کے اتحاد و دوستی کی وجہ بنی امیہ کی عداوت تھی لیکن ان کی طاقت اور شوکت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ کسی کے بس کی نہیں تھی۔ شارلمین نے بھی

سر نیک کر دیکھ لیا۔ اور ان کا کچھ نہ کر سکا۔

ہارون ہنایت دیندار اور ذوالض شریعہ کا بڑا  
**صفات ہارون** پابند تھا۔ علاوہ ذوالض کے روزانہ سو رکعت

نماز پڑھتا تھا اور اپنے خاص مال میں سے ایک ہزار درہم خیرات کرتا تھا۔  
 بیت المال سے جو عطیے دیتا تھا ان کا کچھ شمار نہیں ہو سکتا۔ خلفاء بنی  
 عباس میں مامون کے سوائے اور کوئی اس قدر فیاض نہیں گزرا۔

رح سے بجز اس کے کہ جہاد میں مصروف ہو۔ کبھی غیر حاضر نہیں رہا اس  
 نے اپنے عہد خلافت میں زوح کئے۔ اور جب جب گیا اپنے ساتھ ایک سو عمار  
 اور فقہا کو مع ان کے اہل و عیال کے لے گیا جس سال رح میں نہیں جاسکتا۔  
 تھا اس سال اپنے عوض میں تین سو آدمیوں کو بھیجتا تھا۔

وعظ کا اس کے اوپر بہت اثر ہوتا تھا اور اکثر عمار کے مواعظ سنا  
 کرتا تھا۔ ابن سماک و اعظ جب کبھی دربار میں آتے تھے تو ان سے درخواست  
 کر کے وعظ سنتا تھا۔ اس حالت میں اکثر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے  
 تھے بلکہ بعض اذقات روتے روتے غشی تک لوہتا پہنچ جاتی تھی۔

ایک بار ابن سماک دربار میں بیٹھے ہوئے تھے ہارون نے پینے کے لئے  
 پانی مانگا جب پیالہ ہاتھ میں لیا تو ابن سماک نے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ پچ پر  
 بناؤ کہ یہ پانی تم سے روک لیا جائے تو کس قیمت پر اس کو خریدو گے۔ اس نے

کہا کہ سارا ملک دیکر۔ پھر جب پی چکا تو ابن سماک نے کہا کہ یہ پانی اگر تمہارے بدن میں رک جائے تو اس کو لکا لنے کے لئے کیا خرچ کر سکو گے اس نے کہا کل سلطنت۔ انہوں نے کہا کہ جس سلطنت کی قیمت ایک جرعہ آب سے بھی کم ہے وہ اس قابل نہیں کہ اس کے پیچھے ایک قطرہ بھی خون ناحق بہایا جائے یہ سنکر ہارون بہت رو دیا۔

جہاد فی سبیل اللہ کا اس کو بہت شوق تھا فوجوں کے ساتھ خود جاتا تھا۔ بلکہ اکثر آگے رہتا تھا۔ اس کے اخلاق میں شجاعت کا وصف ممتاز تھا۔ حیا اور مردت بھی اس میں بہت تھی۔ لیکن اس کا جوش غضب بھی بہت سخت تھا۔ اور اس حالت میں کوئی اس کے سامنے جانے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ دشمن جب اس کے قابو میں پڑتا تھا تو جلد سے جلد اس کو سخت سے سخت سزا دیتا تھا۔ اور بہت کم حالتوں میں معاف کرتا تھا۔ اس خاص صفت میں اس کا بیٹا مامون اس سے فوقیت لے گیا کیونکہ اس میں حلم اس سے زیادہ تھا۔

ہارون اپنے دادا منصور کے قدم بہ قدم تھا۔ لیکن جو دو بخشش میں اس کا پیرو نہیں تھا۔ ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر بڑے بڑے العالم دیتا تھا۔ خاص کر اپنی مدح شعرا سے نہایت گراں قیمت پر خریدتا تھا۔ راگ کا بھی شائق تھا اس کے زمانہ میں موسیقی کے بازار نے بہت

رواق پائی۔ اسحق موصلی وغیرہ بڑے بڑے نامور مغنی اس کے دربار میں جمع تھے۔  
 بنید جس کو علمائے عراق نے حلال کر دیا تھا پتیا تھا۔

ہارون اپنے ان صفات کی وجہ سے ممتاز اور نامور خلفائے اسلام  
 میں ہے۔ لیکن اس کے اندر یہ عیب بہت بڑا تھا کہ وہ متلون المزاج اور دہی  
 تھا۔ اور ہر قسم کی شکایتیں سننا تھا۔ جس کی وجہ سے فریب کاروں اور  
 خود غرضوں کو موقع مل گیا۔ انہوں نے غمازی کا دروازہ کھول دیا۔ اور بہترین  
 امرار و زرار اور سلطنت کے کارپردازوں کو اپنی سازشوں کا شکار بنایا۔  
 رافع بن لیث کی خراسان میں بغاوت کا حال سنکر

## وفات

۱۹۲ھ میں ہارون نے اپنے بیٹے محمد امین کو بغداد  
 میں اپنا قائم مقام بنایا۔ اور مامون کو اپنے ساتھ لے کر ایک جہاز قوت کے  
 ساتھ مشرق کی طرف روانہ ہوا۔ طوس میں پہنچ کر بیمار ہوا اور وہیں ۳ جمادی  
 الثانی ۱۹۳ھ مطابق ۲۲ مارچ ۸۰۸ء کو رات کے وقت انتقال کر گیا اسکے  
 بیٹے صالح نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ قبر طوس میں ہمدت خلافت ۲۳ سال ۸ ماہ روزہ کی  
 اولاد چار بیٹیاں اور ۱۲ بیٹے چھوڑے۔ بیٹوں کی تفصیل یہ ہے محمد امین زبیدیہ کے  
 لطن سر علی امینہ العزیزہ کے شکم سے جو موسیٰ ہادی کی ام ولد تھی اور عبد اللہ المامون  
 قاسم موکتن، محمد معتصم، صالح، محمد ابو عیسیٰ، محمد ابو یعقوب، محمد ابو العباس، محمد  
 ابوسلیمان، محمد ابو علی، محمد ابو احمد مختلف امہات الولد سے۔

## (۶) امین

محمد امین ابن ہارون الرشید۔ اس کی والدہ زبیدہ بنت جعفر بن منصور تھی۔ امین باپ اور ماں دونوں کی طرف سے ہاشمی ہے اور یہ وہ خاندانی خصوصیت ہے کہ سوائے حضرت علی اور امام حسن رضی اللہ عنہما کے اور کسی خلیفہ کو حاصل نہیں ہوئی۔

اس کی ولادت ۱۷۱ھ میں ہوئی تھی ہارون نے ۱۷۷ھ میں اس کی ولایت عہد کا فرمان لکھا۔ ۱۹۲ھ میں جب وہ خراسان کی طرف گیا تو اس کو بغداد میں اپنا قائم مقام کر گیا۔ طوس میں پہنچ کر اس نے وفات پائی۔ وہیں امرائے فوج نے امین کی خلافت کی بیعت لی۔ جب بغداد میں خبر آئی تو یہاں بیعت عام لی گئی۔

ہارون نے اپنے بیٹوں بیٹوں محمد امین۔ عبد اللہ  
احوال و انجلیہ المامون اور قاسم مومنین کو یکے بعد دیگرے



ولیعہد بنایا تھا۔ اور کل سلطنت کو ان تینوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ طوس  
 میں جب وہ بستر مرگ پر تھا اور مامون اس سے آگے بڑھ کر مرو میں پہنچ چکا  
 تھا۔ اس نے پھر امرار فوج اور وزرار بالخصوص ذیر اعظم فضل بن ربیع کو  
 بلا کر فرمان ولیعہدی کی تجددید کی۔ اور سب سے اس بات پر عہد لیا کہ یہ  
 فوج مامون کی ہے اس کو معہ جملہ ساز و سامان کے اسی کے پاس مرو میں  
 پہنچنا چاہیے۔

لیکن مامون چونکہ جعفر برملی کا تربیت کردہ اور اسی کی کوشش  
 سے ولیعہد ہوا تھا اس لئے اس کی طبیعت میں فضل بن ربیع کی طرف سے  
 جس نے برملی خاندان کو تباہ کر دیا تھا۔ کدورت تھی۔ ہارون جب انتقال  
 کر گیا تو فضل نے جو امین کے طرفداروں میں سے تھا امرار فوج کو جمع کر کے  
 کہا کہ ہم مامون کے پاس جا کر کیا کریں گے۔ ہم کو خلیفہ امین کے پاس چلنا چاہیے۔  
 وہ جیسا حکم دیں گے اس کے مطابق عمل کریں گے۔ اہل فوج کو وطن اور گھر  
 کے اشتیاق کی وجہ سے یہاں کے پسند آئی ہارون کی وصیت اور اس کے  
 عہد کو پس پشت ڈالا اور بغداد کی جانب کوچ کیا۔

مامون کو مرو میں جب ان حالات کا علم ہوا۔ تو اس نے امرار سے  
 مشورہ لیا کہ ایسی حالت میں ہم کو کیا کرنا چاہیے اکثر لوگوں نے یہ رائے  
 دی کہ آپ خود دہراہ سواروں کو لیکر جائیے اور اس فوج کو واپس لائیے

لیکن فضل بن سہل نے جو اس کے دربار میں سب سے زیادہ قدر اور مرتبہ رکھتا تھا۔ کہا کہ یہ رائے درست نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ کسی معتبر اور زبان آور شخص کو خط دیکر بھیجیں جو ان کو خلیفہ سابق کا عہد یاد دلا کر سمجھائے اور وہ اپنے مامون نے خط اور قاصد بھیجا وہ نیشاپور میں اس قوت سے آکر ملا لیکن اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اور فضل بن ربیع سب کو ساتھ لئے ہوئے بغداد چلا گیا۔

مامون اپنی اس قوت کے نکل جانے اور فضل کی اس مخالفت کی وجہ سے بہت مایوس اور غمگین ہوا لیکن فضل بن سہل نے اس کی ہمت کو قوی کیا اور کہا کہ ہم یہاں سب سامان کر لیں گے۔ مامون نے تمام کاروبار اسی کے متعلق کر دیا۔

ابن سہل کے مشورہ سے مامون نے سب سے پہلے مرو کے فقہار اور قضاة کو بلا لیا۔ اور ان کو حکم دیا کہ انصاف کے ساتھ بلا رو رعایت رعایا کے معاملات اور مقدمات کو طے کیا کریں۔ ان میں بیٹھیں۔ سب کے حق کا خیال رکھیں اور احیائے سنت کریں۔ مقصد اس سے یہ تھا کہ جمہور پر اثر پڑے اور ان کی ہمدردی حاصل ہو جائے۔

مامون نے شاہی فوج کے چلے جانے پر بھی امین کے پاس سلسلہ خطوط اور ہدیے بھیجنے شروع کئے اور کسی قسم کے غم و غصہ کا اظہار نہیں کیا

تاکہ اس کے دل میں مخالفت کا شک پیدا نہ ہو۔ امین بھی اس سے خوش تھا۔  
 فضل بن ربیع کو اپنی اس کارروائی کی وجہ سے یہ خطرہ ہو گیا تھا کہ  
 اگر خلافت کسی دن مامون کے ہاتھ میں آگئی تو میرا کہیں ٹھکانہ نہ رہے گا اس  
 لئے اس نے یہ کوشش شروع کی بلکہ امین۔ مامون اور موتمن جو لوگوں کو ولیعہدی  
 سے نکال کر اپنے بیٹے موسیٰ کو ولیعہدی کر دے۔ ہر چند امین کی یہ مرضی نہیں  
 تھی اور وہ چاہتا تھا کہ باپ کے عہد کو پورا کرے لیکن فضل اور اس کی  
 جماعت کی کوشش سے جس میں زبیدہ بھی شریک تھی وہ اس بات پر راضی ہو گیا۔  
 پہلے اس نے موتمن کو اس ولایت سے معزول کر کے جس پر اس کو ہارون مقرر  
 کر گیا تھا۔ بغداد میں بلا یا۔ پھر خراسان میں مامون کے بعد عباس بن  
 موسیٰ بن عیسے کو ایک وفد کے ساتھ بھیجا کہ وہ ولیعہدی میں موسیٰ بن  
 امین کی تقدیم پر راضی ہو جائے مامون نے انکار کیا اور عباس مذکورہ  
 کو امیدیں دلا کر اپنا طرفدار بنا لیا۔ چنانچہ بغداد میں آنے کے بعد وہ یہاں  
 کی کل خبریں مامون کو مخفی طور پر بھیجا کرتا تھا۔ اور اس کو مشورے بھی دینا تھا۔  
 امین نے مامون کے انکار کے باوجود اپنے بیٹے موسیٰ کو ولیعہدی بنا دیا  
 اور تمام صوبوں میں فرمان بھیج دیا کہ منبروں پر خلیفہ کے نام کے بعد اسی کا  
 نام لیا جائے۔ اور مامون اور موتمن کے نام خطبوں سے خارج کر دیئے  
 جائیں۔ حج کے موسم میں ایک امیر کو مکہ کو بھیج کر اہل حرم سے موسیٰ کی ولیعہدی

کی بیعت لی۔ اور وہ عہد نامے جو ہارون نے لکھوا کر خانہ کعبہ میں رکھے تھے منگا کر چاک کر دیئے۔

مامون کو جب یہ خبریں ملیں تو اس نے مقابلہ کی تیاری شروع کی اور خراسان کے ان تمام راستوں پر جو مغرب سے آتے تھے ناکہ بندی کے لئے محاذ متعین کر دیئے جو کسی مسافر یا تاجر کو بلا تفتیش گزرنے نہیں دیتے تھے تاکہ یہاں کی کسی قسم کی خبر دار الخلفہ نہ پہنچے۔ اور نہ وہاں کے امراء کی کوئی سازش یہاں پھیل سکے۔ عینا بن فضل بن ربیع نے جتنے خطوط اور قواعد خراسان روانہ کئے سب واپس گئے اور اس کی کسی قسم کی کارزدانی مامون کے خلاف وہاں نہیں چل سکی۔

مامون نے ایک لشکر گراں اپنے غلام طاہر بن حسین کی قیادت میں مرو سے رے کی طرف روانہ کیا اس نے وہاں پہنچ کر ہر طرف طلائے اور جاسوس بھیجے۔

بعثاد میں فضل بن ربیع نے مامون کے مقابلہ کے لئے چالیس ہزار فوج تیار کی علی بن عیسے بن مدبان کو جبل۔ نہاوند۔ ہمدان، قم اور اصفہان کی ولایت کا فرمان دیکر اس لشکر کا سپہ سالار بنایا۔ اور وسط حجاز کی الثانی ۱۹۵ھ میں اس کو روانہ کیا۔ زہیدہ خاتون کے مشورہ سے چاندی کی ایک زنجیر بھی اس کو دی۔ کہ اس میں مقید کر کے مامون کو لانا۔

علی بن عیسیٰ پہلے خراسان کا امیر رہ چکا تھا اور اس کے مظالم کی داستان  
 ہاں مشہور تھیں اور خراسان نے جو طاہر کے ساتھ تھے جب یہ سنا کہ وہ  
 اپنی ولایت کا زمان لے کر ہم سے لڑنے کے لئے آیا ہے تو اس کی آتش حمیت  
 بھڑک اٹھی۔ نہایت جوش کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے اور  
 کہنے لگے کہ مامون جیسے عادل امیر کے ہوتے ہوتے ہم اس ظالم کو کبھی یہاں  
 لے نہیں دیں گے۔

مغرور علی بن عیسیٰ نے جب سنا کہ مامون کی فوجوں کو طاہر لے کر آیا  
 ہے تو بہت ہنسنا اور کہا کہ طاہر کو کیا خبر کہ جنگ کیا چیز ہے۔ غلام اور لشکر کشی  
 دیکھنا جب ہمدان سے آگے بڑھیں گے وہ ہمارے آنے کی خبر سنا کر اس طرح  
 بھاگ جائے گا جس طرح لومڑی شیر سے بھاگتی ہے اور اگر وہ گیا تو پہلی تلوار  
 ہی پر پڑے گی۔

جب رے کے متصل پہنچ گیا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ اب ہم دشمن  
 کے قریب ہیں بہتر یہ ہے کہ طلائے ادھر ادھر بھیجے جائیں۔ جاسوس متبعان کو دینے  
 میں اور کوئی مقام تلاش کریں جو فوج کے قیام کے لئے موزوں ہو اس  
 کے ارد گرد خندق کھود کر اس کو محفوظ بنا لیں۔ تاکہ فوج اطمینان کے ساتھ  
 اس میں ٹھہر سکے۔

علی بن عیسیٰ نے کہا کہ یہ سب سامان سپہ سالاروں کے مقابلہ میں

کئے جاتے ہیں۔ طاہر کے لئے ان میں سے کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں ہے وہ ہمارے خوف سے یا تو بھاگ جائے گا یا قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہے گا۔ پھر ہم ایسا سخت محاصرہ کریں گے کہ خود وہیں کے لوگ اس کا کام تمام کر دیں گے۔ ہم کو تکلیف کرنے کی ضرورت بھی نہ پڑے گی۔

بیٹے بن علی کی فوج نے کہا کہ دشمن کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ اگر جنگی اصول پر فوج کی حفاظت کا سامان نہ کیا گیا تو مجھے شب خون کا ڈر ہے بیشتر ایک چنگاری سے شعلے بھڑکتے ہیں اور ایک زخم سے سیلاب آ جاتا ہے طاہر کو اگر بھاگنا ہوتا تو اب تک وہ یہاں پڑا ہوتا۔

علی نے کہا کہ طاہر جیسے لوگ ہمارا کیا کر سکتے ہیں ایسے غلاموں سے ہم نہیں ڈرتے۔

اور طاہر امرائے فوج کے متفقہ مشورہ سے اپنا لشکر لے کر رے سے نکلا اور پانچ میل فاصلہ پر قیام کیا وہاں اس نے اس کو مرتب کیا۔ ایک ایک دستہ کے ساز و سامان کو دیکھا۔ اور سب کو بھٹک کیا۔

فریقین کا جب مقابلہ ہوا تو پہلے طاہر کے مہینہ نے شکست کھائی۔ اس نے اس کو قلب کی طرف ہٹا لیا۔ پھر مسیرہ کے قدم بھی اکھڑنے لگے یہ دیکھ کر اس نے بعد ادیل کے قلب پر بے جگری کے ساتھ حملہ کیا۔ اور توڑ دیا۔ جتنے علم تھے سب چھین لئے۔ علی بن عیسیٰ تیر کے زخم سے ہلاک

ہوا۔ اور اس کی فوج شکست کھا گئی۔  
 طاہر نے اعلان کر دیا کہ جو شخص اپنے ہتھیار رکھ دے اس کو امان  
 ہے بغدادیوں نے ہتھیار رکھ دیئے اور گھوڑے سے اتار پڑے طاہر کے  
 میں آگیا اور مرد میں فتح نامہ بھیجا کہ۔

بغدادی فوج میری ماتحتی میں ہے اور علی بن عیسیٰ کا سر میرے

سامنے ہے۔

یہ خط جس وقت فضل بن سہل کو ملا۔ اسی وقت پہنچا اس نے مامون کو خوش  
 خبری دی۔ اور خلافت کا سلام کیا۔ پھر طاہر کی مدد کے لئے اور فوجیں روانہ  
 کیں۔

بغداد میں حالات توقع جیسا شکست کی اطلاع پہنچی تو دربار میں  
 اضطراب پیدا ہو گیا۔ فضل بن ربیع نے بیس ہزار فوج عبدالرحمن بن حبلہ  
 انبادی کی ماتحتی میں طاہر کے مقابلہ کے لئے بھیجی۔ ہمدان کے متصل  
 معرکہ پیش آیا۔ عبدالرحمن شکست کھا کر قلعہ گیر ہو گیا۔ جب فوج کی حالت  
 کچھ ٹھیک ہو گئی تو پھر لکلک میدان میں آیا۔ لیکن دوبارہ شکست کھائی مجبوراً  
 طاہر سے امان مانگی اس نے منظور کر لی۔

اب فضل بن ربیع خود زودہ ہو گیا۔ لیکن پھر کوشش کر کے اس نے  
 بیس ہزار سپاہی احمد بن مزید کی سرکردگی میں بھیجے اس کے بعد بیس ہزار اور

عبداللہ بن حمید بن محلب کی ماتحتی میں اس کی کمک کے لئے روانہ کئے  
 یہ دونوں فوجیں حلوان کے متصل شمالین میں تھوڑے تھوڑے فاصلے سے  
 خیمہ زن ہوئیں۔ طاہر کے جلوس بھی ان میں جا کر مل گئے اور کچھ اس طرح کی  
 تدبیروں کی وجہ سے یہ دونوں فوجیں خود آپس میں لڑیں اور طاہر  
 کا مقابلہ کئے بغیر بغداد کو واپس چلی گئیں۔

امون نے طاہر کی جگہ پر حلوان میں ہرثمہ بن اعین کو متعین کیا اور  
 طاہر کو لکھا کہ تم اپنی فوجیں لئے ہوئے اہواز کی طرف چلے جاؤ تاکہ بغداد پر دو  
 طرف سے حملہ ہو سکے۔ اس حکم کے مطابق طاہر اہواز کی طرف بڑھا وہاں کے  
 عامل محمد بن یزید مہلبی نے لنگر صفت آرائی کی۔ لیکن ہزیمیت اٹھا کر بھاگا۔ طاہر  
 نے وہاں قبضہ کیا۔ اور فارس سے بیکر یامہ اور بجرین تک اپنے عمال مقرر کئے  
 طاہر کی طاقت اور شوکت اس قدر بڑھ گئی تھی اور فتوحات کی وجہ سے  
 اس کا نام ایسا ہی ہیت ناک ہو گیا تھا کہ جس طرف وہ سرخ کرتا تھا امرار اور  
 خلافت اس کا نام سنتے ہی اس جگہ کو چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے چنانچہ جب وہ  
 اہواز سے واسط کی طرف روانہ ہوا تو وہاں کے امیر نے بھاگنے کی تیاری کی  
 کسی نے کہا کہ آپ کو بھاگنا نہیں چاہیے۔ اس نے کہا کہ جانتے ہو کون آر  
 سہا! طاہر!!! اس سے بھاگنے میں کوئی عار نہیں ہے۔

طاہر نے واسط سے ایک دستہ فوج کو فر کی طرف بھیجا۔ وہاں کے



امیر عباس بن موسیٰ ہادی نے امین کی بیعت کو فسخ کر کے مامون کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ نیز منصور بن مہدی اور امیر لبرہ نے بھی یہی کیا۔ یہ سب واقعات ۱۹۶ھ میں ہوئے۔

امین کی طرف سے حجاز کا عامل داؤد بن عبسے تھا۔ جب امین نے وہاں سے مامون اور موتمن کے ولیعهدی کے فرمان کو منگا کر پھاڑ ڈالا تو داؤد نے ۲۱ رجب ۱۹۶ھ میں اہل عرش - علماء و فقہاء اور حجاب کعبہ کو جمع کر کے کہا کہ ہارون الرشید نے عہد ولایت کو اس مقدس گھر میں بطور امانت کے حفاظت کے لئے رکھا تھا اور اس پر ہم لوگوں کو ادا بنایا تھا اور عہد لیا تھا کہ اگر اس کی مصلحت و زری ہو تو تم لوگ مظلوم کا ساتھ دینا۔ لہذا امین نے چونکہ ظلم کیا اور عہد شکنی کی اس لئے ہم لوگوں کو مامون کا ساتھ دینا چاہیے۔ حاضرین نے اس کے ساتھ اتفاق کیا۔ اور امین کو خلافت سے معزول کر کے مامون کی خلافت پر بیعت کی۔ اہل مدینہ نے بھی یہی کیا۔ اس کے بعد داؤد حجاز سے مرو میں جا کر مامون سے ملا۔ اور اس کو یہ کیفیت سنائی اس نے ان متبرک مقامات کی بیعت کو اپنے لئے فال نیک سمجھا اور خوش ہوا داؤد کو یہ دستور وہاں کی امارت کا فرمان دیکر رخصت کیا۔ اور اہل حریم کے نام خط لکھ کر دیا جس میں ان کو بہت کچھ بہتری کی امید دلائی راستہ میں داؤد ظہر سے بھی ملا۔ اس نے یزید بن جریر قسری کو امین کا امیر مقرر کر کے اس کے ساتھ

کر دیا۔ وہ جس وقت یمن میں پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے بھی مامون کی خلافت پر سعیت کر لی۔

بغداد میں اس اثنا میں یہ واقعہ ہوا کہ امین نے عبد الملک بن صالح کو جس کو ہارون قید میں چھوڑ گیا تھا۔ رہا کیا۔ اور اس سے یہ خواہش کی کہ وہ جن فوجوں کا سپہ سالار تھا ان کو لیکر میری امداد کیے اس کے پاس جس وقت فوجوں کا اجتماع ہوا اس وقت شامیوں اور ان خراسانیوں میں جو اس میں شامل تھے قومی عصبیت پر جھگڑا ہو گیا اس وجہ سے اہل شام اس کا ساتھ چھوڑ کر اپنے ملک کی طرف چلے گئے۔ عجمی فوج کا سرغنہ حسین بن علی بن عیسیٰ تھا۔ وہ ان کو لے کر بغداد میں آیا۔ اور ۱۹۶ھ میں جا کر اس کو گرفتار کر لیا۔

محمد بن ابی خالد نے اہل بغداد سے کہا کہ حسین کہاں سے ہمارا امیر ہو گیا اور اس کو یہ حق کس نے دیا کہ وہ خلیفہ کو معزول کر دے چنانچہ روسا اور امرا اور خاص کر اسد حربی نے امین کو قید سے چھڑا کر پھر تخت پر بٹھلایا۔ اور حسین کو گرفتار کر کے اس کے سامنے لے گئے خلیفہ نے اس کو ملامت کی اور کہا کہ میں نے تمہارے باپ اور خود تمہارے سے ادھر جو احسانات کئے ہیں کیا ان کا بدلہ ہی تھا۔ اس کے بعد اس کے قصور کو معاف کر دیا لیکن اس سے

کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ کیونکہ حسین نے پھر بغداد سے بھاگنے کی کوشش کی لوگوں  
نے اس کو پکڑ لیا۔ اور قتل کر ڈالا۔

ادھر تو یہ شور شیں تھیں ادھر سامون کی فوج ہنایت مہمان اور سارا دسامان  
سے درست تھی۔ طاہر اور ہرثمہ دونوں نے پوری تیاری کر کے دونوں سمت سے  
آکر بغداد کا محاصرہ کر لیا۔ طاہر خود باب انبار کے سامنے بستمان میں اترا ہرثمہ  
کوہر بن پرستیں کیا۔ عبداللہ بن وضاح کو شامیہ کی طرف اور عسید  
بن زبیر کو قصر کلاذی کی جانب ہر سمت سے مہینق اور قلہ شکن آلات لضب  
کرائے اور شہر پر پتھر برسائے شروع کئے جس سے بیشتر عمارتیں خراب ہو گئیں۔  
ادھل شہر شدت محاصرہ سے تنگ آ گئے۔

امین کی حالت یہ ہو گئی تھی کہ اس نے اپنے آرائشی ساز دسامان سونے  
چاندی کے برتن یہاں تک کہ تمام جواہر اور زیورات بیچ کر فوج کے مصارف  
میں لگا دیئے۔ اپنی امداد کے لئے شہر کے ادبائشوں کو جمع کیا اور قید خانوں سے  
قیدیوں کو نکالا لیکن ان سے بغداد والوں پر جو مصیبت نازل ہوئی وہ محاصرہ  
کی مصیبت سے کہیں زائد تھی۔ کیونکہ ان لوگوں نے قوت پا کر علانیہ لوٹ مار  
اور غارتگری شروع کر دی۔

امین نے مجبور ہو کر ہرثمہ سے اپنی جان کی امان طلب کی اس نے  
منظور کر لیا۔ لیکن طاہر کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے امان مسترد کر دی امین

نے اپنے درباریوں کے مشورہ سے یہ کوشش شروع کی کہ مخفی طور پر ہرثمہ کے پاس پہنچکر اس کی حمایت میں آجائے۔ ہرثمہ بھی اس پر راضی تھا۔ چنانچہ وہ اس کے لینے کے لئے قصر خلافت کے قریب کشتی میں بیٹھکر رات کو گیا لیکن طلبہ اس سازش سے غافل نہیں تھا اس نے بھی اپنے آدمی وہاں بھیج دیئے۔ ایسے جس وقت قصر سے نکلکر کشتی میں سوار ہوا۔ ان لوگوں نے اس پر تیر برسائے اور پتھر پھینکے۔ یہاں تک کہ وہ کشتی ڈوب گئی۔ ہرثمہ کو اس کے ساتھیوں نے نکالا۔ ایسے پانی میں تیرنے لگا۔ اس کو طاہر کے سپاہیوں نے پکڑ لیا اور اس کے حکم سے قتل کر دیا۔ یہ واقعہ ۲۵ محرم ۱۹۸ھ میں ہوا۔

طاہر نے مامون کو فتحنامہ لکھا۔ اور بغداد کی پوری کیفیت سے اس کو مطلع کیا نیز وہ وجوہات بھی لکھے جن کی بنا پر امین کا قتل ناگزیر تھا۔ جمعہ کے دن طاہر بغداد میں داخل ہوا۔ نماز پڑھائی۔ خطبہ میں اہل بغداد کو امان عام دی اور اطمینان دلایا پھر تا کیس کی کہ وہ فتنہ اور فساد سے باز رہیں اور سرکشی نہ کریں۔

اس طرح پر اس عظیم الشان فتنہ کے پہلے حصہ کا خاتمہ ہوا جس میں بلا کسی فائدہ کے امت کے بہت سے افراد غارت اور برباد ہو گئے۔ اس تفریق اور خونریزی کی ذمہ داری سب سے پہلے ہارون الرشید پر اور پھر اس کے بعد وزیر فضل بن ربیع کی گردن پر ہے۔

ہارون نے پہلی غلطی یہ کہ اپنے بعد امین کو ولیعہد بجایا۔ جو عقل و علم نیر  
 سن میں بھی مامون سے کم تھا۔ مامون کے مقابلہ میں اس میں کوئی خصوصیت  
 بجز اس کے نہیں تھی کہ وہ زہیدہ کے شکم سے تھا۔ جو ملکہ تھی اور یہ اگر تزیج  
 کا سبب ہو سکتا ہے تو صرف نادانوں اور خواہش پرستوں کے نزدیک نہ  
 کہ عقلا کی نظر میں۔

پھر جب اس کو اپنی اس غلطی کا احساس ہوا تو اس نے اس کا تدارک  
 یہ کیا کہ امین کے بعد مامون کو بھی ولیعہد کر دیا۔ اور صرف اسی پر اکتفا نہیں  
 کیا۔ بلکہ اس کو ہرقسم کے امتیازات عطا کر کے رہے اور خراسان کا مستقل  
 فرما دیا اور یہ نہیں خیال کیا کہ جس قدر امتیازات زیادہ ہوں گے  
 اسی قدر مشکلات اور اسباب فساد میں زیادتی ہوگی۔ امین اور مامون میں  
 باہم منافست قائم تھی اور ہر ایک کے پاس ایک ہم خیال جماعت اور ایک  
 فوجی قوت بھی تھی۔ مبصرین ہارون کی زندگی ہی میں اس بات کو اچھی  
 طرح سمجھتے تھے کہ اس کی موت کے بعد ان دونوں بھائیوں میں صفائی نہیں  
 رہ سکتی۔

ہارون سے تیسری غلطی یہ ہوئی کہ اس نے اپنے تیسرے بیٹے مومن  
 کو بھی مامون کے بعد ولیعہد بجایا۔ اور اس کو جزیرہ دارمینیہ میں وہی سارک  
 امتیازات عطا کئے جو مامون کو خراسان میں بخشے تھے۔ خلیفہ ہوجانے

کے بعد امین کو جس امر نے سب سے زیادہ نقص عہد پر آمادہ کیا وہ یہی تھا۔  
 کہ اس نے دیکھا کہ اس کے دونوں بازو کٹے ہوئے ہیں اور اسلامی ممالک کے  
 دو عظیم الشان حصوں میں جو سب سے بڑے فوجی مرکز ہیں اس کا کوئی اقتدار نہیں۔

چوتھی غلطی ہارون کی یہ ہے کہ اس نے اپنے وزیر فضل بن ربیع کو  
 مطلق نہیں پہچانا اور اس کی باتوں پر اعتماد کیا۔ حالانکہ یہ شخص غمازہ حاسد اور  
 فتنہ پرداز تھا۔ اسی کی سازشوں سے براہمکہ برباد ہوئے اور خلافت ان کی  
 مدبرانہ خدمات سے محروم ہوئی پھر امین کے زمانہ میں بھی یہ اپنی عادت سے  
 باز نہ آیا۔ اور اس کو عہد شکنی پر آمادہ کر کے مامون اور موتمن کو ولیعہدی سے  
 معزول کرایا۔ اور جب فتنہ بڑھ گیا اور بغداد کا محاصرہ ہوا تو آخری وقت  
 میں اس کی کچھ بھی مدد نہ کی اور روپوش ہو گیا۔

ان سب وجوہات کے علاوہ خلفائے عباسیہ کی روایات بھی عہد شکنی  
 میں بے اثر نہ تھیں۔ ان میں سے جو شخص بھی خلیفہ ہو گیا اس نے اپنے  
 بھائیوں کو ولیعہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے کو ولیعہد بنا چاہا۔ خود  
 ہارون کو یہ تلخ تجربہ ہو چکا تھا کہ ہادی اس کو محروم کر کے اپنے بیٹے جعفر  
 کو ولیعہد کرنا چاہتا تھا۔ حالانکہ ہارون کو کچھ خاص امتیازات بھی حاصل  
 نہ تھے ایسی حالت میں پختہ سے پختہ عہد کر کے اس کو خانہ کعبہ میں امانت رکھ  
 کے اور اہل حرم اور اللہ اور رسول کو گواہ کر کے بھی اس کو مطمئن نہیں ہونا

چاہئے تھا اور گزشتہ واقعات سے عبرت پکڑنی چاہیے تھی۔

امین جن وقت خلیفہ ہوا اپنے عیش کے سامان میں

### صفات امین

مصرف ہو گیا۔ لہو و لعب غنار اور بنید سہی اس کی

دھپسی کی چیزیں تھیں۔ اطراف ملک سے اسی تماش کے لوگوں کو جمع کر کے

اپنے ہمنشینوں میں شامل کیا۔ اور ان کی بڑی بڑی تمنخواہیں مقرر کیں خزانہ

کے جواہر و نڈیلوں اور خواجہ سراؤں میں تقسیم کر دیئے اور اپنے لئے نئے نئے

تصور اور محلات تعمیر کرائے جا بجا سے طرح طرح کے جانور اور پرندہ بن گائے

یا تھی۔ گھوڑے۔ عقاب اور ساتپ کی صورت کی پانچ کشتیاں بنوائیں گان

اور سواریوں کو درجہ میں تفریح کرے

ان مشاغل میں خلافت کا کام بالکل چھوڑ دیا۔ دیار میں آنا بھی

بند کر دیا۔ پھر فضل بن ربیع وغیرہ کے اغوا سے عہد ولایت کو خانہ کعبہ سے

منگوا کر چاک کر ڈالا۔ اور اپنے بیٹے موسیٰ کو ولیعہد بنا پایا۔ عہد اور کعبہ

کی اس بے حرمتی کو دیکھ کر جمہور اس سے برگشتہ ہو گئے اور اکثروں نے

مامون کا ساتھ دیا۔

امین اور نیر فضل بن ربیع نے اپنے آپ کو ان دشوار گزار راستوں

میں ڈال دینے کے بعد بھی دانشمندی اور دودماندیشی سے کام نہیں لیا۔

اور مامون کے مقابلہ کے لئے علی بن عیسیٰ کو بھیجا جس کے مظالم کی وجہ

سے اہل خراسان پہلے ہی سے اس کے دشمن تھے چنانچہ انہوں نے نہایت  
جوش کے ساتھ مقابلہ کیا اور اس پر غالب آئے۔

پھر محاصرہ بغداد کے زمانہ میں قیدیوں اور ادبائوں سے مدد لے  
کر اپنی نادانی کا پورا ثبوت دیدیا۔ اس شورش اور خلفشار کے زمانہ میں  
بھی امین برابر اپنے امور و عیب میں مشغول رہا۔ بخلاف اس کے مرویوں مامون  
کی محفل میں علماء اور فقہ ہمار اور ارباب عقل کا مجمع رہتا تھا۔ اور وہ ان  
سے ہر قسم کے سیاسی اور علمی امور میں گفتگو کرتا تھا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ جمہور  
اس کے اسی قدر گرویدہ ہو گئے جس قدر کہ امین سے متنفر تھے۔ حالانکہ امین  
اس خصوصیت میں تمام خلفاء عباسیہ میں ممتاز تھا کہ باپ اور ماں  
دونوں کی طرف سے ہاشمی تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ عزت اور مقبولیت  
کا دار و مدار انسان کے عمل پر ہے نہ کہ لہب پر  
امین کی مدت خلافت تین سال آٹھ مہینے رہی۔



## (۷) مامون

عبد اللہ المامون بن ہارون الرشید اس کی والدہ جس کا نام  
مراجل تھا۔ ام ولد تھی۔

مامون کی ولادت ۱۷۱ھ میں اسی دن ہوئی جس دن ہارون خلیفہ  
ہوا۔ جب اس کا سن تیرہ سال کا ہوا تو اس نے امین کے بعد اس کی ولیہد کی  
کا فرمان لکھا اور ہراسان کا اس کو مستقل امیر بنادیا۔ جعفر بن یحییٰ بڑی اس  
کا اتالیق اور کارپرداز تھا۔

ہارون کی وفات کے بعد امین نے خلیفہ ہو کر اپنے بیٹے موسیٰ کو  
اس کے اوپر ولیہدی میں مقدم کرنا چاہا۔ مامون نے اس کی مخالفت کی  
جس کی وجہ سے دونوں بھائیوں میں وہ خونریز لڑائیاں پیش آئیں جن  
کی مفصل کیفیت ہم امین کے حال میں لکھ چکے ہیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۵ محرم ۱۹۵ھ مطابق ۵ ستمبر ۸۱۳ء کو امین بغداد  
میں مقتول ہوا۔ اور مامون کی خلافت کی بیعت ہوئی۔ مامون مرو میں تھا۔

اس کا وزیر فضل بن سہل جو عجمی نثر ادھتھا بوجہ اپنے اس کارنامے کے اس کے اوپر حاوی ہو گیا اور یہ چاہا کہ بجائے بغداد کے مرو کو دار الخلافہ بنا کر مامون کو وہیں اپنے قبضہ میں رکھے اور امور خلافت کو اپنے ہاتھ سے نکلنے نہ دے لیکن طاہر اور ہرثمہ جیسے زبردست سپہ سالاروں کے عراق میں موجود ہوتے ہوئے جو مامون کے حقیقی خیر خواہ تھے فضل کی یہ آرزو پوری نہیں ہو سکتی تھی اس لئے مامون کی طرف سے دو فرمان بھیجے پہلا فرمان طاہر کے نام تھا کہ تم کو موصل اور جزیرہ کی ولایت دی جاتی ہے۔ تم رقبہ میں پہنچ کر نصر بن شیبث کا مقابلہ کرو۔ اور ان ممالک کا انتظام اپنے ہاتھ میں لو طاہر کو اس حکم کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اس لئے وہ بغداد کو چھوڑ کر رقبہ کی طرف چلا گیا۔ اس کی بجائے فضل بن سہل نے اپنے حقیقی بھائی حسن بن سہل کو جبال۔ فارس۔ اہواز۔ بصرہ۔ کوفہ۔ حجاز۔ اور یمن کا والی عام مقرر کر کے بھیج دیا۔

دوسرا فرمان ہرثمہ کے نام تھا کہ تم خراسان میں آؤ وہ حسب حکم بغداد کو چھوڑ کر مشرق کی طرف روانہ ہو گیا۔

اہل عراق ہمیشہ سے قوت کے غلام رہے ہیں یمن اور مامون کی باہمی کشمکش میں وہاں جو خلفشار پیدا ہو گیا تھا اس کے بعد یہ ضروری تھا کہ طاہر اور ہرثمہ کچھ دال کے لئے

نشور ش عراق

وہاں رہتے۔ تاکہ سکون و اطمینان پیدا ہو جاتا۔ لیکن دفعتاً ان دونوں کی روانگی سے پھر وہاں اضطراب پیدا ہو گیا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ عام طور پر یہ بات مشہور ہو گئی کہ فضل نے خلیفہ کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے اس کو کسی سے یہاں تک کہ شاہی خاندان کے لوگوں سے بھی ملنے نہیں دیتا اور امور خلافت کو اپنی خواہش کے مطابق خود طے کرتا ہے اس بنیاد پر اعیان بنی عباس اور روسا عراق فضل کے دشمن ہو گئے۔ اور انھوں نے اس کے

بھائی حسن بن بہل کی بھی جو وہاں کا امیر ہو کر گیا تھا۔ مخالفت کی۔ حضرت علی کی اولاد اس موقع کو دیکھ کر جا بجا شورش پر آمادہ ہو گئی

عَلَوِیَّة

پہلا فتنہ یہ اٹھا کہ کوفہ میں محمد بن ابراہیم بن الحسن بن علی بن ابی طالب نے جو ابن طباطبایہ کے نام سے مشہور تھے ایک جماعت کے ساتھ اپنی امامت کا اعلان کیا۔ ان کی حمایت کے لئے ایک نامور شخص ابو السراہنہ منصور شیبانی جو ہرثمہ بن اعین کے ساتھیوں میں سے تھا کھڑا ہو گیا۔ محمد نے کوفہ کے عامل سلیمان بن ابی جعفر المنصور کو نکال کر وہاں اپنا تسلط جمایا۔ حسن بن بہل نے نہ ہیر بن مسیب کے ساتھ دس ہزار فوج بھیجی ابو السراہنہ نے اس کو شکست دیدی اور اس کا سارا ساز و سامان لوٹ لیا۔

اس فتح کے دوسرے دن یکم رجب ۱۹۹ھ کو ابن طباطبایہ چانک انتقال کر گئے ابو السراہنہ نے ان کی جگہ پر محمد بن محمد بن زید بن علی بن حسین کے

جو نہایت کمسن تھے امام بنا لیا اور سارے کام خود کرنے لگا۔ حسن بن سہل نے عجد و س بن محمد بن خالد مروزی کی ماتحتی میں پھر چار ہزار فوج بھیجی۔ ۱۷ رجب کو ابوالسرایا سے مقابلہ ہوا۔ اس نے اس میں سے ایک آدمی کو بھی زندہ نہیں چھوڑا۔ اب اس کی قوت بہت بڑھ گئی۔ اور علوی جا بجھ پال گئے۔ اور انہوں نے غلبہ حاصل کر لیا۔

ابوالسرایا نے امامت کے استقلال کے سامان فراہم کرنے شروع کئے۔ یہاں تک کہ اس نے کوڑے میں ٹکسال بھی قائم کر دی۔ حسن بن سہل نے جب دیکھا کہ اس کے جو سردار فوج لے کر جاتے ہیں وہ شکست کھا جاتے ہیں تو اس نے مجبوراً ہرثمہ کے پاس جو خراسان کی طرف روانہ ہو چکا تھا قاصد بھیجا کہ واپس آؤ بلا کھتارے یہ مہم سر نہیں سکتی۔ وہ چونکہ فضل اور حسن دونوں بھائیوں سے رنجیدہ تھا اور مامون کو اس حقیقت سے مطلع کرنے کے لئے جا رہا تھا کہ انہیں دونوں کا امور خلافت پر غلبہ ان شور و شہوں کا اصلی باعث ہے اس لئے واپسی سے انکار کیا۔ حسن نے دوبارہ قاصد بھیجا۔ اور نہایت منت سماجت کی کہ جس طرح تم ہو سکتے آؤ ورنہ بنی عباس کے ہاتھ سے خلافت نکل جانے کا خطرہ ہے اب ہرثمہ پلٹ پہلے فوج لے کر مدائن کی طرف گیا وہاں سے ابوالسرایا کے عامل کو نکال کر قبضہ کیا۔ پھر کوفہ کی جانب بڑھا۔ قصر ابن ہبیرہ کے متصل ابوالسرایا نے

شکست کھائی۔ اور علویین کو لئے ہوئے قادسیہ کی طرف چلا گیا۔  
 ہر شہ کو فر میں داخل ہوا وہاں کے لوگوں کو امان دی کسی سے کچھ تعرض نہیں  
 کیا۔ اور اسی روز لنگر ابو السرایا کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ وہ قادسیہ  
 چھوڑ کر سوس کی طرف بھاگا۔ فارس کا عامل اس وقت حسن بن علی بادیعی  
 تھا اس نے اس کا راستہ روکا۔ ابو السرایا نے اس کے ساتھ جنگ کی۔ لیکن  
 دغمی ہو گیا۔ اور بھاگ کر جزیرہ کے ایک مقام راس العین کی جانب چلا۔ راستہ  
 میں پکڑا گیا۔ حسن بن سہل نے جو ہنروان میں مقیم تھا۔ اس کو قتل کر کے اس کے  
 جسم کو بغداد میں بھیج دیا گیا جہاں وہ سولی پر لٹکا دیا گیا اس فتنہ کا کل زما  
 دس مہینے تھا۔

حسن بن سہل نے پھر بصرہ میں فوج بھیجی یہاں ابو السرایا کی طرف سے  
 امام موسیٰ کاظم کے بیٹے زید عادل تھے۔ انہوں نے اس قدر آدمیوں کو  
 آگ میں جلا کر سزائیں دی تھیں کہ ان کا لقب زید النار مشہور ہو گیا۔ وہ  
 گرفتار ہوئے لیکن ان کی جاں بخشی کی گئی۔ اس فتنہ میں علویہ نے جس قدر  
 ظلم و ستم کئے وہ ان کی نہایت بدترین یادگار ہے۔

ابو السرایا نے مکہ میں حسین بن حسن بن علی بن حسین کو والی  
 بنا کر بھیجا تھا۔ خلافت کی طرف سے یہاں کا والی داؤد  
 بن عیسیٰ بن موسیٰ عباسی تھا اس نے جب سنا کہ حسین آ رہے ہیں تو جنگ

کو حرم کی عزت کے منافی سمجھا اور مکہ چھوڑ کر چلا گیا۔ حسین عرفہ کے دن مغرب کے قبل مکہ میں داخل ہوئے ابوالبیریا نے کعبہ کے لئے بار یک ریشمی غلاف ان کے ہاتھ بھیجا تھا۔ انہوں نے مقام ابراہیم میں بیٹھ کر حکم دیا کہ ظالم عباسیوں کا دیا ہوا لباس کعبہ کا اتار دو اور ابوالمسرایا داعی آل محمد کا متبرک غلاف اس پر چڑھاؤ۔ انہوں نے ازراہ حرص کعبہ کے خزانہ پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے ستونوں میں بھی جس قدر چاندی یا سونا لگا یا گیا تھا اس کو لکھا لیا۔ لوگوں نے کہا کہ اس کی مالیت بہت حقیر ہے اس کے لئے ان ستونوں کو خراب نہ کریں لیکن انہوں نے کچھ پرواہ نہ کی۔ یہاں تک کہ چاہ زمزم کے گرد جو لوہے کے جنگلے اور ساج کے ستون لگے ہوئے تھے ان کو بھی لکھا کر فروخت کر دیا۔ جس شخص کے بارے میں سنتے کہ اس کے پاس آل عباس کی کوئی امانت ہے اس کا سارا مال ضبط کر لیتے۔ اور سخت سزائیں دیکر جرمانے وصول کرتے۔ ایک گھر دارا لعذاب کے نام سے لوگوں کو سزا دینے کے لئے مخصوص کیا تھا جس میں طرح طرح کے عذاب دیئے جاتے تھے۔ اور سختیاں کر کر کے لوگوں سے ان کے مال چھینے جاتے تھے۔ اس خون سے مکہ کے اکثر باشندے اپنے اپنے گھر چھوڑ کر بھاگ گئے۔

علوین کا یہ ظلم و ستم مکہ میں برابر جاری رہا۔ جب انہوں نے ابوالبیریا کے قتل کی خبر سنی اور ان کو معلوم ہوا کہ ان کے جتنے ہم خاندان تھے وہ

سب کے سب بصرہ اور کوفہ سے نکال دیئے گئے تو انہوں نے مجتہد ہو کر امام  
 جعفر صادق کے بیٹے محمد کے ہاتھ پر سبیت کی۔ اور ان کو امیر المومنین کا  
 لقب دیا۔ لیکن وہ محض نام کے لئے امیر بنائے گئے۔ اختیارات تمام ان کے  
 بیٹے علی اور خود حسین کے ہاتھوں میں تھے ان دونوں نے مکہ والوں پر  
 نہایت سخت مظالم توڑے اور مال سے گزر کر ان کی آبرو پر بھی دست  
 درازی شروع کی۔

اہل حرم کو اس ظلم و ستم سے بچانے کے لئے اسحق بن موسیٰ بن عیسیٰ  
 یمن سے فوج لے کر آیا۔ علوئین نے لاکھوں اس کا مقابلہ کیا۔ کئی دن تک جنگ  
 ہوتی رہی۔ اسحق نے جب اپنے اندر غلبہ کی طاقت نہ دیکھی تو وہاں سے لوہے  
 چلا۔ راستہ میں اس کو ایک دستہ فوج ملا۔ کہ جس کو ہرثمہ نے اہل مکہ کی حمایت کے  
 لئے بھیجا تھا۔ اسحق ان کے ساتھ پھر پٹیا۔ اب علوئین نے شکست کھائی۔  
 محمد بن جعفر صادق نے اپنی اور اپنے قبیلہ کی جان کی امان مانگی ان کو تین  
 دن کی مہلت دی گئی کہ وہاں سے نکل جائیں۔

یمن کے عامل اسحق بن موسیٰ کے لکھتے ہی امام موسیٰ کاظم  
 کے بیٹے ابراہیم نے وہاں اپنا تسلط جما لیا۔ انھوں نے  
 اس قدر آدمیوں کو قتل کیا۔ کہ اس کا لقب قصاب پڑ گیا۔ ۲۰۰ میں انھوں نے  
 اپنی طرف سے بنی عقیل میں سے ایک شخص کو امیر بنا کر مقرر کیا اور ایک فوج

دے کر اس کو مکہ کی طرف بھیجا۔

ادھر خلافت کی طرف سے اس سال ابو اسحاق بن رشید امیر المذبح مقرر ہوا تھا۔ وہ فوج اور چند آدمیوں کے ساتھ سالاروں کو لے کر مکہ پہنچا۔

عقیلی کو جب یہ حال معلوم ہوا تو وہ راستہ ہی میں مقام بستان میں بنی عامر میں ٹھہر گیا۔ اور مکہ کی طرف بڑھنے کی جرات نہیں کی۔ اس طرف سے زائرین کا ایک قافلہ گزر رہا تھا۔ جن کے ساتھ غلام کعبہ تھا۔ عقیلی اور اس کے ساتھیوں نے اس کو لوٹ لیا اور غلام کعبہ بھی چھین لیا۔ اس قافلہ کے کچھ لوگ مکہ پہنچے ابو اسحاق نے فوراً البستان بنی عامر کی طرف سپاہ روانہ کی۔ عقیلی اور اس کے ساتھی گھر گئے۔ کچھ بھاگے بقیہ گرفتار ہوئے۔ حاجیوں کا سارا مال اور غلام کعبہ ان سے واپس لیا گیا۔ اور مکہ میں لے جا کر ہر ایک کو ان میں سے دس دس کوڑوں کی سزا دی گئی۔ اور پھر وہ چھوڑ دیئے گئے۔ وہاں سے حاجیوں سے بھیک مانگتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس چلے لیکن ان میں سے اکثر بھوک اور تکلیف سے راستہ ہی میں ہلاک ہو گئے۔

علوین کا یہ فتنہ ہر جگہ ختم ہو گیا اور یہ سب اس تجربہ کار اور بہادر سپہ سالار کی کوشش سے ہوا جس کا نام ہرثمہ تھا۔

وہ ان تمام مہمانوں سے فارغ ہو کر پھر خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ تاکہ مرو میں پہنچ کر خلیفہ کو اصل حقیقت سے آگاہ کرے۔ فضل بن سہل نے



مامون کو پہلے ہی سے اس کی طرف سے بدگمان کرنا شروع کیا۔ اور اس کو یقین  
 دلا دیا کہ عراق کی یہ تمام شورشیں خود ہرثمہ کے اشارے سے ہوئی ہیں ابوالعباس  
 اس کا خاص آدمی تھا۔

مامون نے ہرثمہ کو لکھا کہ میں تم کو شام اور حجاز کا والی مقرر کرتا ہوں  
 تم راستہ سے واپس آ جاؤ میرے پاس آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن  
 ہرثمہ نے یہ چاہا کہ میں پہلے اس کو پوری کیفیت سے آگاہ کر دوں اس کو یقین  
 تھا کہ خلیفہ میری بات سنے گا اس لئے باوجود اس حکم کے بھی وہ سیدھا مرو  
 میں پہنچا اور اپنے داخلہ کے وقت طبل اور نقارہ بجوایا تاکہ خلیفہ کو اس کی  
 آمد کی اطلاع ہو جائے۔ اور فضل اس کو چھپانہ سکے۔

ہرثمہ مامون کے دربار میں گیا اور شورش کے اسباب بیان کئے۔ لیکن  
 فضل نے اس کو اس کی طرف سے اس قدر بھڑکار کھا تھا کہ اس نے مطلق  
 اس کی باتوں پر توجہ نہ کی۔ بلکہ عتاب کیا پٹوایا اور قید کر دیا۔ دربار سے  
 سپاہی اس کو کھینچتے ہوئے مجلس میں لے گئے۔ فضل نے قید خانہ کے ملازموں  
 کے توسط سے اس کو قتل کرادیا۔ اور مشہور کیا کہ وہ مر گیا۔

بغداد میں جب یہ خبر پہنچی تو وہاں کی فوج نے بغاوت کر دی جس  
 بن سہل کے عمال کو لکال دیا۔ اور اس کے احکام کی مخالفت کی جس کے  
 پاس وہ اس قدر طاقت تھی نہ عقل کہ وہ اس کا الشداد کر سکتا۔

اہل بغداد نے مجتمع ہو کر منصور بن مہدی سے درخواست کی کہ وہ  
 اپنی خلافت کی بیعت لے۔ اس نے انکار کیا۔ لوگوں نے کہا کہ اگر تم خلیفہ  
 ہونا منظور نہیں کرتے تو مامون ہی خلیفہ رہے۔ اور خطبوں میں اسی کا نام  
 لیا جائے۔ مگر ہماری امارت تم اپنے ہاتھ میں لو۔ حسن بن سہل مجوسی بن  
 مجوسی کی حکومت ہم کو ہرگز گوارا نہیں ہے۔ اس پر وہ راضی ہو گیا لیکن  
 چونکہ وہاں کوئی بڑی طاقت موجود نہیں تھی جو مفسدوں کو دبا سکتی۔  
 اس لئے لیٹروں اور اوباشوں نے فتنے برپا کرنے شروع کئے۔ چوریاں کرنے  
 اور مکاتوں کو لوٹنے لگے۔ شاہراہ عام پر سے علائقہ لڑکوں اور عورتوں  
 کو پکڑ لے جاتے تھے۔ دیہاتوں میں پہنچ کر وہاں کے باشندوں سے  
 جہاں تمہیں وصول کرتے تھے۔

یہ دیکھ کر ایک شخص خالد درپوش نامی اس فتنہ کو مٹانے کے لئے  
 آمادہ ہوا۔ اس نے امن پسند لوگوں کی جماعت کو ساتھ لے کر مفسدوں  
 اور اوباشوں کو ان حرکات سے روکنے کی کوشش کی انہوں نے مقابلہ  
 کیا۔ درپوش نے ان کو شکست دی۔ وہ جس کو گرفتار کرنا تھا۔ امیر کے  
 پاس لے جا کر سزا میں دلوانا تھا۔

ایک دوسرا شخص سہل بن سلامہ انصاری بھی اسی طرح مستعد  
 ہو گیا اس نے بھی مفسدوں کو دیا یا۔ لیکن اس کا مقصد درپوش سے

مختلف تھا۔ وریوش من وایم کرپین حکومت کی امداد کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ اور  
ابن سلامہ لوگوں سے خود اپنی حمایت کی بیعت لیتا تھا اور کسی کی امارت کو  
تسلیم نہیں کرتا تھا۔

ادھر دار الخلافہ میں یہ سب واقعات ہو رہے تھے ادھر مامون مرو میں  
اطمینان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ مرکز خلافت کی کیا کیفیت  
ہے کیونکہ فضل اس قسم کی اطلاعیں اس کے پاس مطلق نہیں پہنچنے دیتا تھا۔  
اسی درمیان میں مامون سے ایک ایسا فعل سرزد ہوا جس سے  
بغداد میں اور بھی ہرجان پیدا ہو گیا۔ یعنی اس نے شیعہ اثنا عشریہ کے امام  
ہشتم علی رضا کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔ اور ان کو اپنا ولیعہد بنا کر  
تمام صوبوں میں حکم بھیج دیا کہ سیاہ عبای شوار کے بدلے سبز علوی شوار  
اختیار کیا جائے۔

عباسی خاندان کے لوگوں نے مجتمع ہو کر کہا کہ فضل بن سہل یہ چاہتا  
ہے کہ خلافت کو بنی عباس سے آل علی میں منتقل کر دے۔ ہم ہرگز اس حکم  
کو نہیں تسلیم کریں گے۔ چنانچہ ان لوگوں نے متفقہ طور پر مکہ محرم ۲۰۲ھ  
کو مامون کی بیعت خلافت کو فسخ کر کے اس کے چچا ابراہیم بن مہدی کو  
خلیفہ بنا لیا اس نے حسن بن سہل کے مقابلہ کے لئے فوج تیار کی اور جابجا  
اپنی طرف سے عمال مقرر کر کے بھیجے۔

مرد میں مامون کو خود امام علی رضی اللہ عنہ نے اس حال سے آگاہ کیا اس  
 نے کہا کہ فضل نے تو مجھے یہ اطلاع دی ہے کہ ابراہیم کو اہل بغداد نے اپنا پیر  
 بنا لیا ہے انہوں نے کہا کہ ہرگز نہیں بلکہ خلیفہ بنایا ہے اور اس میں اور حسن بن  
 سہیل میں لڑائی جاری ہے۔ فضل نے جو کچھ کہا وہ غلط ہے۔ پھر انہوں نے  
 بغداد کی کل کیفیت مفصل طور پر اس کے سامنے بیان کی۔ اور صان صان  
 کہا کہ آپ سے عام مخالفت کی وجہ یہ ہے کہ فضل اور حسن دونوں آپ کے اور  
 امور خلافت کے ادھر عادی ہو گئے ہیں۔ اور لوگ اس کو پسند نہیں کرتے۔ اگر  
 آپ ان باتوں کی تصدیق کرنی چاہیں تو فلاں فلاں سرداران فوج سے جو یہاں  
 موجود ہیں کہہ سکتے ہیں۔ مامون نے ان لوگوں کو بلا لیا۔ اور جان کی امان دے کر  
 اصل حقیقت دریافت کی۔ ان سب نے بلا کم و کاست وہی بیان کیا جو امام علی رضی اللہ عنہ  
 نے فرمایا تھا اور کہا کہ ہر شے کے معاملہ کو بھی فضل نے آپ کو غلط سمجھایا۔ وہ خیر خواہ  
 کی غرض سے آپ کو آگاہ کرنے کی لئے آیا تھا یہی وجہ ہوئی کہ فضل نے مخفی طور  
 پر اس کو قید خانہ میں قتل کرادیا۔ طاہر بن حسین کو بھی اس نے بد دل کیا کہ اس  
 کی عظیم الشان کوششوں اور کارناموں کے بعد اس کو بغداد سے نکال کر  
 رقبہ میں بھیج دیا۔ جہاں وہ بیکار ایک گوشہ میں پڑا ہوا ہے اگر وہ عراق ہوتا تو  
 کسی قسم کی سورش نہ اٹھتی اب مناسب یہ ہے کہ آپ خود اس طرف چلیں تاکہ  
 بنی ہاشم اور بنی عباس نیز امرار فوج کو آپ کو دیکھ کر اطمینان ہو جائے

اور وہ مطیع ہو جائیں یہ سنکر مامون کی آنکھیں کھل گئیں اور اس نے بغداد  
کی روانگی کا حکم دیا۔

یہ امر ارباب وجود مامون کے امان کے بھی فضل کی سزا سے نہیں بچ سکتے۔  
اس نے ان میں سے کسی کو قید کیا۔ اور کسی کو نکال دیا۔ امام علی رضی اللہ عنہ نے  
مامون کو مطلع کیا۔ اس نے کہا کہ میں عنقریب اس کا بند و بست کرتا ہوں۔  
شاہی فوج مرو سے سرخس میں پہنچی۔ وہاں ۲ شعبان ۲۰۲ھ کو فضل  
بن سہل حمام میں نہا رہا تھا کہ یکایک خلیفہ کے چار خادموں نے پہنچ کر اس کو  
قتل کر ڈالا۔ وہ پکڑ کر دربار میں لائے گئے۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں  
نے کہا کہ خود خلیفہ نے ہم کو قتل کا حکم دیا تھا۔

قرائن سے یہ اندازہ نکالنا غلط نہیں ہے کہ یہ قتل مامون کے اشارے  
سے ہوا تھا۔ کیونکہ اس نے فضل کے مستبدانہ رویہ کو اچھی طرح محسوس کر لیا  
تھا۔ اور اس کو لہتین ہو گیا تھا کہ جب تک یہ رہے گا اہل بغداد میری اطاعت  
نہیں کریں گے لیکن باوجود اس کے عجمیوں کے تالیف قلوب کے خیال سے  
قصاص میں ان چاروں غلاموں کے سر کو اکر تعزیت نامہ کے ساتھ حسن بن  
سہل کے پاس بھیجیے اور وزارت کا منصب اس کو عطا کیا۔ پھر اس کی  
بیٹی بوران کے ساتھ اپنی شادی کی۔

عید الفطر کی نماز پڑھ کر سرخس سے روانہ ہوا۔ اس کی آمد اور فضل کے

مقتول ہو جانے کی خبر سے بغداد میں ابراہیم کی خلافت کمزور ہونے لگی۔ اور  
امرا فوج نے اس کا ساتھ چھوڑنا شروع کیا۔ کیونکہ جس بنیاد پر انہوں نے  
مامون کو خلافت سے معزول کیا تھا۔ وہ اب مہندم ہو چکی تھی۔

مامون جب طوس میں پہنچا تو وہاں ایک دوسرا حادثہ پیش آیا۔ یعنی  
امام علی رضا کا ایک انتقال کر گئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مامون کے مشورہ  
سے ان کو زہر دے دیا گیا۔ لیکن یہ بعید معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ان کے  
ساتھ بہت محبت رکھتا تھا اور اس نے دامادی کے ساتھ دلیعہدی کے  
لئے بھی ان کو منتخب کیا تھا۔ اگر واقعی وہ زہر ہی سے مرے تو یہ ممکن ہے کہ  
دربار یوں میں سے بنی عباس کے کسی خیر خواہ نے ایسی جرات کی ہو تاکہ  
خلافت کے آل علی میں منتقل ہو جانے کی وجہ سے ان میں جو جوش پیدا  
ہو گیا تھا وہ فرد ہو جائے۔

طوس سے روانہ ہو کر رے میں پہنچا۔ فوج نے بغداد کو اس کے سپرد  
کر کے خلافت سے ابراہیم کی معزولی کا اعلان کر دیا۔ یہ واقعہ ازدی حج  
۲۰۳ء کا ہے۔

ابراہیم نے جب یہ دیکھا تو اسی رات کو ردپوش ہو گیا اس کی عارضی  
خلافت کل ایک سال گیارہ مہینے اور بارہ دن رہی۔

نہروان میں بغداد کے امرا، روسا اور تمام بنی عباس مامون کے

استقبال کے لئے جمع ہوئے۔ مامون ان سے نہایت خوش ہو کر ملا پلہر  
 بن حسین بھی اس کے حکم کے مطابق وہاں آیا تھا۔ مامون نے اس کو جزیرہ  
 کی ولایت اور بغداد کی کوٹوالی عطا کی وہاں سے بغداد کو چلا ۱۶ صفر ۲۰۵ھ  
 میں وہاں داخلہ ہوا۔ چونکہ اس وقت وہ سبزعلوی شعاریں تھا۔ اس لئے  
 امرار فوج اور بنی عباس نے بھی مجبوراً اسی رنگ کا لباس اختیار کیا۔ لیکن  
 ایک ہفتہ کے بعد اعیان خلافت نے اس سے کہا کہ اپنے آبائی سیاہ شعار کو  
 ترک کر کے آپ نے علویہ کا سبز شعار کیوں اختیار کیا۔ مامون نے جب دیکھا  
 کہ سب لوگوں نے اس کی اطاعت کر لی۔ لیکن اس کے لباس کو پسند  
 نہیں کرتے تو اس نے سب کے سامنے سیاہ لباس منگا کر خود پہنا۔ اور  
 ایک خلعت طاہرہ کو عطا کیا اب لوگ اس سے خوش ہو گئے سب نے سبز لباس  
 اتار دیئے۔ اور حسب معمول عباسی شعار پہنے۔

اس وقت سے مامون کی خلافت کا اصلی دور شروع ہوا۔

مامون کا پہلا وزیر فضل تھا۔ اس کا باپ سہل مجوسی تھا۔

جو ہارون کے زمانہ میں مسلمان ہوا۔ فضل نے علم و ادب

**وزارت**

اور خاص کر فن نجوم میں دستگاہ بہیم پہنچائی۔ جعفر برکی کی سفارش سے

ہارون نے اس کو شاہزادہ مامون کا کاتب مقرر کر دیا۔ اسی کے حسن تدبیر سے

مامون کو امین پر غلبہ حاصل ہوا۔ اور خلافت ملی۔ مامون نے اسکو وزیر اعظم

مقرر کیا اور تمام ملکی اور جنگی امور اس کے سپرد کر دیئے۔ اس کی تلوار کے ایک طرف ریاست تدبیر اور دوسری طرف ریاست حرب کندہ کرایا اور اس کو زوال ریاستین کا خطاب دیکر تیس لاکھ درہم سالانہ اس کی تنخواہ مقرر کی لیکن وہ اس قدر مامون پر حاوی ہو گیا کہ اس کے استبداد سے تنگ آ کر آخر مامون نے خسرین پہنچ کر حمام میں اس کو قتل کر دیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اس نے نجوم کی مدد سے اپنا جوڑا چھ بنایا تھا اس میں لکھ رکھا تھا کہ اس کی موت آگ اور پانی کے درمیان ہوگی۔

ذوالریستین کے بعد بنی عامر کا ایک شامی غلام **احمد بن ابی خالد**

احمد بن ابی خالد جو ادب اور کتابت میں بہت نامور تھا۔ وزیر ہوا۔ یہ نہایت تیک مخلص اور دشمن تھا جس قدر خلیفہ کا خیر خواہ تھا اسی قدر عایا کا۔ تاریخ اس کا صرف ایک عیب دکھاتی ہے۔ وہ یہ کہ کھانے کا محنت کر لیں تھا۔ مامون نے اس خیال سے کہ یہ کھانے کی طرف سے مستغنی رہے۔ اور کسی تحفہ کی آرزو نہ رکھے۔ اس کے باورچی کھانے کے لئے روزانہ ایک ہزار درہم مقرر کر دیا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ لوگوں سے کھانے پینے کی چیزوں اور تحفوں کا خواہشمند رہتا تھا۔ ۲۱۱ھ میں اس نے وفات پائی۔ مامون خود اس کے جنازہ میں شریک ہوا اس کے لئے دعا کی۔ اور دفن کے بعد اس کی بہت تعریف فرمائی۔



ابن خالد کے بعد احمد بن یوسف کو وزارت کا منصب  
**ابن یوسف** ملا۔ یہ شخص عمرو بن مسعدہ منشی کے دفتر میں کاتب  
 تھا۔ خط نہایت پاکیزہ لکھتا تھا۔ مامون کو اس کے اوپر بڑا اعتماد تھا اس لئے  
 اس کے زمانہ میں اس کو عروج ملا۔

مامون کے ایک درباری محمد بن خلیل بن ہشام کو اس کے رتبہ پر  
 رشک آیا۔ وہ اس کو شش میں لگا کہ کسی صورت سے اس کو اس کے  
 منصب سے گرا دے۔ چنانچہ اس نے نہایت مکینہ طریقہ سے مامون کے  
 حراج کو اس سے منحرف کر دیا۔

صورت یہ ہوئی کہ احمد بن یوسف روزانہ صبح سویرے مامون کے  
 پاس ضروری امور میں مشورہ کے لئے آتا تھا۔ محمد بن خلیل نے مامون کے ایک  
 خادم سے مخفی طور پر یہ کہہ دیا کہ خلیفہ اگر احمد کو کوئی چیز عطا کرے تو تم مجھے  
 مطلع کر دینا۔ احمد حسب معمول ایک روز مامون کے پاس گیا۔ جاڑے کے دن  
 تھے۔ خلیفہ کے پلنگ کے نیچے عینز کا بخور جل رہا تھا احمد کی خاطر سے اس نے  
 اسی انگلیٹی کو اٹھوا کر اس کے سامنے رکھوا دیا۔ یہ بات اس خادم نے محمد بن  
 خلیل کو سنائی۔ وہ شام کو دربار میں آیا۔ مامون اس وقت تہنا تھا۔ اس نے  
 محمد سے پوچھا کہ کیا حال ہے اس نے کہا کہ میں اس وقت کشتی میں سوار چلا  
 آ رہا تھا اس میں ایک ملاح دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ لوگ امیر المؤمنین کی

سخاوت کی مدح کرتے ہیں۔ لیکن آج صبح کو وزیر ابن یوسف دربار سے  
 واپس ہوتے ہوئے اپنے خادم سے کہہ رہے تھے کہ خلیفہ نہایت دنی الطبع  
 ہے۔ اس کے سامنے بخور جل رہا تھا۔ جب میں پہنچا تو بجائے اس کے  
 کہ میرے لئے دوسری انگیٹھی منگاتا اسی کو میری طرف بڑھا دیا۔

مامون نے یہ سن کر یقین کر لیا کہ بے شک ابن یوسف نے کہا ہوگا  
 کیونکہ اس وقت اس کے سوا کوئی دوسرا موجود نہ تھا چنانچہ اسی نبیاد پر وہ  
 اس سے برگشتہ خاطر ہو گیا یہاں تک کہ معز دل کر دیا۔

اس کے بعد ابو عباد ثابت بن یحییٰ بن لیسا رازی

### ثابت بن یحییٰ

کو قلمدان وزارت عطا فرمایا یہ کتابت اور ادب میں  
 ماہر لیکن حساب میں نا آشنا تھا۔ مزاج میں تندہی اور سختی تھی۔ شدت غضب  
 میں کبھی کبھی کاتبوں کو گالیاں دیدیتا تھا اور ان کے منہ پر دوات پھینچ  
 مارتا تھا۔ اس کا رعب کم لیکن خوف زیادہ تھا۔

مامون سے ایک باری نے کہا کہ دعبل شاعر نے آپ کی ہجو لکھی ہے  
 اس نے کہا کہ جس نے ابو عباد کی ہجو کر ڈالی اس کو میری ہجو میں کیا باک ہے

مامون کا آخری وزیر ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن سوید تھا۔ یہ  
 خراسان کے ایک مجوسی خاندان کا تھا۔ جو مسلمان ہو گیا تھا۔

مامون کے زمانہ میں وزراء کا نفوذ اور اقتدار زیادہ نہیں تھا کیونکہ

برامکہ اور نیز فضل بن سہل کے استبداد کے نتائج دیکھ کر وہ امور  
 خلافت کو خود انجام دیتا تھا۔ اور وزیروں سے صرف مشورہ لیتا تھا۔  
 مامون نے جعفر زبکی کی اتالیقی میں تربیت پائی تھی جو شیعہ  
 علویہ تھا۔ پھر اس کا پہلا وزیر فضل بن سہل بھی جس کی کوشش سے  
 اس کو خلافت ملی۔ اسی جماعت کا تھا۔ ان لوگوں کے اثر سے خود اس کا  
 رجحان شیعیت کی طرف ہو گیا تھا اور وہ خلفاء راشدین میں سے حضرت  
 علیؑ کے حق خلافت کو مرجح سمجھتا تھا۔

فضل نے اپنی وزارت کے زمانہ میں یہ چاہا کہ مامون پر اثر ڈال کر  
 خلافت کو بلاخونریزی کے آسانی کے ساتھ آل علی بن جن کی امامت کا  
 وہ قائل تھا منتقل کر دے۔ چنانچہ اسی کے مشورہ سے مامون نے اپنی  
 بیٹی امام علی رضا کے ساتھ بیاہ دی۔ اور اپنے بعد ان کی ولیعهدی کا  
 فرمان لکھ دیا۔ جس کی وجہ سے وہ حادثات ظہور پذیر ہوئے جو بیان کئے گئے۔  
 بغداد میں آنے کے بعد بھی اس کا برتاؤ علویہ کے ساتھ نرم اور اس  
 کے اعتقاد کے مطابق رہا اور گو ان لوگوں نے بہت کچھ شور و شین برپا کی  
 تھیں۔ اور ہزاروں خاندانوں کو برباد کر ڈالا تھا۔ پھر بھی اس نے ان کے  
 ساتھ رحم و احسان کا سلوک کیا۔ مگر باوجود ان مزاحم کے بھی وہ اس کی  
 مخالفت پر کمر بستہ رہے۔ چنانچہ ۲۰۶ھ میں عبدالرحمن بن احمد بن عبداللہ

بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے یمن میں ایک جماعت کے ساتھ بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا۔

مامون نے اپنے ایک امیر قنوج دینار بن عبداللہ کو ایک لشکر دیکر اس طرف بھیجا۔ اور عبدالرحمن کے لئے امان نامہ بھی لکھ کر دیا۔ دینار نے وہاں پہنچ کر پہلے اس امان نامہ کو عبدالرحمن کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے مقابلہ کی طاقت اپنے اندر نہ دیکھی اس لئے اس کے پاس حاضر ہو گئے وہ ان کو ساتھ لے کر دربار خلافت میں آیا۔

مامون نے اس کے بعد سے یہ حکم دے دیا کہ آل ابی طالب میں سے کوئی شخص اب میرے دربار میں نہ آنے پائے اور یہ سب لوگ سبز لباس ترک کر کے عباسی شعار کے مطابق سیاہ لباس پہنا کریں۔ پھر بھی اس نے مرتے وقت اپنے بھائی معتصم کو جو وصیت کی اس میں لکھا تھا کہ آل علی کا خیال رکھنا۔ ان کے ساتھ سلوک کرنا۔ اور جو لوگ ان میں سے خطا کار ہوں ان کے قصور کو بخش دینا۔

یمن میں شیعیت کے رسوخ کی وجہ سے حکومت عباسی **دولت زیادہ** کا لغو و کمزور ہو گیا تھا۔ اور آئے دن ایک نئے نئے فتنہ اٹھا کر مارتا تھا۔ اس لئے مامون نے چاہا کہ کسی مدبر شخص کو وہاں کا والی مقرر کرے جو فتنہ اور فساد کو دبا دے۔ حسن بن سہل کے مشورہ سے

زیاد بن ابی سفیان کی اولاد میں سے ایک شخص محمد بن ابراہیم زیادی کو  
 یمن کی ولایت سپرد کی۔ اس نے جا کروہاں زبیدی کی داغ بیل ڈالی اور  
 اس شہر کو آباد کر کے اپنا مستقر بنایا۔ اور اپنی قابلیت سے سارے صوبہ پر  
 حاوی ہو گیا۔ خلیفہ کو وہ صرف ہدیہ اور خراج بھیجتا تھا اور خطبوں میں  
 اس کا نام لیتا تھا باقی تمام امور میں آزاد تھا۔ اس نے ۲۱۵ھ میں وفات  
 پائی اس کے بعد یمن کی حکومت بلا استقلال اس کی اولاد اور پھر اس کے  
 حوالی میں ۵۲۳ھ تک چلی آئی۔

ہارون الرشید نے اپنی خلافت اور مراقش کی

### دولت اعظم

ادریسی سلطنت کے درمیان ایک سرحدی ریاست

قائم کر کے ۸۵۱ھ میں ابراہیم بن اغلب کو وہاں کا والی بنا کر بھیجا تھا کیونکہ  
 تونس اور الجزائر میں سخت شورشیں برپا تھیں ابراہیم نے ان کو فرو کرنے  
 کے بعد صوبہ افریقیہ کو چالیس ہزار دینار ٹھیکہ پر لے کر وہاں اپنی مستقل حکومت  
 قائم کر لی۔ صرف خطبہ بنی عباس کا رکھا۔ یہ دولت ۲۹۶ھ تک اس کے

خاندان میں رہی مامون کے زمانہ ۹۶ھ سے عبداللہ بن ابراہیم

حکمران تھا۔ اس کے بعد ۲۶۱ھ سے ۲۶۳ھ تک اس کا بھائی زیاد تھا

بن ابراہیم رہا۔ اسی نے رومیوں کے ہاتھ سے جزیرہ صقلیہ کو فتح کیا۔

اندلس اور مراقش کے نکل جانے کے بعد اب یہ اور دو جدید دولتیں

یمن اور افریقہ کی جو علویہ کے خوف کی وجہ سے خلافت کی حفاظت کے لئے قائم کی گئیں تھیں خود مختار ہو گئیں۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ مامون جب مرو میں تھا تو اہل **ابراہیم بن مہدی** بغداد نے ابراہیم بن مہدی کو خلیفہ بنا لیا تھا۔

لیکن جس وقت وہ مشرق سے بغداد کی طرف آیا اس وقت فوج نے ابراہیم کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس لئے وہ خون کی وجہ سے محفئی اور مستور ہو گیا۔ اور بغداد ہی میں ایک محلے سے دوسرے محلہ اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں چھپتا پھرتا تھا۔

۲۱۰ھ میں مامون کو یہ خبر ملی کہ ابن عائشہ اور مالک وغیرہ چند فوجی امراء ابراہیم کے حامی ہیں۔ اور اس کے ساتھ سازش کر کے اس کو بغاوت کے لئے تیار کر رہے ہیں۔ اس نے ان لوگوں کو گرفتار کیا۔ سختیوں کے بعد انہوں نے اپنے جرم کا اقبال کیا اور چند دیگر امراء کے نام بتائے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ شریک ہیں لیکن مامون نے اس خیال سے کہ ممکن ہے کہ یہ لوگ بے گنا ہوں کو نقصان پہنچانا چاہتے ہوں ان کے قول کی طرف التفات نہیں کیا۔ اور صرف چار شخصوں کو جو اس سازش کے مرتکب تھے سزا دی۔

ابن عائشہ کو تین دن دھوپ میں جمع رکھا۔ پھر کوڑوں سے

پڑوایا۔ اس کے بعد سولی پر چڑھا دیا۔ عبدی خاندان میں سے یہ پہلا شخص ہے جس کو سولی دی گئی۔

۱۳ ربیع الاول ۲۱۰ھ کو ابراہیم بن مہدی زنا نہ لباس پہنے ہوئے دو کینڑوں کے ساتھ کسی گلی سے گزر رہا تھا ایک حبشی دربان نے اس کو پہچان کر پکڑ لیا اور مامون کے دربار میں لے گیا۔

مامون اس کی طرف سے بہت برہم تھا اس نے درباریوں سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہئے سب نے قتل کا مشورہ دیا۔ لیکن وزیر احمد بن ابی خالد نے جان بخشی کی سفارش کی ابراہیم نے اپنے جرم کا اعتراف کر کے نمازت کا اظہار کیا۔ اور ایک قصیدہ سنایا۔ جس سے مامون کا دل سوج گیا۔ اور اس نے جان بخشی کی۔

زط کی بغاوت

زط جت یا جات کا عرب ہے اہل میں یہ مشرقی ہندوؤں کی ایک جماعت تھی جو زور کے نام سے مشہور تھی اور مسلمان ہونے کے بعد خلیج فارس کے سواحل پر آکر سکونت گزین ہو گئی تھی۔ امین اور مامون کی جنگ کے زمانہ میں اس نے یسرہ کے راستے پر قبضہ کر لیا۔ اور مجتمع ہو کر لوٹ مار شروع کر دی۔

بغداد میں آنے کے بعد مامون نے ۲۰۵ھ میں عیسیٰ بن یزید جلوبا کو ایک فوج کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا جب وہ وہاں پہنچا تو

زہد متفرق ہو کر جا بجا بھاگ گئے۔ اس لئے کچھ ذکر سرکا۔

مامون نے پھر داؤد بن ماسجور کے ساتھ ایک دستہ فوج روانہ  
کیا۔ لیکن یہ قوم اس کے قابو میں نہیں آسکی اور برابر مسافروں اور قافلوں  
کو لوٹتی رہی۔

مامون کے انتقال کے بعد معتصم نے عجیف بن عنبہ کو فوج  
ساتھ بھیجا اس نے آکر ان کو چاروں طرف سے گھیرا۔ ایک مقابلہ میں  
تین سو زہد مقتول اور پانچ سو گرفتار ہوئے۔ اس نے ان سب کے  
کاٹ کر معتصم کے دربار میں بھیج دیئے۔

اس کے بعد ان کے محاصرہ میں اور بھی سختی کی۔ جن پہاڑوں میں  
وہ رہتے تھے ان کے دروں پر قبضہ کیا۔ اور جن چشموں سے وہ پانی پیتے  
تھے ان کو بند کر دیا۔ آخر ان کے سرداروں محمد بن عثمان اور سہلیق  
تنگ آکر دی جہ ۱۹ھ میں امان طلب کی جو منظور کی گئی ان کی  
تعداد ۲۴ ہزار تھی عجیف ان کو کشتیوں میں بھر کر بغداد لایا وہاں معتصم کی  
سے گزرا۔ وہ خالقین کی طرف بھیجے گئے اور رومی سرحد کے متصل  
عین زریہ میں آباد ہونے کے لئے ان کو زمین دی گئی۔ متوکل کے زمانہ  
میں ۲۱۹ھ میں جب رومیوں نے حملہ کیا۔ تو وہ ان سب کو مو  
عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے لے گئے۔



بنی عقیل میں سے نصر بن شہبث ایک ممتاز زریں تھا۔  
**نصر بن شہبث** جو حلب کے شمال میں مقام بکسوم میں سکونت گزیرا  
 ہو گیا تھا۔ خلیفہ امین سے اور اس سے بہت دوستی تھی اس لئے وہ اس کا  
 خیر خواہ تھا۔ ۹۸ھ میں جب امین مقتول ہو گیا اور نصر نے دیکھا کہ  
 عربی عنصر مغلوب ہے اور عجمی خلافت پر حاوی ہو گئے تو وہ ایک جماعت  
 کو اپنے ساتھ لے کر بغاوت کے لئے اٹھا اور قرب دجوا کے مقامات  
 پر قبضہ کر کے دریائے فرات کو عبور کر کے آگے بڑھا اور اس کی قوت  
 کو دیکھ کر بہت سے قبائل عرب اس کے ساتھ مل گئے۔

طاہر بن حسین جس وقت بغداد کی مہم سے فارغ ہو چکا اس  
 وقت فضل بن سہل وزیر نے اس کی حکم پر اپنے بھائی حسن کو مقرر کیا  
 اس کو نصر کے مقابلہ کا حکم دیا۔ طاہر گیا لیکن شکست کھا کر راتہ کی طرف  
 چلا آیا اور اسی کی مدافعت اور محافظت پر قارخ رہا۔ دوبارہ مقابلہ  
 کے لئے آگے نہیں بڑھا۔

غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ اس نے اپنے پہلے کارناموں کا  
 کوئی اچھا صلہ نہیں پایا۔ اور عظیم الشان فتوحات کے بعد ان کے شرہ سے  
 مردم کر کے پھر لڑائی پوری بھیج دیا گیا۔ اس لئے اس کا دل لٹ گیا۔ اور وہ  
 بہمت اور حوصلہ کے ساتھ نہیں لڑ سکا۔

طاہر کو شکست دینے کے بعد نصر کی شوکت بڑھ گئی اس نے جریرہ  
 میں حران کا محاصرہ کیا۔ وہاں علویہ کی بھی ایک جماعت جا کر اس کے ساتھ  
 شریک ہو گئی۔ اور اس سے کہا کہ ہم لوگ اگر کسی کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کے  
 خلیفہ بنالیں تو ہماری جماعت اور طاقت بہت بڑھ جائے اس نے  
 پوچھا کہ کس کے ہاتھ پر۔ ان لوگوں نے کہا کہ کسی علوی کے۔ پوچھا کہ سبحان اللہ  
 ان میں سے آج اگر میں کسی کا ہاتھ تمام لوں تو کل ہی وہ مجھ سے کہنے  
 لگے گا کہ میں تیرا خالق اور رازق ہوں۔

ان لوگوں نے کہا کہ پھر کسی کو بتی امیر میں سے تلاش کرو اس  
 نے کہا کہ ان پر ادبار اچھا۔ میں بنی عباس کی خلافت کا دشمن نہیں ہوں  
 لیکن ان سے صرف اس وجہ سے لڑ رہا ہوں کہ انہوں نے عجم کو عرب پر  
 ترجیح دے رکھی ہے یہ مجھ کو گوارا نہیں۔

۲۰۴ھ میں مامون نے طاہر کو خراسان کی ولایت کا فرمان دے کر  
 روانہ کیا۔ اور اس کے بیٹے عہد اللہ کو جو رقیہ میں اس کا قائم مقام تھا لفر  
 کے مقابلہ کا حکم دیا۔

طاہر نے اسی موقع پر اپنے بیٹے عہد اللہ کے نام اپنا وہ مشہور ارد  
 معروف خط لکھا تھا جو اہل ادب میں آج تک مقبول ہے اس میں اس  
 نے آداب سیاسیہ اور مکارم اخلاق وغیرہ کی نہایت منتخب نصیحتیں مندرج

کیں۔ مامون نے اس خط کو اس قدر پسند کیا کہ اطراف ممالک میں تمام امرا اور عمال کے نام اس کی نقلیں بھجوائیں۔ اور فرمایا کہ ظاہر کا یہ مسکتوب تدبیراتے دانائی اور ملک داری کے لئے بہترین و ستوار العمل ہے جس سے کوئی فرماں روا مستغنی نہیں ہو سکتا۔

عبداللہ نے نصر کے مقابلہ میں بہت جانفشانی کی اور آخر کار اسکو محصور کر لیا۔ اسی زمانہ میں مامون نے جعفر بن محمد عامر کو ایک خط دیکر نصر کے پاس بھیجا کہ وہ لڑائی سے باز آجائے اور مصالحت کر لے اس نے صلح کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن شرائط سخت کئے۔ مصلحت ان کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ مامون کی بساط پر قدم نہیں رکھے گا۔ مامون نے کہا کہ خواہ مجھے اس کی جنگ کے لئے اپنا کرتہ تک بیچ دینا پڑے لیکن میں اس کی یہ شرط ہرگز نہیں منظور کر سکتا کہ وہ میرے دربار میں حاضر نہیں ہو گا۔

نصر نے جب اس نامنتظوری کا حال سنا تو اپنے ساتھی عربوں کو مخاطب کر کے کہا کہ جو شخص قوم زط کے چار سو مینڈکوں پر غالب نہیں آسکا کیا وہ عربوں کو مغلوب کر سکتا ہے پھر عبداللہ کی فوج پر حملہ آور ہوا۔ متعدد لڑائیوں کے بعد جو سلسلہ وار پانچ سال تک ہوئی رہیں۔ آخر میں مجبور ہو کر اس نے صلح کی۔ اور صفر ۲۱۰ھ میں بار خلائت میں

حاضر ہوا۔ مامون نے اس کو مدینہ نبوی جعفر میں نظر بند کر دیا۔

ابتدائی زمانہ سے ایران کی سرزمین میں عجیب عجیب مذاہب

## بابک خرمی

پیدا ہونے آتے ہیں اسلام سے پہلے قباد کے عہد میں

مزوک نے وہاں اپنا اباہی مذہب جاری کیا تھا جس میں ہر شخص ہر شے

میں برابر کا شریک مانا گیا تھا۔ یہاں تک کہ عورتوں پر بھی کسی کا خاص حق

مسلم نہ تھا۔ اس کے پیروؤں کو نو شیروان نے اپنے عہد میں فنا کیا۔

تقریباً اسی قسم کا دوسرا مذہب ایک مجوسی جاویدان لیسر سہر کے

ہارون کے زمانہ میں وہاں ایجاد کیا۔ یہ فارس کے شمال میں آذربائیجان

اور اران کے درمیان قصبہ بدکاریس تھا اس طراف کے بہت سے لوگ

اس کے پیرو ہو گئے۔ اور انہوں نے اپنی ایک بڑی جماعت بنالی۔

بابک خرمی۔ رستاق سمیند کے متصل بابک گاؤں بلال آباد میں

پیدا ہوا تھا۔ جاویدان کی شہرت سنکر اس کے پاس گیا۔ اور اس کی شاگردی

اختیار کی اس نے اس میں فہم و فراست دیکھی۔ اس لئے اس کے اوپر بہت

مہربان ہو گیا جب وہ مر گیا تو اس کی بیوی نے اس کے پیروؤں کو

جمع کر کے کہا کہ جاویدان نے کل مجھ سے کہا تھا کہ آج کی رات میری

روح میرے جسم سے نکل کر بابک کے جسم میں چلی جائے گی لہذا اب لوگوں

کو چاہیے کہ اسی کو اپنا سردار بنا لیں چنانچہ اس کی جماعت نے بابک کو

پیشوا تسلیم کر لیا۔ اور جاویدان کی بیوی بھی اس کے نکاح میں آگئی۔  
 بابک نے ان کے لئے سب کچھ یہاں تک کہ خونریزی اور غارتگری  
 کو بھی مباح کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے لوٹ مار شروع کر دی۔ اور ان کے  
 خون سے راستے بند ہو گئے۔

مامون کو ۲۰۱ھ میں مرو میں اس جماعت کی اطلاع ملی اس نے  
 یحییٰ بن معاذ کو ان کی مہم پر متبعین کیا۔ لیکن وہ کچھ نہ کر سکا۔ پھر لعین او میں  
 آجٹے کے بعد ۲۰۶ھ میں عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو ارمینیا اور آذربائیجان  
 کا والی بنا کر ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا اس نے بھی شکست کھانی ۲۰۹ھ  
 میں احمد بن حمید اسکا فی فوج لے کر گیا۔ بابک نے اس کو زندہ گرفتار  
 کر لیا۔ اس کے بعد مامون نے ایک لشکر گراں محمد بن حمید طوسی کی ماتحتی  
 میں روانہ کیا۔

بابک چونکہ کوہستانی علاقہ میں تھا اور اپنے مرکز اس نے بہت  
 مستحکم اور محفوظ بنا رکھا تھا اس لئے محمد بن حمید بھی کچھ نہ کر سکا اور  
 مقام ہشتاد سر میں شکست کھا کر مقتول ہوا اس فتح سے بابک کی دھما  
 بندھ گئی اور ہمدان، اصفہان، ماسبذان اور مہر جان وغیرہ کے اکثر باشندے  
 خرمی مذہب میں داخل ہو کر اس کی جماعت میں شامل ہو گئے۔  
 مامون نے پھر کسی سپہ سالار کو نہیں بھیجا۔ مگر مرنے وقت معتصم کو

و وصیت کر گیا کہ خرمیوں سے غفلت نہ کرنا اور جس طرح ہو سکے ان کو قابو  
 میں لانا اور نہ یہ چنگاری تمام ایران میں شعلے بھڑکا دے گی۔ چنانچہ  
 خلیفہ ہو جانے کے بعد معتصم نے اپنے سب سے بڑے ترکے سپہ سالار آفشین  
 کو منتخب فوجوں کے ساتھ بابک کی مہم پر متعین کیا۔ اس کی روانگی سے پہلے  
 ابو سعید محمد بن یوسف کو اردبیل کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان قلعوں کی مرمت  
 کرے جن کو بابک نے خراب کر دیا ہے اس لئے زرخان سے اردبیل تک کل  
 قلعوں کو درست کیا اور ان کے ساد و سامان ترتیب دیئے اس دوران  
 میں خرمیوں نے متعدد حملے اس کے اوپر حملے لیکن وہ ان کو شکست دیا رہا۔  
 اس کے بعد برید کا سلسلہ قائم کیا۔ اور ہر فرسخ پر ایک ایک  
 چوکی بنوائی۔ تاکہ خطوط کا خریطہ جیسا کہ چوکی سے دوسری پر پہنچے تو  
 اس وقت ایک سوار تیار رہے جو فوراً اس کو لے کر وہاں سے روانہ ہو جائے  
 یہ انتظام ایسا مکمل کیا کہ اردبیل سے دارالخلافہ تک چار روز یا اس سے  
 بھی کم میں خطوط پہنچتے تھے۔

افشین نوح لے کر چلا اور بزنند میں پہنچ کر قیام کیا وہاں سے  
 اردبیل تک قلعوں میں فوجی دستے متعین کئے۔ اور ہر طرف اپنے جاسوس  
 بھیجے۔

افشین اور بابک میں عرصہ تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا جہاں

میں بوجہ برف باری کے موتوں ہو گیا۔

ایک بار درخلافت سے فوج کے لئے خزانہ آ رہا تھا بابک کو اس کا علم ہو گیا وہ ایک جماعت کو مخفی طور پر لیکر چلا کہ راستہ میں اس کو لوٹ لے۔ افیشین کو جاسوس نے اس کی اطلاع دی وہ ان کے راستہ میں گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ اور جب غریبہ قریب آ گئے تو اچانک ان پر حملہ کر دیا۔ صرف بابک چند بھرا ہیوں کے ساتھ بچ کر نکل گیا۔ باقی کوئی زندہ نہیں بچا۔

ربیع ۲۲۱ھ میں افیشین نے بابک کے مرکز قصبہ ہدیہ تاخت کی فریقین میں سخت خونریز جنگ ہوئی۔ آخر میں ترکی فوج غالب آ کر بدیں داخل ہو گئی۔ بابک نے چاہا کہ بھاگ کر رومی سرحد میں نکل جائے لیکن افیشین نے ہر طرف سے سواروں کو بھیج کر پہلے ہی سے ناکہ بندی کر دی تھی اس لئے وہ نکل نہیں سکا اور گرفتار ہو گیا اس کے ساتھ اس کے گھر کے ۱۶ مرد اور ۲۳ عورتیں اور لڑکیاں بھی پکڑی گئیں۔

دارالخلافت میں جس دن ان کو لے گئے اس دن ان کے دیکھنے کے لئے سارے شہر میں دھوم تھی بابک سلام میں اس کا بھائی بغداد میں سولی پر لٹکا دیا گیا۔

بیس سال کے زمانہ میں بابک نے جس قدر آدمی قتل کئے تھے ان کا شمار ۲۵۵۵ تھا۔ افیشین نے جب اس کو گرفتار کیا اس وقت بھی

اس کے یہاں ۷۰۰ قیدی ملے جو آزاد کئے گئے۔

عباسی دولت کی بنیاد خراسانیوں کے ہاتھ سے پڑی تھی  
**فوج** اس لئے ان کے زمانہ میں ان کو ملکی اور فوجی بڑے بڑے  
 عہدے حاصل ہو گئے تھے اور عربوں سے کم ان کا رتبہ نہ تھا۔

پھر مامون کی خلافت بھی اہل خراسان کی ہی بدولت قائم ہوئی  
 اس لئے اس کے عہد میں ان کا زور بہت بڑھ گیا اور عربوں کی شان  
 بالکل گھٹ گئی۔ عجمی عنصر تمام مناصب پر حاوی ہو گیا اور فوج میں  
 بھی یہی لوگ بھرتی کئے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ مامون کے زمانہ میں کوئی  
 عربی سپہ سالار نام و نمود نہیں حاصل کر سکا بلکہ ترکوں اور خراسانیوں  
 نے شہرت پائی۔

ملک شام کا ایک رئیس مامون سے کہا کرتا تھا کہ شام اسلامی  
 قوت کا مرکز ہے وہاں کے لوگوں پر بھی آپ کی وہی نظر ہونی چاہیے۔  
 جو خراسانیوں پر ہے۔ ایک بار مامون نے اس کے جواب میں کہا کہ شامیوں  
 میں نے فوج سے اس وقت خارج کیا ہے جب کہ میرے خزانہ میں ایک  
 درہم بھی نہیں رہ گیا۔ اور اہل یمن نے نہ کبھی مجھ کو پسند کیا اور نہ میں ان کو  
 پسند کرتا ہوں رہے قصاعہ! وہ سفیانی کے خروج کے منتظر ہیں۔  
 کہ اس کا ساتھ دیں۔ بنی عباس سے ان کو کوئی ہمدردی نہیں اور قبائل



ربیعہ تو خود اللہ تعالیٰ سے خفا ہیں کہ اس نے اپنے بی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مضر میں سے کیوں مبعوث فرمایا۔ وہ بھلا ہمارے ہوا خواہ کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اس تبصریح سے صاف ظاہر ہے کہ عربی عصبیت جس کے انحطاط کو عالم اسلامی محسوس کر رہا تھا اس کو بتی عباس کس نظر سے دیکھتے تھے او عربوں کے متعلق ان کا کیا رویہ تھا۔ یہی خیالات تھے جن کی بنیاد پر ان خلفائے اہل عرب کی طرف سے اپنی توجہ پھیر لی۔ اور عجمی فوج پر اعتماد کیا۔ جس سے ان کی خلافت صرف نام کی عربی خلافت رہ گئی جس کی زبان عربی تھی ورنہ عربی قوت اور عربی عصبیت کا عنصر اس میں باقی نہیں تھا۔ مامون کے سپہ سالاروں میں جو شخص سب سے

### طاہر بن حسین

زیادہ ممتاز ہوا۔ وہ طاہر بن حسین بن مصعب بن

زبیر بن ہامان تھا۔ زبیر بن حضرت طلحہ بن عبید اللہ کا جو طلحہ الطلیحات خزاعی کے لقب سے مشہور تھے غلام تھا۔ مسلم بن زیاد بن ربیعہ نے اپنی ولایت کے زمانہ میں اس کو سلیمان کا عامل مقرر کر دیا تھا۔ اس کا بیٹا مصعب بنی عباس کے نقیب اعظم سلیمان بن کثیر کا کاتب تھا۔ آخر میں وہ ہرات کا امیر ہو گیا تھا۔ پھر مرو کے منتقل ایک مقام بوشیخ میں اس نے سکونت باختر کی۔ دس ۱۵۹ھ میں اس کا پوتا طاہر پیدا ہوا اس نے علم و ادب سیکھا۔ اور بڑا تو مند اور بہادر لکلا۔ مامون جب مرو میں تھا تو اس کے دربار میں

رسائی پائی۔ امین کے مقابلہ کے لئے اس نے اسی کو منتخب کیا۔ ان جنگوں میں اس کی متواتر کامیابیوں نے اس کے نام کو روشن کر دیا۔ آخر میں اس نے بغداد میں قبضہ کیا۔ اور امین کو قتل کر کے مامون کی بیعت لی اس کے بعد فضل بن سہل وزیر نے اس کو رقبہ میں نصر بن شیبث کے مقابلہ میں بھیجا۔ لیکن بدل ہو جانے کی وجہ سے کچھ نہ کر سکا۔

مامون کے بغداد میں پہنچنے پر طاہر حاضر ہوا اس وقت اس کی سابقہ خدمات کی تصدیق کر کے مامون نے اس کو بغداد کی گورنری اور اس کے اطراف اور صومالیہ جزیرہ کی ولایت عطا کی اسی درمیان میں یہ خبر پہنچی کہ عبدالرحمن مطوعی نے نیشاپور میں خاندیوں سے لڑنے کے لئے ایک جماعت کثیر فراہم کی ہے۔ مامون کو یہ شبہ گزرا کہ اس جماعت کی غرض کچھ اور نہ ہو۔ اس لئے اس نے طاہر کو خراسان کا والی مقرر کر کے بھیجا۔ تاکہ اگر کوئی فتنہ پیدا ہو تو وہ اس کا اٹھاد کر سکے۔

اس نے وہاں پہنچ کر نہایت لیاقت کے ساتھ انتظام کیا جس سے ہر قسم کے فتنے رفع ہو گئے۔ مامون ہمیشہ اس کی تدبیر، شجاعت اور خیر خواہی کی تعریف کیا کرتا تھا۔ اگر خلیفہ امین کے قتل کے جرم کا وہ مرتکب نہ ہوا ہوتا تو غالباً مامون اس کو وزیر اعظم کر دیتا۔

افریقہ میں ابراہیم بن اغلب اور یمن میں محمد بن ابراہیم کی طرح

طاہر بھی خراسان کا مستقل امیر ہو گیا۔ اور صرف سالانہ خرچ دار الخلافہ کو بیج دیتا تھا۔ باقی کل امور میں آزاد تھا۔

۲۰۶ھ میں مرو میں اس نے انتقال کیا۔ ۲۵۹ھ تک خراسان کی حکومت اس کی اولاد کے ہاتھ میں رہی اس کے بعد یعقوب بن لیث صفار نے اس پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اور خاندان صفاریہ کی حکومت قائم ہو گئی۔ باوجود استقلال کے خاندان طاہریہ کا علاقہ دار الخلافہ کے ساتھ ہمیشہ خوشگوار رہا جس کی وجہ یہ تھی کہ بعد ازاں کو توالی کا عہدہ بھی نسلا بعد لہ اسی خاندان میں چلا آیا۔ اور برابر ان کے تعلقات مرکز کے ساتھ قائم رہے۔

طاہر کا بیٹا عبد اللہ بھی عہد مامونی کا نامور سپہ سالار عبد اللہ بن طاہر تھا۔ اس کی ولادت ۱۸۲ھ میں ہوئی تھی طاہر کی کامیابیوں کے بعد ۱۹۹ھ میں مامون نے اس اپنے دربار میں لے لیا اور اس کی تربیت کی۔ ۲۰۴ھ میں نصر بن شبث کے مقابلہ میں اس کو متعین کیا پانچ سال کی متواتر جنگ کے بعد جب وہاں سے کامیابی کے ساتھ فرار ہوئی تو مامون نے اس کو مصر کی طرف بھیجا کیونکہ وہاں کا امیر عبید اللہ بن سری باغی ہو گیا تھا۔ عبید اللہ نے جا کر اس کو محصور کیا۔ مجبوراً اس نے امان طلب کی۔

اس فساد کو فرو کرنے کے وہ اسکندریہ کی طرف بڑھا جہاں اندلس کی

فوجیں آکر مسلط ہو گئی تھیں ان کو نکال کر امن قائم کیا۔

علامہ یولش بن عبدالاعلیٰ نے جو مصر کے ایک ممتاز محدث تھے لکھا ہے کہ مصر کی یہ حالت تھی متخلبین اللہ کھڑے ہوتے تھے جا بجا فتنہ اور فساد برپا تھا۔ ایک طرف سے اندلسی فوجوں نے مصیبت ڈھا رکھی تھی اور اہل مصر سختی اور بلا میں گرفتار تھے کہ اسی درمیان میں مشرق کی طرف سے ایک نوجوان (عبداللہ بن طاہر) آیا اس نے چند دنوں میں سارے ملک میں امان قائم کر دیا اور سب کو مطیع و فرماں بردار بنا لیا۔

۲۱۲ھ میں جب وہ مصر سے واپس آیا تو مامون نے جبال آرمینینہ اور آذربائیجان کی ولایت کا فرمان دے کر یابک کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ لیکن اسی اثنا میں خیرا گئی کہ طلحہ بن طاہر والی خراسان کا انتقال ہو گیا۔ اس نے اس کو خراسان جانے کا حکم دیا وہاں وہ متواتر ۱۸ سال تک گمران رہا۔ اور ۲۲۳ھ میں واثق باللہ کے عہد میں وفات پائی۔

مامون کا عہد اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ اس کے زیر نگیں مجال جس قدر صوبے تھے اور ان سے جتنا خرچ ہر سال دار الخلافہ میں آتا تھا وہ کتب تاریخ میں مرقوم ہے۔ علامہ ابن خلدون نے عہد مامون کے محفوظ سرکاری کاغذات کو دیکھ کر تفصیل داد اس کو اپنی کتاب کے مقدمہ میں نقل کیا ہے۔ ہم بجنسہ یہاں درج کرتے ہیں۔

تلفه  
بیراجد ختم

.....  
.....  
کاتی

.....

.....

.....

..... ۱۵۰۰۰۰ ..... ۲۰۰۰۰ رطل شکر

..... ۲۵۰۰۰۰ ..... ۲۰۰۰۰ شیشه گلاب ..... رطل خرم

..... ۳۰۰۰۰۰ ..... ۲۰۰۰۰ مینی تخان ..... رطل خرم

.....

..... ۱۱۵۰۰۰ ..... ۱۵۰۰۰ رطل عود هندی

..... ۲۰۰۰۰۰ ..... ۲۰۰۰۰ تخان ..... رطل فانید

..... ۲۸۰۰۰۰۰ ..... ۲۰۰۰۰ گورک ..... (علاقم) تخان

..... ۲۰۰۰۰ رطل بلیند ..... نقره چاندی

..... ۱۲۰۰۰۰۰ ..... ۱۰۰۰۰ پارچه ریشی

..... ۱۵۰۰۰۰۰ ..... ۱۰۰۰۰ نقره چاندی

..... ۶۳۰۰۰۰۰ ..... ۶۰۰۰۰ فرش طبرستانی ..... چادری

..... ۵۰۰۰۰ کمان

برستان دردیان

۱۲۰۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰	رطل شہد	۷
۱۱۳۰۰۰۰۰	۱۰۰۰	رطل رب المہینہ	ہمدان
۱۰۶۰۰۰۰۰		۱۲۰۰۰	بصرہ دکنہ
۱۰۰۰۰۰۰			ماسبندان دریان
۹۶۰۰۰۰۰			شہزادہ
۲۲۰۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰	رطل شہد	موصل مع توالح
۲۰۰۰۰۰۰			آند بجان
۲۰۰۰۰۰۰۰	۱۰۰۰	اغلام، ۱۲۰۰۰	جزیرہ دواجی
۲۰۰۰۰۰۰۰		۱۲۰۰۰	آرمینیہ
۱۳۰۰۰۰۰۰	۲۰	قسط، ۵۲	برقہ
۱۰۰۰۰۰۰۰		۱۲۰۰۰	افریقہ
۱۰۰۰۰۰۰۰		۱۲۰۰۰	
۲۲۸۶۰۰۰۰		درہم	ففسین
۱۰۰۰۰۰۰		دینار	مشق
۲۲۰۰۰۰۰			اردن
۹۶۰۰۰			

..... ۳۱ دنیارہ..... ۳۰ رطل روغن زیت	فلسطین
" ۱۹۲۰۰۰۰	مصر
" ۳۶۰۰۰۰۰	یمن
" ۳۰۰۰۰۰۰	حجاء

---

۳۸۱۶۰۰۰

اس آمدنی کا بڑا حصہ بغداد ہی میں خلیفہ امرارہ - وزیرارہ - لشکر اور  
 عملہ کی تنخواہوں عطیوں اور بخششوں میں صرف کرتا تھا۔ اس وجہ سے رفاہیت  
 اور خوش حالی عام تھی۔

طیفوری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ مامون جس وقت ملک شام  
 میں تھا معتمد اپنی ولایت کا خراج لے کر پہنچا۔ اور اس کے سامنے نہیں کر دیا  
 ورمہم رکھوا دیتے۔ مامون نے کہا کہ ہمارے اہل دربار اور عملا اسکو دیکھتے ہوئے  
 خالی ہاتھ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ اور ہمیں اس کے مالک نہیں۔ یہ تو  
 مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ اسی وقت اپنے وزیر محمد بن یزید کو بلا کر کسی کو دس  
 ہزار کسی کو بیس ہزار دلوایا اور فرمایا کہ جو کچھ بیچ گیا ہے اس کو بخشش کے پاس  
 بیع دد وہ فوج میں تقسیم کر دے۔

حقیقت میں یہ بہت بڑی بخشش ہے۔ لیکن آمدنی کا خیال کیا  
 جائے تو وہ اس سے کہیں بڑھ کر تھی۔

## علوم و فنون

آغاز اسلام میں مسلمانوں کو بوجہ جنگ و جہاد کے علوم و فنون کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہیں ملی۔ خلفاء راشدین کے زمانہ میں ان کا علمی مشغلہ صرف قرآن اور روایت حدیث تھا۔ بنی امیہ کے عہد سے تدریس کتب شروع ہوئی اور تفسیر و حدیث کی بعض بعض کتابیں لکھی گئیں۔ سب سے پہلا شخص جس نے علوم و خبیات کی طرف توجہ کی خالد بن برمک اول تھا۔ اس کو کیمیا کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ اس نے مصر سے چند یونانیوں کو وہاں سکونت گزریں تھے تمام میں بلایا اور ان سے اس فن کی بعض یونانی اور قطعی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرایا پھر خود بھی اس میں رسالے لکھے۔

بنی امیہ ہی کے عہد میں قطعی، سریانی اور فارسی زبانوں سے دفتر حکومت عربی میں منتقل کیا گیا۔ اس وقت سے غیر عرب بھی اس زبان کو سیکھنے لگے بالخصوص ایرانیوں کی ایک کثیر تعداد عربی داں ہو گئی۔

عباسی حکومت میں جب عربی اقوام سے تعلقات بڑھے تو خلفاء کو یہ شوق پیدا ہوا کہ ان کے علوم و فنون کو عربی میں منتقل فرمائیں۔ سب سے پہلے خلیفہ ابو جعفر منصور نے کتب قدیمہ کے ترجموں کی طرف توجہ کی اس کے لئے جو جبر بن جبرائیل نے جو جنڈلیسا پور کے شفا خانہ میں طبیب تھا طب کی کتابوں کا ترجمہ کیا ۱۵۸ھ میں منصور نے اس کو اپنے دربار میں بلایا۔ اور قنددانی فرما کر اس کے رتبہ کو بڑھا دیا۔ اس نے بقرات اور جالبینوس کی متعدد کتابوں



کاتر جمعہ کر ڈالا۔

جو جس کے علاوہ اور لوگ بھی ۔۔۔ اس کام میں مشغول ہوئے  
ابن المقفع نے کلید دومنہ کو فارسی سے عربی میں نقل کیا۔ سنسکرت کی کتاب  
سنہ متدا اور لطلیموس کی کتاب محیطی اور اقلیدس کے مقالے عربی میں منتقل ہوئے  
ہارون الرشید کے زمانہ میں یہ شوق اور ترقی کر گیا اس نے بیت الحکمہ  
کے نام سے ایک مکتب خانہ قائم کیا جس میں کتابوں کے ترجمے کئے جاتے تھے۔  
اس میں اس نے مختلف اقوام و ممالک کے علماء اور حکماء اسی کام کے لئے ملازم رکھے  
جنگ روم میں جب اس نے انگریز اور عموریہ وغیرہ کو فتح کیا تو وہاں سے  
بہت سی یونانی کتابیں مختلف علوم و فنون کی لایا۔ اور ان کا ترجمہ کرایا۔  
برائے نے بھی اپنی فیاضی اور سخاوت سے ترجمین کی سرپرستی کی اور  
بہت سے اہل علم کو اس کام میں لگایا۔

خلفاء عباسیہ میں مامون سے زیادہ صاحب علم و فضل تھا اس نے  
بڑے بڑے ائمہ مثلاً بزریدی خلیل بصری اور کسایی وغیرہ سے علوم ادبیہ  
کو حاصل کیا تھا۔ امام مالک سے حدیث پڑھی تھی اس کو چونکہ فلسفہ سے بھی  
ذوق تھا اس لئے اس نے قیصر کو ایک خط لکھا کہ علوم قدیمہ کی جو کتابیں روم  
میں محفوظ ہیں وہ ہمارے پاس بھیج دی جائیں تاکہ ان میں گمراہی پھیلے اور  
ہماری قوم اس سے محفوظ رہے۔

مامون نے حجاج بن مطر، یحییٰ بن بطریق، یوحنا بن ماسویہ اور  
بیت المحکمہ کے مہتمم سلیمان وغیرہ کو بھیجا یہ جا کر وہاں سے کتابیں لائے اور پھر  
ان کے لئے مترجمین مقرر کئے۔

اس عہد میں یہ شوق اس قدر عام ہو گیا تھا کہ خلیفہ کے علاوہ امراء نے  
بھی اپنے یہاں دارالترجمہ قائم کئے۔

بنو شاکر یعنی محمد، احمد، اور حسن تینوں نے روم سے فلسفہ، طب  
ہندسہ، حساب، اور موسیقی وغیرہ کی کتابیں منگو کر ان کے ترجمے کرائے اور  
بیش تر اردو دولت اس کام میں صرف کی۔ حسین بن اسحاق ثابت بن قرہ اور  
حبیش بن اسن وغیرہ جیسے ممتاز اہل علم ترجمہ کیلئے ملازم تھے جن کی تنخواہوں  
کا ماہوار خرچہ ۵۰ دینار تھا۔

مامون کے طبیب خاص جبریل بن بختیشوع نے بھی کئی کتابوں کا  
ترجمہ کیا۔

قسطنطین لوقا اعلیٰ کا ایک عیسائی تھا جو مختلف زبانیں جانتا تھا۔  
اور طب، فلسفہ اور حساب اور موسیقی سے ذوق رکھتا تھا اس نے بھی یونانی  
زبان سے متعدد کتابیں عربی میں منتقل کیں۔

عہد مامونی کے مترجمین میں سب سے نامور یعقوب بن اسحق کردی تھا۔  
اس کا سلسلہ نسب اشعث بن قیس بن معدی کر مشہور تحطانی رئیس تک پہنچتا ہے۔

یہ شخص طب، فلسفہ، منطق، ہندسہ اور نجوم وغیرہ میں کامل تھا اسلام میں  
فلسفی اور حکیم کا لقب سب سے پہلے اسی کو ملا۔ اس نے ارسطو کے فلسفہ اور  
منطق کو عربی میں نقل کیا۔ اور ان میں جو مشکلات تھیں وہ بھی حل کر دیں۔

حنین بن اسحق طب میں فاضل تھا۔ اور یونانی، سریانی، فارسی اور  
عربی اچھی طرح جانتا تھا۔ ان ممالک میں اس نے سیاحتی بھی کی تھی۔ ۲۶۱ میں  
وفات پائی۔ اس کے ترجمے نہایت اچھے ہیں۔

عمر بن قریظ اور ثابت بن قریظ حراتی بھی اچھے مترجمین میں

تھے۔

ان کے علاوہ اور بھی کثرت سے مترجمین تھے۔ جنہوں نے حساب،  
اعداد، لہجہ اور موسیقی وغیرہ ہر قسم کی کتابیں ترجمہ کیں جن کی وجہ سے  
علوم اسلامیہ و عربیہ کے علاوہ یونانی، رومی، قبلی اور فارسی، ہندی  
اقوام کے جملہ علوم و فنون عربی میں آ گئے اور امت اسلامیہ میں شائع ہو گئے۔

ہامون نے ہیئت کی کتابوں میں دیکھا کہ گروہ زمین کا دور

**محیط زمین**

۲۲۰۰ ہزار میل ہے اس نے اس کی تحقیق کے لئے اہل

ہیئت کی ایک جماعت متبعین کی جن میں بنی شاکر بھی شامل تھے۔ ان لوگوں  
نے سنجار کے میدان کو جو مسطح تھا اس کام کے لئے منتخب کیا۔ وہاں ایک نظام  
پر قطب شمالی کا ارتفاع دریافت کر کے ایک کھونٹی گاڑی پھر بظا مستقیم

رسی باتدھنتے اور کھونٹیاں گاڑتے ہوئے اس کے شمالی جانب چلے گئے  
 جب ۶۶ میل پر پہنچے تو دیکھا کہ قطب شمالی کا ارتفاع پورا ایک درجہ بڑھ گیا  
 اس لئے انھوں نے نتیجہ نکالا کہ قطب کے ایک درجہ کے مقابل میں زمین  
 کی مسافت ۶۶ میل بڑھتی ہے۔

مزید تحقیق کے لئے اس مقام سے جہاں پہلے کھونٹی گاڑی تھی جنوب  
 کی طرف اسی طرح چلے اور جب ۶۶ میل پر پہنچے تو دیکھا کہ ارتفاع قطب  
 ایک درجہ کم ہے اس لئے یقین ہو گیا کہ قطب کے ایک درجہ کی مطابقت زمین  
 کے ۶۶ میل کے ساتھ بالکل ٹھیک ہے اب اس حساب سے آسمان کے  
 درجوں کو ۶۶ میل کے ساتھ ضرب دیا تو ۲۳۴ میل ہوئے۔

لیکن مامون کے دل کو تسلی نہیں ہوئی اس نے حکم دیا کہ کسی دوسرے  
 مقام پر بھی اسی طریقے سے تحقیقات کی جائے۔ چنانچہ دوبارہ صحرائے کوذیر  
 یہی عمل کیا گیا اور بالکل پہلی تحقیق کے مطابق ملا۔ اس لئے یہ بات مسلم ہو گئی کہ  
 کرۂ زمین کا محیط ۲۳۴ ہزار میل ہے۔

۲۱۳ھ میں مامون نے اطراف ملک سے ممتاز اہل ہدایت  
**لصد کاہ** وخبیم مثلاً خالد بن عبد الملک مرد وری۔ سند  
 بن علی ادوعاص بن سعید جوہری وغیرہ کو طلب کر کے شامیہ میں ایک رصد  
 بنوائی بجیے بن ابی منصور اس کا منتظم تھا۔

مامون کے منعم خاص ابو جعفر محمد بن موسیٰ خوارزمی نے جس نے  
سب سے پہلے کتاب الجبر والمقابلہ لکھی۔ اسی رصد گاہ میں تحقیقات کر کے  
اپنی زریح مرتب کی جو ابن قزازی کی زریح سے فوقیت لے گئی۔

مامون کو اس ہنر پر درسی اور علمی دلچسپی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت  
تک دنیا میں جس قدر علوم و فنون تھے اہل اسلام ان سب کے مالک اور ان  
میں دیگر اقوام سے فائق تر ہو گئے۔ اسی بنیاد پر ہمارے ملک کے ایک علم دوست  
مورخ نے اس کو ابطال اسلام میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ وہی ان علوم کے لوہار کا  
حامل تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ اسلام کا کام محض نشر و اشاعتِ علوم ہی  
ہے بلکہ اس کا اولین فرض یہ ہے کہ قانون شرع کے مطابق امت کی  
مہمات کو انجام دے اور اصول اسلام کی حمایت اور ان کا احترام کرے۔ اس  
حیثیت سے دیکھو گے تو مامون کی شخصیت بھی دیگر خلفاء عباسیہ کی طرح  
مستبد جمہوریت کش امت کی آزادی بلکہ ان کی دیہی حریت کو بھی سلب  
کرنے والی ملے گی جیسا کہ آئندہ صفحات سے روشن ہو جائے گا۔

مامون کو چونکہ برنسیت اپنے پیش رو خلفاء کے علم سے  
مجاہد علمبرہ زیادہ ذوق تھا۔ اس لئے وہ ایک جماعت اہل علم کی ہمیشہ  
اپنے ساتھ رکھتا تھا اور ان سے علمی بحثیں کرتا تھا۔

بعد میں اس وقت اگرچہ علوم دینیہ کو غلبہ تھا لیکن منکلیہن کا ایک

گردہ پیدا ہو گیا تھا جو عقائدِ دین میں عقلی اصول کے ساتھ بحث کرتا تھا اور چند ایسے نتیجوں پر پہنچ گیا تھا جو علمائے دین کے مسلمہ عقائد سے مختلف تھا۔ اس لئے اس گردہ اور جمہور اہل اسلام میں ایک مخالفت قائم ہو گئی تھی۔

سب سے پہلے یہ اختلافات بصرہ میں پیدا ہوئے پھر وہاں سے منتقل ہو کر بغداد میں پہنچے اس جماعت کا بانی واصل بن عطار غزال اور عمرو بن عبید تھا جس کی خلیفہ منصور کے دربار میں بڑی عزت تھی۔

اس کے بعد اس کے سرغنے ابو ہذیل علات ابراہیم بن سیار نظام بشر بن غیاث مری عمرو بن بحر جاحظ اور ثمالہ بن اشرس وغیرہ ہوئے یہی لوگ اس تکلمین اور ردساراعت غزال تھے۔

اہل سنت سے جن مسائل میں ان کا اختلاف تھا ان میں سے مندرجہ ذیل دو نہایت اہم تھے۔

۱) خلقِ افعال یہ لوگ کہتے تھے کہ بندوں کے جس قدر افعال ہیں ان کے خالق وہ خود ہیں۔ اسی سبب سے وہ ان کے اوپر جزا و سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔

اہل سنت کہتے تھے کہ افعال کا بندوں سے بجز اس کے اور کچھ تعلق نہیں کہ ان کے توسط سے وہ صادر ہوتے ہیں۔ اصلی خالق ان کا اللہ تعالیٰ ہے۔

۳۱ مسئلہ صفات . معتزلہ ذات الہی کو صفات سے منزہ مانتے تھے۔ یعنی یہ کہ قدرت ارادہ۔ سمع۔ بصر۔ حیات اور کلام وغیرہ جو صفات الہی ہیں بذات خود قائم نہیں ہیں ورنہ قدمار کا تعدد لازم آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی عین ذات کے لحاظ سے قادر۔ سمیع اور بصیر وغیرہ ہے۔ اہل سنت صفات کو عین ذات نہیں مانتے تھے بلکہ قائم بالذات کہتے تھے۔

اس سے یہ اختلاف پیدا ہوا کہ قرآن جو کلام اللہ ہے حادث ہے یا قدیم ہے۔ جمہور اس کو کلام کے صفت الہی ہونے کی وجہ سے قدیم اور غیر مخلوق کہتے تھے۔ لیکن معتزلہ کا قول تھا کہ ان حروف اور اصوات کو اللہ تعالیٰ ایک حادث جسم میں جس کو جنی کہتے ہیں پیدا کر دیتا ہے یہی ان کے نزدیک وحی کی حقیقت تھی۔

گو علماء اہل سنت مثلاً امام ابو حنیفہ۔ مالک۔ اور شافعی وغیرہ میں بھی باہم اختلافات تھے لیکن ان کا مزاج مسائل شرعیہ اور امور ذریعہ تھے اس لئے یہ اختلافات مخالفت کی حد تک نہیں پہنچے تھے بلکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے اجتہاد اور استنباط کا احترام کرتا تھا۔ لیکن معتزلہ کے اختلافات چونکہ اصول و بیانات سے تعلق رکھتے تھے اس لئے اہل سنت ان کو مبتدع قرار دیتے تھے اور ان کے ایمان میں خلل سمجھتے تھے اسی طرح

معتزلہ ان کو جاہل اور عامی کہتے تھے۔

دوسرا اختلاف سنی اور شیعہ کا تھا اسلام میں جو دو سیاسی فرقے پیدا ہو گئے تھے یعنی شیعہ اور خارجی ان میں سے خارجی تو تقریباً فنا ہو چکے تھے مگر شیعہ باقی تھے۔ اہل سنت کا قول تھا کہ خلفائے راشدین نے جس ترتیب سے خلافت پائی اسی ترتیب سے ان کا رتبہ اور استحقاق تھا۔ لیکن شیعہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے مستحق حضرت علی تھے اور ان کے بعد ان کی اولاد۔

اس جماعت کے بھی دو فرقے تھے ایک امامیہ جو عالی تھے اور خلفاء ثلاثہ کو غاصب قرار دیتے تھے دوسرے زیدیہ جن کے نزدیک خلافت کے مستحق اگرچہ حضرت علی تھے لیکن خلفاء ثلاثہ بھی چونکہ عادل تھے اس لئے ان کی شان میں گستاخی ناجائز سمجھتے تھے پھر ان میں سے بھی ہر ایک کی مختلف شاخیں تھیں جن کے آراء اور خیالات میں اکثر اختلافات تھے۔ مامون جب مرو سے بغداد میں آیا تو اس نے اپنے علمی ذوق کی وجہ سے فاضل القضاة یحییٰ بن اکثم کو حکم دیا کہ وہ پایہ تخت کے علماء کو دربار میں لائیں۔ چنانچہ انہوں نے مختلف جماعتوں کے چالیس علماء جن کو حاضر کئے مامون نے مجلس مناظرہ قائم کی۔ سہ شنبہ کے دن یہ محفل منعقد ہوتی تھی خلیفہ بھی شریک ہوتا تھا۔ اور ہر فرقہ کے اہل علم آزادی کے ساتھ



بحث کرتے تھے۔ یہاں تک کہ امامیہ اور زیدیہ بھی اس کے سامنے مسئلہ  
امامت پر پیما کی ساتھ گفتگو کرتے تھے۔ اور معتزلہ اپنے عقائد کے اثبات  
میں دلیل لاتے تھے۔

اب تک اصحاب حدیث کے عقیدہ کی وجہ سے کوئی شخص علاوہ کسی امر میں  
ان کی مخالفت نہیں کرتا تھا۔ لیکن اب مجلس مناظرہ نے یہ راستہ کھول دیا۔  
غالباً مامون کا مقصد اس سے یہ تھا کہ باہمی مناظرات سے اختلافات  
مٹ جائیں گے۔ اور تمام فرقے متفق اور ہم خیال ہو جائیں گے لیکن نتیجہ  
اس کے بالکل عکس نکلا۔ کیونکہ اس نے خود ان بحثوں میں معتزلہ کے بعض  
عقائد کی تائید کی۔ خاص کر مسئلہ خلق قرآن میں اس لئے فقہاء اور ان  
کے اثر سے جمہور اہل سنت ان کے مخالف ہو گئے۔

۲۱۲ھ میں مامون نے خلق قرآن کے عقیدہ کا  
اعلان کیا۔ اسی وقت سے علماء اور فقہار نے  
اس کو بدعتی۔ ملحد بلکہ کافر بھی کہنا شروع کیا۔ یہ مخالفت برابر بڑھتی گئی۔  
یہاں تک کہ ۲۱۸ھ میں اس نے اپنی رائے کی حمایت میں اپنی قوت کو  
سنتھال کر ناچا پایا۔

اس زمانہ میں وہ شام میں جنگ کے لئے گیا ہوا تھا وہاں سے  
پس اول ۲۱۸ھ میں امیر بغداد اسحاق بن ابراہیم بن مصعب کو ہنایت

سخت لہجہ میں ایک فرمان لکھا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

خلیفہ اسلام ہونے کی حیثیت سے میرا یہ فرض ہے کہ میں  
اس دین کی حفاظت اور حمایت کروں۔ میں دیکھتا ہوں کہ جہلا  
اور عام مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ اللہ اور اس کے کلام  
دونوں کو یکساں قدیم مانتے ہیں اور پھر دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم  
موجد اور اہل حق ہیں اور دوسرے ملحد اور کافر۔ حالانکہ خود  
قرآن کی بہت سی آیتیں ان کے اس عقیدہ کی تردید کرتی ہیں۔  
ریا کار اور جاہ پسند فقہانے ان جاہلوں کا ساتھ دے  
کر ان کو اور بھڑکار کھلے۔ لہذا ان کو جمع کر کے قاضیوں  
کے سامنے میرا یہ فرمان سنا دو۔ جو شخص قرآن کو مخلوق نہ  
کہے اس کا نام دفتر سے کاٹ دیا جائے۔ اور اس کی شہادت  
ساقط الاعتبار سمجھی جائے۔

اسحق کو یہ فرمان بھی لکھا کہ وہاں کے مشایخ جمہور کو میرے پاس  
بیج دو۔ اس نے ممتاز علماء حدیث مثلاً امام بن معین محمد بن سعد صاحب  
طبقات ابو حنیفہ زہیر بن حرب اور احمد بن ابراہیم دورق وغیرہ کو بیج دیا ان  
لوگوں نے ان کے سامنے جا کر خون کی وجہ سے افسر کر لیا کہ قرآن  
مخلوق ہے۔

مأمون نے پھر اسحق کو حکم بھیجا کہ اس مسئلہ کے متعلق علیؑ کے بعد  
 کے بیانات قلمبند کر کے میرے پاس بھیج اس نے پس اہل علم کو جمع کیا اور ان کے  
 اظہار لئے۔

سوالات و جوابات کی جو نوعیت تھی اس کو دکھانے کے لئے دو

ایک بیان مونتہاد زح کرتا ہوں۔

اسحاق۔ قرآن کے مخلوق ہونے کے متعلق تم کیا کہتے ہو۔ ؟

علی بن مقاتل۔ میں اس سے بشیر خود امیر المؤمنین سے اس کے بارے میں کہ چکا ہوں

اسحاق۔ کیا قرآن مخلوق نہیں۔ ؟

علی۔ قرآن کلام اللہ ہے۔

اسحاق۔ میرا سوال یہ نہیں ہے۔

علی۔ اس کے سوا اور کوئی جواب میرے پاس نہیں ہے۔ ہاں اگر امیر المؤمنین

مجھ سے کسی بات کے کہنے کا حکم دیں گے، تو میں ان کی اطاعت کر دے گا۔

علامہ بشیر بن ولید سے اسحاق نے پوچھا کہ تمہارا قرآن کے متعلق کیا ارادہ ہے

بشیر۔ میرا جو کچھ خیال ہے اس کو میں پہلے ظاہر کر چکا ہوں۔

اسحاق۔ لیکن اب پھر امیر المؤمنین کا فرمان آیا ہے۔

بشیر۔ میں صرف یہ کہتا ہوں کہ قرآن کلام اللہ ہے۔

اسحاق۔ میں یہ نہیں پوچھتا۔ میرا سوال یہ ہے کہ وہ مخلوق ہے یا نہیں۔ ؟

بشیر اللہ ہر شے کا خالق ہے۔

اسحاق۔ قرآن شے ہے۔

بشیر۔ بے شک۔

اسحاق۔ تو وہ مخلوق ہوا۔

بشیر۔ وہ خالق نہیں ہے۔

اسحاق۔ یہ تو جواب نہیں ہوا۔

بشیر۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ خود امیر المومنین سے بھی کہہ آیا تھا۔ کہ میں اس کے متعلق گفتگو کرنا نہیں چاہتا ہوں۔

اسحق نے تمام لوگوں کے بیانات لکھ کر بھیج دیئے۔ مامون نے نہایت برا فروخت ہو کر ایک طویل طومار لکھا۔ جس کو ایک قاصد کے ہاتھ بھیجا

بغداد کے امیر حدیث اور فقہار پر ایک ایک کر کے رشوت خوری، خیانت

دروغ گوئی، جہالت اور ریاکاری وغیرہ کی تہمتیں لگائیں اور آخر میں

حکم لکھا کہ اگر یہ لوگ قرآن کو مخلوق نہ کہیں تو ان کو پاپہ زنجیر مرے لشکر

میں بھیج دو۔ دونوں شخصوں بشیر بن ولید اور امیر ایہم بن مہدی کے بارے

میں لکھا کہ ان سے توبہ کراؤ۔ اور اگر یہ اپنے عقیدہ سے باز نہ آئیں تو ان کو

قتل کر دو۔

اسحق نے پھر اہل علم کو جمع کیا۔ اور یہ خط سنایا اس جنگیزی فرمان کو سنکر

بجز چار شخصوں کے سب نے قرآن کو مخلوق کہہ دیا وہ چاروں قید کئے گئے  
ان میں سے بھی ایک نے دوسرے دن اور دوسرے نے تیسرے دن اقرار  
کر لیا۔ اور چھوٹے گئے۔ صرف دو شخص امام احمد اور محمد بن زور ثابت  
قدم رہ گئے۔ انہوں نے طے کر لیا تھا کہ ہم قرآن کو کبھی مخلوق نہیں کہیں گے۔  
اسی درمیان میں امامون کا ایک اور حکم آیا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ  
بعضوں نے خون کی وجہ سے اقرار کر لیا ہے لہذا ایسے منافقوں کو مقید کر کے  
میرے پاس بھیج دو۔

اسحق نے علما کی ایک جماعت کو پٹریاں پہنا کر سپاہیوں کی حراست  
میں طرسوس کی جانب روانہ کیا۔ یہ لوگ مقام رتہ میں پہنچے تھے کہ وہاں امامون  
کے مرے کی خبر آگئی۔ اس لئے پھر لعناد کو واپس بھیج دیئے گئے۔

امامون نے محض متعصبانہ ضد کی وجہ سے اس چھوٹے مسئلہ  
کو اٹھا کر امت میں تفریق پیدا کر دی۔ اور ائمہ حدیث اور علماء امت کو  
مصیبت اور آزار طیش میں ڈال دیا۔ اس سے نہ صرف اس کی تنگ مزاجی  
اور فلسفیانہ دیوانگی کا اظہار ہوتا ہے۔ بلکہ اس کی تنگ خیالی اور کوتاہی عقلی  
کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ اس کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں تھا کہ ایک علمی مسئلہ کو  
دینی عقیدہ قرار دیکر اپنی قوت کے زور سے جبراً لوگوں سے تسلیم کر لئے خاص  
کر ان ائمہ اور پیشوایان دین سے جن کے سامنے وہ طفل مکتب کی حیثیت

بھی نہیں رکھتا تھا۔

امون نے ہی پرس نہیں کیا بلکہ اپنے بھائی معتصم و لیہد کو تاکید کے ساتھ وصیت کر گیا کہ میرے بعد تم بھی اسی طرح ان علماء پر سختی جاری رکھنا۔ معتصم اگرچہ ایک سپاہی آدمی تھا۔ اور علم خاص کر فلسفہ سے زیادہ ذوق نہیں رکھتا تھا۔ لیکن بھائی کی وصیت اور نیران رد سار اغترال کے اثر سے جو دربار میں رسوخ پائے ہوئے تھے۔ اس نے بھی اس تشدد کو جاری رکھا۔ امام احمد بن حنبل کو قید خانہ سے بلوا کر تازیانوں سے پڑاتا تھا اور مجبور کرتا تھا کہ وہ قرآن کو مخلوق کہیں۔ انہوں نے تقریباً ڈھائی سال اس سختی کو برداشت کیا۔ اور صبر کے ساتھ اپنے عزم پر قائم رہے اکثر جب کوڑے پڑتے تھے تو بیہوش ہو جاتے تھے۔

معتصم کے بعد واثق نے بھی اپنے چچا اور باپ کی اس سنت کو جاری رکھا۔ اس زمانہ میں احمد بن نصر ایک ممتاز رئیس تھا۔ اس کا دادا مالک بن ہشیم چونکہ دعوت عباسیہ کے نقیاریں سے تھا اس لئے دربار خلافت میں اس کا خاندانی اثر اور اقتدار چلا آتا تھا۔ وہ اکثر ائمہ حدیث کی صحبتوں میں بیٹھا کرتا تھا۔ اور معتزلہ کا سخت دشمن تھا۔ چنانچہ باوجود واثق کے تشدد اور اپنی دربارداری کے بھی اس نے خلق قرآن کے عقیدے کی علانیہ مخالفت کی۔ اور واثق اور اس کے رفقا کو کافر کہنے لگا۔

عام مسلمانوں نے اس کا ساتھ دیا۔ اس نے مخفی طور پر چھپند  
ہزار کی ایک جماعت تیار کی۔ ایک رات اس کو بغداد کی دونوں جانب  
تقسیم کیا اور ایک نفاذہ رکھا کہ جس وقت یہ بجایا جائے وہ دونوں سمت سے  
لوگ قصر خلافت پر حملہ کریں۔ لیکن بد قسمتی سے جو لوگ اس کے بجائے پر  
متبعین تھے ان میں سے ایک شخص نے بنی ہاشمی کی تھی۔ اس نے وقت مقررہ  
سے قبل اس پر چوہیں مارنی شروع کر دیں۔ لوگ ابھی تک تیار نہیں ہوئے  
تھے۔ یہ آواز سن کر محمد بن ابی اسیم نامی کو والی موقوفہ پر پہنچ گیا۔ وہاں اس کو  
اس سازش کا پتہ چل گیا۔ اس نے ان میں سے جس قدر لوگ بل سکے ان  
کو گرفتار کر کے قید کیا۔ اصبح کو واقع کے دربار میں لے گیا واقع نے احمد  
بن نصر سے زیادہ گفتگو نہیں کی۔ صرف یہ پوچھا کہ تم قرآن کے بارے میں  
کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا کہ وہ کلام اللہ ہے۔ واقع نے حاضرین سے فتویٰ  
لے کر اس کو قتل کر دیا۔

پھر اس کے جسم کو سلمہ میں سولی پر چڑھا دیا۔ اور سر کو بغداد میں بھیج  
دیا۔ کان میں ایک رقعہ لٹکا دیا۔ جس پر لکھا ہوا تھا۔

یہ احمد بن نصر مشرک اور گمراہ کانسر ہے۔ جس کو امیر المومنین نے

بغرض قریباً ہی خود اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہے۔

مصر میں اس وقت امام ابو یعقوب یوسف بن یحییٰ نہایت ممتاز

عالم اور امام شافعیؒ کے شاگرد رشید تھے۔ واثق کو معلوم ہوا کہ وہ  
 قرآن کو غیر مخلوق کہتے ہیں اس نے والی مصر کے نام حکم بھیجا کہ ان سے قرآن  
 کے مخلوق ہونے کا اقرار لے۔ وہ چونکہ امام مذکور کے ساتھ محبت اور حسن  
 عقیدت رکھتا تھا۔ اس لئے ان کو یہ خط سنا کر بہت سمجھایا۔ اور کہا کہ آپ  
 صرف میرے سامنے اقرار کر لیں تاکہ میں حلیفہ کو لکھ دوں اور آپ اس مصیبت  
 سے بچ جائیں۔ انہوں نے کہا کہ میرے لئے والے لاکھوں ہیں ان سب کی ذمہ  
 داری میرے اوپر ہوگی۔ والی نے مجبور ہو کر ان کو حلیفہ کے پاس بھیج دیا۔  
 اس نے قید کر دیا۔ اسی قید میں ۲۳۱ھ میں وہ انتقال کر گئے۔

اسی قسم کی سختیوں سے جمہور اس عقیدے میں اور بھی سخت ہو گئے  
 یہاں تک کہ معتزلہ کا مذاق بھی اڑانے لگے۔ ایک بار عبادہ نے جو واثق  
 کا ظریف الطبع و باری تھا اس سے کہا کہ جب قرآن مرجائے گا تو کیا ہوگا  
 واثق نے کہا کہ قرآن کیوں مرے گا اس نے کہا کہ ہر مخلوق کے لئے قرآن ہے  
 اور وہ بھی مخلوق ہے ایک دن وہ ضرور مرے گا۔ پھر رمضان میں تراویح  
 کیونکر پڑھی جائے گی یہ سن کر واثق ہنس پڑا۔ اور کہا کہ پس پس۔

واثق بھی اپنی سختیوں سے تنگ آ گیا تھا اور چاہتا تھا کہ کسی طرح  
 اس ناگوار جھگڑے سے رہائی ملے۔ اس لئے کلاس مسئلہ کی بدولت جمہور  
 کے ساتھ مخالفت کی خلیج دن بدن وسیع تر ہوتی جاتی تھی۔ اور نفع کچھ



نہیں تھا۔

ایک دن ایک بڈھا آدمی اسی بارے میں پکڑا گیا۔ دربار میں لایا گیا۔ ابن ابی داؤد رئیس معتزلہ جو اس قندہ کا اہلی بانی تھا اس سے سوال کیا کہ کیا قرآن مخلوق نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ اس کا جواب دینے سے پہلے میں خود تم سے سوال کرتا ہوں کہ اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم بھی جانتے تھے یا نہیں۔ ابن ابی داؤد نے کہا کہ یقیناً جانتے تھے۔ اس نے کہا کہ پھر انہوں نے لوگوں سے اس کا اقرار لیا یا خاموش رہے۔ ابن ابی داؤد نے کہا کہ خاموش رہے اس نے کہا کہ جس امر میں یہ لوگ خاموش رہے کیا اس میں تمہارے لئے خاموشی کی گنجائش نہیں ہے۔ ابن ابی داؤد چپ ہو گیا۔ واثق خوش ہوا اس نے بڈھے کو چھوڑ دیا۔ اس کے اس جملہ کو کہ کیا تمہارے لئے اس میں خاموشی کی گنجائش نہیں ہے اپنی زبان سے کئی بار دہرایا۔

ان وجوہات سے سختی کی آگ دھبی پڑ گئی۔ ۲۳۲ھ میں جب متوکل خلیفہ ہو گیا تو اس نے یک فلم ان جھگڑوں کو موقوف کر دیا۔ اور لوگوں کو ان کے عقیدوں پر چھوڑ دیا۔ جمہور اہل اسلام خوش ہو گئے۔

مامون کے ابتدائی عہد میں رومیوں سے کوئی

جنگ نہیں پیش آئی۔ لیکن جب انہوں نے جا بجا

احوال خارا

اسلامی سرحدوں پر حملے کے شرع کئے۔ تو محرم ۲۱۵ھ مطابق پنج  
 ۸۳۰ء کو اسحاق بن ابرہیم کو اپنا قائم مقام کر کے بغداد سے فوجیں لے کر  
 موصل کی طرف روانہ ہوا۔ اور شیخ سے دابق وہاں سے الطایفہ ہوتا ہوا  
 طرسوس پہنچا۔ یہی سرحد کی چھاؤنی تھی جو الائی کے مہینے میں رومیوں کے  
 ہاتھ سے قلعہ قرہ کو فتح کر کے ڈھا دیا۔ وہاں میں قدر رومی پکڑے گئے  
 ان کو اپنی فوج سے ۵۶ ہزار دینار پر خرید کر آزاد کر دیا۔ اور ہر ایک کو زاد  
 راہ کے لئے ایک ایک اشرفی دے کر رخصت کیا۔ یہیں سے اپنے غلام  
 شناس کو قلعہ سندس کی طرف بھیجا اس نے اس پر قبضہ کر کے وہاں کے  
 رئیس کو قتل کیا۔

عجیبت اور جعفر کو فوج کے ساتھ قلعہ سنان کے محاصرہ کے لئے  
 روانہ کیا۔ وہاں کے لوگوں نے اطاعت قبول کر لی۔

ان فتوحات کے بعد وہ شام کی طرف واپس آیا یہاں یہ خبر پہنچی کہ  
 قیصر روم نے طرسوس اور مصیصہ کے ۶۶ مسلمانوں کو قتل کر ڈالا اس لئے  
 پھر روم کی طرف پلٹا۔ پہلے مقام الطیفو پر قبضہ کیا۔ پھر مختصم کو فوج دے کر  
 آگے بھیجا اس نے تیس قلعے فتح کئے۔ قاضی یحییٰ بن اکثم جو جماعت فقہار  
 میں سے وہ بھی ایک فوج لے کر طوانہ کی طرف گئے اور اس کو تاخت و  
 تالیج کر کے واپس آئے۔

ان فتوحات کے بعد مامون یکسوم ہوتا ہوا دمشق میں آیا۔ مصر میں چونکہ اضطرابات تھے اس لئے ۲۱۶ھ میں وہاں گیا۔ جا بجا دورہ کر کے انتظام کو درست کیا۔

اہرام کے متعلق بعض لوگ یہ خیال رکھتے تھے کہ ان میں ذراعہ کے خزانے مدفون ہیں اس خیال سے ان میں سے ایک کو کھدوایا۔ لیکن کچھ مال برآمد نہ ہوا۔ اور صرف بہت پڑ گیا اس وجہ سے چھوڑ دیا۔ لیکن یہ خیال بے بنیاد نہ تھا۔ چنانچہ آج کل مصر میں قدیم مصر کے قبرستان سے بے شمار قیمتی ذخائر برآمد ہوئے ہیں۔

مصر سے دمشق میں واپس آکر ۲۱۶ھ میں قیصر روم پر فوج کشی کی۔ اور لولہ کا جو بہت نامی اور مشہور قلعہ تھا محاصرہ کیا۔ عجیب کو وہاں چھوڑ کر آگے بڑھا۔ اس کو اہل قلعہ نے دھوکہ سے گرفتار کر لیا۔ لیکن ۸ روز کے بعد چھوڑ دیا۔ اسی درمیان میں قیصر روم توفیل خود لشکر لے کر وہاں پہنچا۔ مامون نے جیساں کی آمد کی خبر پائی تو عجیب کی مدد کے لئے پلٹا۔ قیصر بھاگ گیا۔ اہل قلعہ نے امان طلب کی جو منظور کی گئی۔

جمادی الثانی ۲۱۸ھ میں مامون نے اپنے بیٹے عباس کو طوانہ میں مقرر کیا۔ اس کو آباد کرے اس نے ایک میل بسا اور ایک میل چوڑا شہر شہر آباد کیا۔ اور مختلف جنگجو قوموں کو وہاں لاکر بسا دیا۔ فیصل میں میل مدور

تھی۔ مامون رقبہ میں آگیا۔ وہاں سے پھر روم کی طرف بڑھا لیکن طرسوس  
میں پہنچ کر انتقال کر گیا۔

مامون تمام خلفاء عباسیہ میں حلم و عفو میں  
بے نظیر تھا۔ درگزر میں اس کو ایسی لذت ملتی تھی کہ

## اخلاق و عادات

اکثر خطاؤں کے بخشے کے بعد وہ درگاہ الہی میں سجدہ شکر ادا کرنے کے لئے  
گر پڑتا تھا۔ خود اس کے دشمن بھی اگر اس کے سامنے آ جاتے تھے تو ان کو معافی  
دے دیتا تھا۔ یہاں تک کہ فضل بن ربیع کے قصور کو بھی جو ان تمام گناہوں  
کا بانی تھا۔ جو امین کے ساتھ ہوئی تھیں اس نے بخش دیا۔

زید بن علی کا بیان ہے کہ مامون ایک دن کھانا کھا رہا تھا۔ نذماراؤں

اہل دربار سب دسترخوان پر تھے۔ اور سجدہ خطیب اس کے پس پشت کھڑا  
ہوا اس کے محامد بیان کر رہا تھا۔ یکایک مامون کی آنکھوں سے آنسو جاری  
ہو گئے۔ لوگوں نے سبب پوچھا اس نے کہا کہ کوئی رنج یا غم نہیں ہے، بلکہ

دل میں اللہ تعالیٰ کے شکر یہ کا ایک جذبہ پیدا ہوا جس کے باعث اسنو کل  
پڑے۔ دیکھو یہ شخص (صحن میں فضل بن ربیع کی طرف اشارہ کر کے) ہارون

کے زمانہ میں دربار میں کسی زور پر بٹھیا تھا۔ اس کے انداز سے اس وقت  
بھی میری بدخواہی نمایاں تھی۔ لیکن اس کی بدگوئی ادا چلی خوری سے ڈر کر میں

اس کے ساتھ مدارات کرتا تھا۔ ادا یہ اگر میرے سلام کا جواب دیتا تھا تو

تو میں خوش ہو جاتا تھا۔ بارون کے بعد امین کو میرے خلاف اسی نے  
 ابھارا اور برادری کا رشتہ منقطع کر کے باہم لڑا دیا۔ اور یہ چاہا کہ مجھ کو  
 گرفتار کر کے بے دست و پا بنا کر رکھے۔ اس کا بہترین سلوک میرے ساتھ  
 یہ تھا کہ علی بن عیسیٰ کو اس نے بجائے لوہے کے چاندی کی زنجیروں تھی کہ میں اس  
 میں مقید کر کے لایا جاؤں۔ آج میرے اوپر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم یہ ہے کہ  
 وہ ذلت و خواری کے ساتھ میرے غلاموں کی صف میں بیٹھا ہے۔

پھر اس مسجد خطیب کو دیکھو جو کل منبر پر چڑھ کر میری برائیاں کرتا  
 تھا اور مامون کے بجائے اس نے میرا نام مافون رکھا تھا۔ آج میری  
 مدح و ثنا میں اس طرح تر زبان ہے کہ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
 کی لغت خوانی کر رہا ہے۔

مامون کا قول تھا کہ لوگ اگر جانیں کہ عفو میں مجھ کو کس قدر مزا ملتا ہے  
 تو میرے پاس گناہوں کے تحفے لائیں لیکن مصر میں جو عجیب و غریب سختی اس  
 نے کی کہ وہاں کے باغیوں کو باوجود اطاعت قبول کر لینے کے بھی صفر  
 ۲۱۴ھ میں قتل کر دیا۔ اور ان کی عورتوں اور بچوں کو فروخت کر دیا یہ  
 اس کی اس صفت پر ایک نہایت بدنامی ہے۔

مامون علم اور ادب میں بھی ممتاز تھا اور علماء کی بے حد قدر دانی  
 کرنا تھا۔ قاضی یحییٰ بن اکثم شمتونی ۲۲۲ھ کو جو اس زمانہ میں علوم ادب پر و

اسلامیہ میں وجید عصر تھے دن رات اپنی مصاحبت میں رکھتا تھا اور  
وزیر اسے بھی بالائز اختیارات ان کو دے رکھے تھے۔

ان کا ادب اس قدر کرتا تھا کہ ایک رات جبکہ وہ اس کے قریب  
سوئے ہوئے تھے مامون پانی پینے کے لئے اٹھا اس خیال سے کہ کہیں ان  
کی نیند نہ لوٹ جائے نہایت اہستہ اہستہ جا کر پانی پیا۔ پھر بے پادوں کر  
پلنگ پر لیٹ گیا۔ قاضی صاحب بیدار تھے صبح کو انہوں نے کہا کہ لیر المومنین  
رات کو میں نے آپ کا طرز عمل دیکھا کہ آپ نے میری نیند کا کس قدر احترام کیا۔  
حقیقت یہ ہے کہ انہیں اخلاق و آداب نے آپ کو بادشاہ اور ہم کو آپ کا غلام  
نبایا ہے۔

کرم اور فیاضی میں یہ ہارون سے بھی سبقت لے گیا۔ شاعروں اور  
ادیبوں کو ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر ہزاروں اور لاکھوں درہم بخش دیتا تھا اس  
کی قدر دانیوں کی وجہ سے بغداد ہر قسم کے اہل فن کا مرجع و مرکز بنا ہوا تھا۔  
شان و شوکت میں بھی وہ اپنے آبا و اجداد سے فوقیت رکھتا تھا اور  
دس ہزار درہم اس کے دسترخوان کا صرف تھا۔

اس زمانہ کی دولت و ثروت اور جاہ و حشمت کا اندازہ کرنے کے  
لئے مامون کی ایک شادی کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔  
وزیر نواریا ستین کے قتل کے بعد ۱۵۲۱ھ میں مامون نے

اس کے بھائی حسن بن سہل کی بیٹی ابوران کے ساتھ شادی کا ارادہ کیا۔  
 حسن کی طرف سے مقام فہم الصلح میں برات کے لئے انتظام کیا گیا۔ مامون  
 مع اپنے اہل خاندان اور کان سلطنت و حشم و خدم کے گیا۔ اور ننگ و ہاں  
 جشن رہا اور حسن کی طرف سے شہابہ بہان نوازی ہوتی رہی اس نے کاغذ  
 کے پرچوں پر گاڈں گھوڑے۔ درہم، دینار کی قمیوں بکھرے مشک میں ان کی  
 گولیاں بنا کر بنی ہاشم امر قوز اور اعیان سلطنت کے اوپر شمار کیں اور  
 ان سے کہہ دیا کہ جس کے ہاتھ میں جو پرچہ پڑے اس میں جو کچھ لکھا ہو اس کو  
 خزانچی سے وصول کر لے۔

علم لوگوں پر درہم و دینار اور مشک وغیرہ وغیرہ بکھرا۔  
 مامون کے لئے ایک فرش مکمل بجا ہر سونے کے تاروں سے بنوایا  
 گیا تھا۔ جب وہ اس پر بیٹھا تو درہائے شاہوار شمار کئے گئے۔

اس تقریب میں حسن بن سہل نے پانچ کروڑ درہم صرف کئے مامون  
 جب وہاں سے واپس آئے لگا تو فہم الصلح کو حسن کی جاگیر میں دے دیا اور  
 ایک کروڑ درہم نقد اور فارس اور اہواز کا ایک سال کا خرچ عطا فرمایا۔  
 مامون کے اخلاق میں سادگی اور وسعت کھنی۔ بچوں اور منقروں  
 میں لوگ سخت کلامی کر بیٹھے تھے۔ لیکن وہ برداشت کرتا تھا جب اس کی  
 رائے کسی معاملہ پر غلطی پر ہوتی تھی اور ارکان دولت میں سے کوئی اس کو

آگاہ کر دیتا تھا تو مان لیتا تھا۔

ایک بار اس نے فرمان لکھوایا کہ معاویہ بن ابی سفیان پر لعنت  
 بھیجی جائے۔ قاضی یحییٰ بن اکثم کو جب اس کا علم ہوا۔ تو انہوں نے جا کر  
 اس سے کہا کہ عوام اس کو برداشت نہیں کر سکیں گے اور کچھ عجب نہیں کہ اس  
 سے فتنہ برپا ہو جائے اس لئے بہتر یہ ہے کہ مذہبی عقیدہ میں ہر فرقہ کو  
 اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ سیاست اور تدبیرِ ملکی کے لحاظ سے اس  
 امر کا اظہار کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ خلیفہ کسی خاص فرقے کی طرف میلان  
 رکھتا ہے۔ مامون نے اس نصیحت کو سن کر فرمان کو روک دیا۔ اور شایع نہیں  
 کیا لیکن دفتر میں مہر شدہ وہ محفوظ رہ گیا۔

اسی طرح شیعیت کے جذبہ میں ایک بار اس نے منوعہ کے جواز کے  
 اعلان کا حکم دیا۔ قاضی یحییٰ اس کے پاس گئے۔ اور کہا کہ منوعہ تو زنا ہے۔  
 اس لئے کہا کہ کس دلیل سے۔ فرمایا کہ قرآن میں صرف بیویاں اور لونڈیاں مرد  
 لئے حلال کی گئی ہیں۔ جموعہ عورت نہ بیوی ہے کہ اس کو میراث ملے نہ کینز ہے  
 کہ بچی جاسکے۔ پھر اس سے تمنع کی ذکر جائز ہو سکتا ہے مامون لاجواب ہو گیا۔  
 اور اپنے ارادہ سے باز رہا۔

مامون اپنے ایک ایک متعلقین کے اندرون اور خانگی نیز عام رعایا  
 کے جزی سے جزی حالات سے باخبر رہتا تھا اس لئے یہ ممکن نہ ہوتا کہ



معاملات میں کوئی اس کو کسی قسم کا فریب دے سکے۔  
 شعر بھی کا ادق صحیح رکھتا تھا اور خود بھی کبھی کبھی شعر کہتا تھا۔  
 موسیقی کا بھی شائق تھا اور بنیاد پتیا تھا۔

۱۸۲۱ء میں جب رقبہ سے روم کی طرف فوج کشی کی تو مقام  
**وفات** بدندوں میں پہنچ کر اس کو بخارا آیا۔ اور ۱۸ رجب کو وہیں انتقال  
 کر گیا۔ لوگوں نے طرسوس میں لے جا کر دفن کیا۔ عمر ۴۴ سال کی تھی۔ مدت  
 خلافت ۲۰ سال پانچ مہینے تین دن رہی اس میں سے ابتدائی ۶ سال مرد میں گذارے۔  
 مامون نے صرف ایک ہی ولیعہد اپنے بھائی معنضم کو بنایا۔  
**ولیعہدی** اور اس غلطی میں مبتلا نہیں ہوا جو اس کے پیشرو خلفاء  
 کرتے چلے آئے تھے۔

وفات کے وقت سلطنت کے اہم امور کے متعلق اس کو مفصل

وصیت نامہ لکھوا دیا۔

## معتمد (۸)

ابو اسحاق بن محمد باردون الرشیدی۔ اس کی ولادت ۱۷۹ ہجری  
 میں ایک کنیز بارودہ نامی عہ کے شکم سے ہوئی تھی۔ مامون کے زمانہ میں شام  
 اور مصر کا دالی رہا۔ شجاعت کی وجہ سے مامون اس کی بہت قدر کرتا تھا یہی  
 سبب تھا کہ اس نے اپنے بیٹے عباس کو چھوڑ کر اس کو ولیعہد مقرر کیا۔  
 مامون کی وفات کے دوسرے دن ۱۹ رجب ۲۱۸ھ مطابق ۱۱ اگست  
 ۸۳۳ء کو طرسوس میں اس کی خلافت کی بیعت ہوئی۔

سب سے پہلا کام اس نے یہ کیا کہ طولوز کو جسے مامون نے آباد کر لیا  
 تھا منہدم کر کے ان لوگوں کو جو لہجے گئے تھے۔ ان کے گھروں کو واپس  
 کیا۔ اور جس قدر ذخائر و اسلحہ وہاں جمع کئے گئے تھے ان سب کو اپنے ساتھ  
 لیا اور جو نہیں لاسکا اس کو جلا دیا۔ ۳ شعبان کو بغداد میں پہنچا۔

معتمد کا پہلا وزیر فضل بن مروان بن ماسر خن تھا یہ شخص  
 وزارت

وزارت

مذہباً عیسائی تھا معتمد کی شہزادی میں اس کے کاتب

یہی جرم مقانی کے دفتر میں آکر ملازم ہوا تھا۔ چونکہ حساب کتاب میں ماہر اور خوش نویس تھا اس لئے بچپنی کے بعد معتمد نے اسی کو سر دفتر کر دیا۔

طرسوں میں جب اس کی خلافت کی بیعت ہوئی تو فضل مذکور نے

جو بغداد میں اس کا کارپرداز تھا ماہل بغداد سے اس کے لئے بیعت لی اور

سلطنت کے انتظام کو سنبھالا معتمد نے دار الخلافہ پہنچنے کے بعد اسی کو وزیر

بنالیا اور تمام ملکی معاملات اسی کے سپرد کر دیئے۔

فضل نے بوجہ قدامت کے معتمد پر غلبہ پایا۔ اور مستبدانہ روش

اختیار کی۔ یہاں تک کہ اس کے احکام کی بھی پرواہ نہیں کرتا تھا بلکہ بعض

افقات خود معتمد اپنے اخراجات کے لئے اس سے مال طلب کرتا تھا اور وہ

نامنظور کرتا تھا۔

اہل غرض نے معتمد کو اس کے خلاف اکسایا۔ اس نے فضل کے استبداد

کو روکنے کے لئے دو وزیر اور مقرر کئے۔ احمد بن عمار کو اخراجات کا دفتر اور

نصر بن منصور کو خراج کا محکمہ سپرد کیا۔ فضل نے ان کی مخالفت پر کمر باندھی۔

اور جھگڑے نے طول کھینچا معتمد نے حساب کی جانچ کرائی تو اس کے ذمہ شمار

رقم پرآمد ہوئی۔ اس غبن کی وجہ سے اس سے دس لاکھ دینار نقد وصول

کئے نیز اس کا سارا اثاثہ جو اسی قدر قیمت کا تھا ضبط کر لیا اور موصل کے

راستے میں ایک گاؤں سن میں اس کو قید کر دیا۔

فضل کے بعد وزارت عظمیٰ احمد بن عمار کو  
**احمد بن عمار و ابن زیات** ملی لیکن اس کی ادبی لیاقت محدود تھی۔

اس لئے معتصم نے اس کو ہر طرف کر کے ابن زیات کو مقرر کیا اس کا نام محمد بن عبد الملک بن ابان بن حمزہ تھا ابان ایک دیہاتی شخص تھا جو دسکرہ میں رہتا تھا وہاں سے تیل بغداد میں لاکر بیچتا تھا۔ اسی وجہ سے وہ زیارت کے لقب سے مشہور تھا۔ محمد نے بغداد میں علم ادب حاصل کیا اور شہرت پائی۔ ابو عثمان ملذنی جو بخو کے امام تھے ان کو جب کسی مسئلہ میں دشواری پیش آتی تھی تو اس سے حل کراتے تھے۔ پہلے یہ دیوان خلافت میں کاتب تھا۔ احمد بن محمد وزیر نے ایک بار معتصم کے سامنے ایک کاغذ پیش کیا جس میں کلام کا لفظ تھا اس نے پوچھا کہ کلام کس کو کہتے ہیں۔ احمد کو خود اس کا علم نہیں تھا معتصم نے کہا کہ خلیفہ امی اور وزیر جاہل پھر کام کیسے چلے حکم دیا کہ دفتر سے کسی کاتب کو بلاؤ۔ ابن زیات بلا یا گیا۔ اس نے اس کے معنی بتائے۔ اور گھاس کی عتشی قسمیں ہیں اور ان کے لئے جو جملہ الفاظ ہیں ان سب کی تشریح کر دی معتصم اس کی لیاقت سے خوش ہوا اور قلمدان وزارت اس کے سپرد کر دیا۔ یہ معتصم۔ واثق بلکہ متوکل کے زمانہ تک اس عہدہ پر رہا۔

## ابن ابی داؤد

احمد بن ابی داؤد ایادی اگر چہ ذہیرتیں تھیں لیکن

دزار سے زیادہ اثر اور رسوخ رکھتا تھا۔ معتصم کے

دربار میں اس کا وہی رتبہ تھا جو مامون کے یہاں قاضی یحییٰ بن اکثم کا تھا۔

یہ قسریں کے ایک گاؤں کا باشندہ تھا اور اس کا خاندان بجا

پیشہ تھا۔ ۱۶۰ھ میں اس کی ولادت بصرہ میں ہوئی وہیں اس نے تعلیم و

تربیت پائی پھر بغداد میں آیا۔ اور قاضی یحییٰ بن اکثم کی مجلسوں میں

شریک ہونے لگا۔ انہوں نے مامون کے حسب الحکم جب محفل مناظرہ کے

لئے علما کا انتخاب کیا تو اس میں اس کو بھی شامل کیا اس کی بحث مامون کو

سب سے پسند آتی تھی۔ اس لئے وہ اس کی قدر کرتا تھا۔ وفات کے وقت

معتصم کو بھی وصیت کر گیا کہ اس کو اپنے ہر مشورہ میں شریک رکھنا۔ چنانچہ

معتصم ابن ابی داؤد کی کسی بات کو مسترد نہیں کرتا تھا۔ اور جس امر کی وہ

سفارش کرتا تھا اس کو منظور کر لیتا تھا۔

ایک بار یہ واقعہ پیش آیا کہ معتصم کے سپہ سالار اعظم اقسین نے ایک

عربی امیر ابو دلف قاسم بن عیسیٰ عجمی پر ازراہ عداوت خون کا الزام قائم

کر کے چاہا کہ اس کو قصاص میں قتل کر دے ابن ابی داؤد کو یہ خبر معلوم

ہوئی اس نے سوچا کہ اگر میں اس وقت خلیفہ کے پاس جاتا ہوں تو وہ

ہو جانے کی وجہ سے معاملہ ہاتھ سے جانا ہے گا اس لئے فوراً سوار ہو کر

افشین کے یہاں پہنچا۔ دیکھا کہ جلاذتلوار لئے ہوئے ابو دلف کو قتل  
 کرنے کے واسطے تیار ہے۔ جلدی سے آگے بڑھ کر افشین سے کہا کہ مجھ کو  
 امیر المومنین نے یہ پیغام دیکر بھیجا ہے کہ تم ابو دلف کو قتل نہ کرو بلکہ میرے  
 سپرد کرو۔ پھر حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے  
 امیر المومنین کا حکم ایسے وقت جب کہ ابو دلف صحیح و سالم موجود ہے  
 پہنچا دیا۔ سب نے کہا کہ ہم شاہد ہیں۔ اس کے بعد وہ معتصم کے پاس گیا۔  
 اور سارا ماجرا سنا کر کہا کہ تنگی وقت کے باعث میں نے دریافت کے بغیر  
 یہ جرات اس لئے کی کہ مجھے آپ کی حسن نیت پر کامل اعتماد تھا۔ معتصم نے اس  
 کی کارروائی کو پسند کیا۔ آدمی بھیج کر ابو دلف کو بلایا اور اس کو رہا کر کے  
 انعام بخشا۔ پھر افشین کو طلب کیا۔ اور سختی کے ساتھ توبیخ کی کہ بلا اجازت  
 خلیفہ کے تم خود کس قانون سے قصاص لینے کا حق رکھتے ہو۔

ایک بار معتصم خالد بن یزید شیبانی سے اس بات پر سخت  
 ناراض ہوا کہ وہ اپنی دلالت کا خراج نہیں سمجھتا۔ اس کو طلب کیا اور سزا  
 دینی پڑھائی۔ ابن ابی داؤد نے سفارش کی لیکن معتصم نے نہیں مانا اور  
 غصہ میں خاموش رہا۔ یہ دیکھ کر ابن ابی داؤد اپنی کرسی چھوڑ کر پائین  
 فرش پر جا بیٹھا۔ معتصم نے جب اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ مقررین میں اس  
 شخص کا بیٹھنا مناسب نہیں جس شخص کی سفارش نہ سنی جائے اس نے

کہا کہ تم اپنی جگہ پر آؤ۔ ہمتاری سفارش سنی جائے گی۔ وہ خوش ہو کر اپنی  
 کرسی پر جا کر بیٹھا اور کہا کہ اس بات کا بھی اظہار ہونا چاہیے کہ امیر المومنین  
 نے اس کو اپنی خوشی سے چھوڑا ہے۔ معتصم نے خالد کو ایک خلعت اور چھ  
 مہینے کی تنخواہ عطا کر کے رخصت کیا۔

خالد چونکہ ممتاز رؤسا عرب میں سے تھا اس وجہ سے اس کی  
 گرفتاری اور مصادرہ کی خبر سن کر بہت سے لوگ محل خلافت کے  
 دروازے پر آکر جمع ہو گئے تھے۔ خلافت تو قح جب وہ شاہی خلعت پہن کر  
 نکلا تو سب نے خوشی کا نعرہ لگایا۔ اور کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے  
 عرب کے سردار کو رہائی بخشی۔ خالد نے کہا کہ خاموش۔ عرب کا  
 سردار میں نہیں ہوں بلکہ احمد بن ابوداؤد ہے۔

معتصم کے عہد میں ترکوں کی کثرت کی وجہ سے عربی امرار جو بڑے  
 نام باقی رہ گئے تھے ان کی عزت صرف اسی ابن ابی داؤد کی وجہ سے  
 قائم تھی۔ کیونکہ اس کے اندر عربی عصبیت تھی۔ اور وہ ان کا بہت  
 خیال رکھتا تھا۔

علوم فقہیہ میں ممتاز اور فن کلام میں ہریانج بن عمار سلمی اور  
 واصل بن عطا غزال کبیر کا شاگرد تھا اسی وجہ سے مذہباً معتزلی تھا۔  
 آئمہ اہل سنت پر مامون اور معتصم وغیرہ کے زمانہ میں جو سختیاں ہوئیں

ان سب کا محرک یہی تھا۔ اور مسئلہ خلقِ قرآن میں نہایت غلو رکھتا تھا۔  
 معتصم کے آغازِ عہد میں شیعہ امامیہ کے امام ہفتم محمد جو ادنیٰ  
 علویہ پچیس سال کی عمر میں ۲۲ھ میں وفات پائی۔ ان کے نکاح  
 میں مامون کی بیٹی ام الفضل تھی۔ یہ وہاں ہو جانے کے بعد وہ اپنے چچا  
 معتصم کے یہاں آگئی۔ امام محمد جو ادنیٰ کے بیٹے ابو الحسن علی ہادی کی عمر  
 اس وقت سات سال کی تھی شیعہ نے انھیں کو اپنا امام بتایا۔

زید یہ جماعت کے امام محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن امام زین العابدین  
 تھے۔ انھوں نے کوفہ سے طالقان میں جا کر اہل خراسان سے اپنی امامت کی  
 بیعت یعنی شروع کی۔ یہاں تک کہ ایک کثیر جماعت اس اطراف کی ان کے  
 ساتھ ہو گئی۔ انھوں نے علی الاعلان اپنی امامت کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔  
 امیر خراسان عبداللہ بن طاہر نے ان کے مقابلہ کے لئے فوج بھیجی۔  
 انھوں نے شکست کھائی اور وہاں سے دوسری سمت کو روانہ ہو گئے راستہ  
 میں لہسار میں قیام کیا۔ اس ضلع کے عامل کو پتہ چل گیا اس نے گرفتار  
 کر کے عبداللہ بن طاہر کے پاس بھیج دیا۔ اس نے معتصم کے یہاں روانہ  
 کیا۔



معتصم نے ۲۹۳ھ میں سامرا میں ان کو قید کر دیا۔ عید کی شب کو جبکہ لوگ خوشی میں مشغول تھے وہ چند آدمیوں کی مدد سے قید خانہ سے نکل کر غائب ہو گئے اور پھر ان کے وجود کا کوئی سراغ نہیں لگ سکا۔ زید کی ایک جماعت اس بات کا اعتقاد رکھتی تھی کہ وہ امام مہدی ہیں اور زندہ غائب ہو گئے ہیں جب دنیا ظلم و ستم سے بھر جائے گی تو پھر ظاہر ہو کر اس کو عدل و انصاف سے مہمور کر دیں گے۔ مسعودی کے بیان کے مطابق ۲۹۳ھ تک اس عقیدہ کے لوگ موجود تھے۔

معتصم خود فوجی آدمی تھا۔ اس وجہ سے اس کی توجہ فوج کی طرف زیادہ منعطف ہوئی۔ اس نے ترکوں کی بہادری اور شجاعت کو دیکھ کر ان کی ایک کثیر تعداد فراہم کی۔ اور ہزاروں ترکی غلام خریدے اب ایرانیوں اور خراسانیوں کے ساتھ فوج کا غالب عنصر ترکی ہو گیا۔ عرب اس کے دفتر سے خارج کر دیئے گئے۔ صرف اہل مصر و یمن کی جس میں بنی قیس کے بھی کچھ لوگ تھے مغاربہ کے نام سے ایک فوج باقی رکھی گئی۔

فرغانہ اور اشروسنہ کے ترک اس قند و حشی خوا اور جاہل مزاج تھے۔ کہ بغداد کی سڑکوں پر بے تحاشا گھوڑے دوڑاتے تھے جس سے اکثر عورتیں اور بچے وغیرہ ٹکرا کر زخمی ہوتے تھے۔ اور کبھی کبھی مر بھی جاتے تھے خراسانی

سپاہی ان کو پکڑ کر سزا میں دیتے تھے۔

یہ جھگڑے زیادہ بڑھے اور معتصم کے پاس شکایتیں پہنچیں اس نے یہ مناسب سمجھا کہ ایک نئی چھاؤنی بنا کر اس جدید لشکر کو وہاں رکھے چنانچہ سامرا آباد کیا۔

معتصم ترکوں کا ایسا نذر دان تھا کہ اس نے ان کے لباس کو دوسری فوجوں کے لباس سے ممتاز رکھا۔ ان کا ملبوس ریشمی ہونا تھا۔ جس پر طلا کاری کی جاتی تھی۔ اور پیٹیاں ستہری تھیں۔ اس نے ایہنس میں سے چند روٹسا کو سپہ سالاری کے مناصب عطا کئے اور خلافت اسلامیہ کا مستقبل ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ ذیل میں ان میں سے بعض کا حال لکھتے ہیں۔

(۱) افسین۔ اس کا نام حیدر بن کاؤس تھا۔ اور یہ اشروسہ کے بادشاہ کا بیٹا تھا۔ جس کا خاندانی لقب افسین تھا۔ مامون کے عہد میں معتصم کے پاس آکر ملازم ہوا چونکہ اس میں شجاعت اور شہامت تھی۔ اس لئے معتصم نے اپنی ولایت مصر و شام کے زمانہ میں اس سے فوجی کام لئے۔ برقر میں ایک بار بغاوت کی شورشا تھی تھی اس کو اسی نے جا کر دیا یا تھا۔

خلیفہ ہو جانے کے بعد جیسا کہ ہم لکھائے ہیں معتصم نے اس کو

بابک خرمی کے مقابلہ پر متعین کیا۔ وہاں اس نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔  
 اور اس کو مع نزن و بچے کے گرفتار کر کے لایا۔ معتصم اس سے اس قدر خوش  
 ہوا کہ جب اس کو واپسی کا حکم بھیجا تو روزانہ ہر منزل پر اس کے لئے گھوڑا ادا  
 جوڑا بھیجتا تھا۔ اور جس وقت سامرا میں پہنچا تو دربار میں داخل ہوا اس  
 وقت دو عدد مالائے مروارید اس کے گردن میں ڈالیں اور دس لاکھ  
 درہم اس کو اور دس لاکھ درہم اس کی فوج کو الغام دیا۔  
 معتصم نے جس وقت روم پر یورش کی اس وقت فوج کے تین  
 حصے کئے تھے ان میں سے اس حصہ کا سپہ سالار جس نے قیصر روم کو قبیل کو  
 شکست دی تھی۔ یہی افشین تھا اس فتح سے اس کا درجہ اور بھی بڑھ گیا۔  
 اپنی عظمت اور شوکت کو دیکھ کر اس کے دل میں ہوس پیدا ہوئی  
 کہ میں کسی طرح اپنے ملک یعنی بلاد ماوراء النہر کی مستقل بادشاہت حاصل کروں  
 اس کا اظہار اس طرح ہوا کہ بابک کی لڑائی میں نیز اس کے بعد بھی  
 اس کو جو کچھ صلے اور الغامات ملتے تھے وہ ان کو اپنے خاص آدمیوں کے  
 ہاتھ اپنے ملک میں بھیجتا تھا۔ راستہ میں خراسان تھا جہاں کا والی  
 عبداللہ بن طاہر حبیبیا بیدار مغز آدمی تھا۔ وہ ان آدمیوں کا جائزہ  
 لے کر خلیفہ کو ساری کیفیت سے مطلع کرتا رہتا تھا۔ افشین کو بھی اس کی  
 خبر ہو گئی۔ اس نے سوچا کہ جب تک عبداللہ خراسان میں موجود ہے مجھ

کو اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس فکر میں پڑا کہ کسی صورت سے معتصم کو اس سے برگشتہ خاطر کرادے۔ تاکہ وہ اس کو حردل کر کے مجھے اس کی جگہ پر مقرر کرے۔

اس زمانہ میں طبرستان میں مادیار نامی ایک نامور رئیس تھا۔ جو خاندان طاہریہ کا سخت دشمن تھا۔ وہ باوجود ماتحت ہونے کے اپنا خراج خراسان کے خزانہ میں نہیں داخل کرتا تھا۔ بلکہ براہ راست خلیفہ کے پاس بعد اذ میں بھیجتا تھا۔ بہت المال خلافت سے وہ رقم ولایت خراسان کے حوالہ کی جاتی تھی۔ اور اس کی رسید لی جاتی تھی۔

افشین نے یہ سوچا کہ مادیار کو عبداللہ کے متقابلہ میں بھادے تاکہ اس شورش کو فرو کرنے کے لئے خلیفہ خراسان کی ولایت کا فرمان مجھ کو دے کر اس طرف روانہ کرے۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائی تھاش کے نام اور قلم سے مازیار کے بھائی نوہیار کے پاس خطوط بھیجے شروع کئے۔ جن میں اس کو عبداللہ سے بغاوت کرنے کی ترغیب دلائی وہ دونوں بھائی یہ اشارہ پا کر سرکشی پر آمادہ ہو گئے۔ خراج روک دیا۔ اور طبرستان کے ایک کوہستانی مقام میں قلعہ گیر ہو گئے۔

عبداللہ نے اپنے چچا حسن بن حسن بن مصعب کو ایک فوج  
گراں کے ساتھ ہر جان کی طرف روانہ کیا کہ باغیوں کے دستبرد  
سے اس کو محفوظ رکھے۔ مقتضی نے بھی محمد بن ابراہیم بن مصعب کو  
بھیجا۔ پھر حسن بن قارون طبری سپہ سالار کو اس کی کمک کے  
لئے روانہ کیا۔ اور منصور بن حسن عامل دناوند کو لکھا کہ تمہارے کبیٹر  
سے طبرستان پر فوج کشی کر۔ افضین جیسا کہ اس کا خیال تھا اس  
مہم کے لئے نہیں طلب کیا گیا۔

مازیار کو جب چاروں طرف سے فوجوں نے محصور کر لیا۔ تو  
اس نے امان طلب کی۔ اور حسن بن حسن کے پاس حاضر ہو گیا۔ اس نے  
اس کو اپنے چچا زاد بھائی محمد بن ابراہیم کے حوالہ کیا اور وہ اس کو  
لے کر خلیفہ کے پاس گیا۔ وہاں مازیار نے اصل حقیقت بیان کر دی  
اور اس کے بھائی نے افضین کی طرف سے جو خط لکھے تھے ان سب  
کو خلیفہ کے سامنے رکھ دیا ان کے پڑھنے سے کھل گیا کہ یہ ساری  
کارروائی افضین کی تھی اور گو ظاہر میں وہ مسلمان ہے لیکن باطن  
میں اب تک اپنے آبائی دین پر قائم ہے۔ اور مسلمانوں کو مٹانے  
کی تدبیر میں مصروف ہے۔ کیونکہ ان مخلوط میں سے ایک خط کا  
مضمون یہ تھا۔

اب اس عجمی دین روشن کی مدد کرنے والا میرے اور تمہارے  
 سوا اور کوئی باقی نہیں رہا۔ ایک بابک تھا مگر اس نے  
 جہالت سے اپنے آپ کو ضائع کیا۔ میں نے ہر چند  
 کوشش کی کہ اس کو تباہی سے بچاؤں لیکن وہ حماقت سے  
 میرے مشوروں پر عمل پیرا نہ ہوا۔

اب اگر تم بغاوت کر دو گے تو چونکہ سلاہے جنگ اور  
 سپاہی اور شہسوار میری ہی قوت میں ہیں۔ اس لئے لاجمالہ  
 تمہاری مقابلہ کے لئے یہ لوگ مجھ ہی کو بھیجیں گے  
 اس وقت ہم سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہ ہوگی۔ کیونکہ عرب  
 کی مثال تو کتے کی ہے ان کے سامنے مگر اڈال دو اور لٹھ  
 سے ان کا سر کچل دو۔ رہے مغاریہ وہ بہت تھوڑے ہیں  
 اور یہ شیطانوں کے بچے (خراسانی) گھڑی بھر متقابلہ کر سکتے  
 ہیں جہاں ان کے تیر ختم ہوئے پھر ان کے اوپر حملہ کر کے  
 سب کو قتل کر دو۔ اس کے بعد یہ دین قدیم اپنی اصلی حالت  
 پر آجائے گا۔

اس خط سے انشین کی بے دینی اور بدعتی پائیے ثبوت کو پہنچ گئی۔  
 قاضی احمد بن ابی دواد نے خلیفہ کے غلام بجاہر کو حکم دیا کہ انشین

کو قید میں رکھو۔ چند دنوں کے بعد وہ قید میں مر گیا۔ ان کی  
نعش سولی پر لٹکا دی۔ پھر اس کو اسی لکڑی کے ساتھ جلا دیا۔

(۲) ایتلیخ۔ یہ بلاد خزر کا باشندہ اور سلام ابرش کا  
غلام اور باورچی تھا۔ ۱۹۹ھ میں معتصم نے اس کو خرید لیا اور اسحق بن  
ابراہیم کا مردگار مقرر کر دیا۔

معتصم کو اس پر بہت اعتماد تھا۔ جب وہ کسی کو قید یا قتل  
کرنا چاہتا تھا تو اسی کے حوالہ کرتا تھا۔ روم کے حملے میں ایک حصہ  
فوج کا امیر اس کو بنایا۔ معتصم کے زمانہ میں برابر اپنے عہدہ پر  
قائم رہا۔ اور واثق کی خلافت میں مختار کل ہو گیا۔ دار الخلافہ  
کی دلایت فوج کی امیر الامرائی برید اور حجابت کے عہدے  
سب اس کے پاس تھے۔ ۲۲۵ھ میں متوکل کے ابتدائی عہد  
میں قتل کیا گیا۔

(۳) اشناس۔ یہ بھی معتصم کا ایک زرخسرید غلام تھا۔  
اس کی بہادری کو دیکھ کر جنگ عورہ میں معتصم نے اس کو  
مقدمہ الجیش پر متعین کیا وہ اس کا ایسا قدر دان تھا کہ ۲۲۵ھ  
میں اپنے سامنے دربار میں زرین کرسی پر بٹھا کر اس کو تاج پہنایا۔  
اس کی بیٹی اترنجہ کی شادی انشین کے بیٹے حسن کے ساتھ

خود اپنے اہتمام سے کی۔

والتق نے بھی ۲۲۸ھ میں اس کو تاج مرصع بخشا۔ اور

دو سال لائے مروارید عطا کیں، یہ برابر اپنے عہد کے پر قائم رہا  
اور ۲۳۳ھ میں انتقال کر گیا۔

ان کے علاوہ عجیف بن عبسہ و صیف اور بعا کبیر

ابو موسیٰ وغیرہ بھی مشہور امراء فوج میں تھے یہ سب  
کے سب ترک تھے۔ معتصم نے عربوں کو فوج سے نکال

کر اپنی اولاد اور سلطنت کو اس پر رومی عنصر کے قبضہ میں  
کر دیا۔ کبھی کبھی وہ خود جب ان کے حالات کو دیکھتا تھا

اور ان کی خود غرضی اور استبداد پر نظر ڈالتا تھا تو اپنی

غلطی محسوس کرتا تھا۔ چنانچہ ایک بار اس نے اسحق بن ابراہیم سے

کہا بھی کہ میں نے چار شخصوں کی تربیت کی۔ لیکن ان میں سے

کوئی بھی کام کا نہ نکلا۔ انشین کا جو حال ہوا وہ ظاہر ہے۔

اشناس سست اور بیکار ہے۔ ایتاخ سے کچھ توقع نہیں۔

اور و صیف کسی رختہ کو بند نہیں کر سکتا۔

اسحق نے کہا کہ یہ لوگ وہ کسی معزز خاندان کے ہیں نہ قبیلہ کے۔

کہ ان کو اپنے باپ دادا کے تنگ و ناموس کا خیال ہو۔ ان کی مثال



ان شاخوں کی ہے جو بے اصل ہوتی ہیں۔ اور شاذ و نادر ہی برگ و بار لاتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کے بعد سے بنی عباس پر جو زوال آیا اور ان کی خلافت کمزور ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ مٹ گئی (اس کی ساری ذمہ داری مقتضی پر ہے جس نے بے سوچے سمجھے خلافت اسلامیہ کے مستقبل کو امرار عرب کے ہاتھوں سے نکال کر غلاموں کے سپرد کر دیا۔ جو صرف اپنے عارضی اور دنیاوی فائدے کے خواہاں تھے نہ ان کو قومی ناموس کا خیال تھا۔ نہ بقائے خلافت کی فکر تھی نہ اصول اسلام کی حقیقت سے آگاہی تھی نہ وہ امت کے حقوق کا احترام کرتے تھے چنانچہ اسی وجہ سے فلسطین میں ابو حرب مبرقع یمانی کی بغاوت ظہور پذیر ہوئی۔

صورت یہ ہوئی کہ ایک تری سپاہی نے اس کے گھر میں ٹھہرنا چاہا وہ اس وقت موجود نہ تھا۔ اس کی بیوی نے سپاہی کو اندر آنے سے روکا۔ اس نے اس عورت کو کورڈا مارا۔ جب ابو حرب آیا تو اس کی بیوی نے اس سے کیفیت بیان کی اور کورٹے کی مار کا نشان دکھایا۔ وہ اشتعال میں تلوار لے کر اس سپاہی کی طرف بڑھا۔ اور اس کو قتل کر کے روپوش ہو گیا۔ اور منہ پر نقاب ڈالی

کر اردن کے پہاڑوں میں جا کر رہنے لگا۔ وہاں ایک عرصہ تک لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت دیتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نواحی کے کاشتکار اس کی مظلومیت کی وجہ سے اس کے ساتھ ہو گئے۔ ان کو لے کر وہ یمن کی طرف پہنچا۔ یہاں کے بھی بعض روسا خاص کر ابن بہس نے جو میر قباہل تھا اس کی حمایت کی۔ معتمد نے رجا بن ایوب کو ایک ہزار فوج دے کر مقابلہ کے لئے بھیجا۔ رجا نے دیکھا کہ ابو حرب کے ساتھ ایک لاکھ سے بھی زیادہ جمعیت ہے اس لئے وہ رک گیا۔ جب زراعت کاٹنے کا وقت آیا۔ اور ابو حرب کے ساتھی اپنے اپنے کھیتوں کے کاٹنے کو چلے اور اس کے پاس صرف دو ڈھائی ہزار آدمی رہ گئے تو رجا نے حملہ کیا۔ اور سب کو پکڑ کر دربار میں لایا۔

**صلح محال** جس طرح عہد مامون کی آمدنی کو اس زمانہ کے کاغذات سے نقل کر کے علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے میں ثبت کر دیا ہے اسی طرح معتمد کے عہد کے کل مالہ کو قدامہ بن جعفر نے کتاب الخراج میں تفصیل وار لکھا ہے۔ دونوں زمانے چونکہ بالکل متصل تھے اس لئے کوئی زیادہ تغیر اس میں نہیں ہوا۔ اور میزان تقریباً وہی رہی جو مامون کے عہد میں تھی اسی وجہ سے ہم نے اس کا یہاں

نقل کرنا بھی ضروری نہیں خیال کیا۔

معتصم کا ہمعصر روم میں قبصر توفیل  
**احوال خارجیہ** تھا۔ جو مومن سے شکست کھا چکا تھا۔

اس کی زندگی وجہ سے وہ اسلامی سرحد پر حملہ کرنے کا موقع

ڈھونڈ رہا تھا۔

جب معتصم کی فوجیں بابک کی سہم میں مشغول تھیں تو بابک نے  
 توفیل کو لکھا کہ اسلامی فوج کا بڑا حصہ اس وقت میرے مقابلہ  
 میں مصروف ہے۔ اگر ایسے موقع پر تم چڑھائی کر دو تو کامیاب  
 ہو جاؤ گے۔ اس سے اس کا مقصد پختا کہ اگر رومی بڑھے تو میرے  
 اوپر سے بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

توفیل نے ایک لاکھ آدمی لے کر چڑھائی کی۔ زبطہ میں  
 پہنچ کر آگ لگا دی۔ اور وہاں کے مسلمانوں کو قتل کیا۔ پھر ملطیبہ  
 کی طرف بڑھا۔ وہاں ایک ہزار مسلمان عورتوں کو گرفتار کیا۔  
 اس نواح میں جتنے قلعے اور آبادیاں تھیں۔ سب کو لوٹا اور جو مسلمان  
 اس کے ہاتھ لگا اس کی آنکھوں میں نیل کی سلاخی پھردی اور  
 اس کے اعضاء کاٹ کاٹ کر اس کو مار ڈالا۔

معتصم کے پاس جس وقت یہ اطلاعات موصول ہوئیں وہ ہنٹاب

ہو کر چیخ اٹھا۔ اسی وقت نصیر عام کا حکم دیا۔ مقدمۃ الجیش کو  
 فوڑا روانہ کیا۔ اور اپنی روانگی کی تیاری میں مصروف ہوا۔ طلا یہ  
 لشکر جس وقت زبطہ میں پہنچا اس وقت رومی قتل و غارت کر کے  
 جا چکے تھے۔ اب وہاں کے مسلمانوں کو اطمینان ہوا۔ اور وہ جا  
 بجائے آ کر پھر اپنے اپنے گھروں میں آباد ہو گئے۔

بایک کی مہم سے فراغت کے بعد معتصم نے درباریوں سے  
 پوچھا کہ رومیوں کا سب سے مضبوط قلعہ کون سا ہے۔ لوگوں نے  
 کہا کہ عموریہ۔ یہ وہ مقام ہے جہاں توفیل پیدا ہوا تھا۔ معتصم نے  
 کہا کہ زبطہ میرا مولد ہے توفیل کے اس کو لوٹا ہے۔ تو میں عموریہ  
 کو غارت کروں گا۔

اس نے اس عظیم الشان لشکر کو ہر قسم کے سادہ سامان سے  
 درست کر کے روم پر فوج کشی کی۔ فوج کی ترتیب یہ تھی۔  
 مقدمۃ لشکر پر اشناس اور پھر محمد بن ابراہیم بن مصعب  
 میمنہ یرایتاخ میسرہ پر جعفر بن عبداللہ خیاط۔ قلب میں خود  
 معتصم تھا۔ افسسین کو ایک فوج دے کر کہا کہ تم الحدت کے راستہ  
 سے فلاں روز انگریہ پہنچو۔ اسی طرح اشناس کو بھی حکم دیا کہ اسی  
 روز تم طرطوس کی طرف سے رومی سرحد میں داخل ہو جاؤ۔ لیکن

اشناس جب مزح اسقف میں پہنچا تو وہاں اس کو معتصم کا حکم ملا کہ کھڑ جاؤ۔ کیونکہ تمہارے سامنے قیصر ہے اور وہ دریائے لاس کو عبور کر کے اچانک حملہ کی تیاری میں ہے۔ اشناس نے وہاں تین دن توقف کیا۔ اس کے بعد اس کے جاسوسوں نے اطلاع آکر یہ دی کہ قیصر یہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اور اب وہ افشین کے پاس ناقہ سوار دوڑایا۔ اس نے فوراً معتصم کو اطلاع دی۔ معتصم نے افشین کے پاس ناقہ سوار دوڑایا کہ قیصر تمہاری گھات میں ہے تم رک جاؤ۔ جب ساری فوجیں ایک ساتھ مل جائیں تو پیش قدمی کریں۔

لیکن افشین کو یہ اطلاع نہیں پہنچنے پائی وہ آگے بڑھ گیا۔ قیصر سے مقابلہ ہوا۔ ہولناک معرکہ پیش آیا۔ دو پہر تک اسلامی فوج نے نقصان اٹھایا۔ لیکن اس کے بعد جب ترکی سوار حملہ آور ہوئے۔ تو رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ شکست فاش کھا کر بھاگے افشین اس فتح کے بعد انگرہ کی طرف چلا اور وہاں معتصم اور اشناس کے ایک روز بعد پہنچا۔

قیصر اپنی متفرق اور نہر میت خوردہ فوج کو جمع کر کے پھر تیار ہوا۔ معتصم نے اپنی فوج کے تین حصے کئے اور عموریہ کی طرف

ان کو بڑھایا۔ میمیزہ افیشین کی ماتحتی میں تھا اور میسرہ شناس  
قلب میں خود معتصم تھا۔

عموریہ انگورہ سے سات منزل پر تھا پہلے وہاں شناس  
پہنچا اس نے اپنی فوج کے ساتھ پورا چکر لگایا۔ اور دوسیل کے  
فاصلہ پر فوج کش ہو گیا۔ ۹ رمضان ۲۲۳ھ کو معتصم پہنچا اس نے  
بھی دورہ کر کے دوسری جانب اسی قدر فاصلہ پر پڑا و ڈالا۔ پھر  
افیشین آیا اس نے بھی یہی کیا۔

اسلامی فوج کے ہر حصہ کے پاس لکڑی کے بڑے  
بڑے بزن تھے ان کو ہر طرف سے عموریہ کی فہیل کے متصل لگا کر  
لگا دیا۔ اودان پر سے تیرباری شروع کی۔ قلعہ شکن آلات اور  
منجینیقس نصب کر کے بڑے بڑے پتھر پھینکنے شروع کئے۔ جس کے  
صدر سے ایک جانب کی شہر نپاہ ٹوٹ گئی۔ خندق کو پاٹ کر  
مسلمان اس طرف سے شہر میں گھسے۔ اور سخت جدال و قتال کے  
بعد اندر داخل گئے۔

زبطہ اور ملطیہ میں رومیوں نے جس قدر مسلمانوں کی خونریزی  
کی تھی ان کا یہاں انتقام مل گیا۔ اور مال غنیمت اس قدر کہ  
جس کا شمار مشکل تھا۔

اس محاصرہ اور فتح میں کل پچیس دن صرف ہوئے۔  
 اسی حالت میں جب کہ اسلامی فوج دشمنوں کے ملک اور  
 مقابلہ میں جہاد میں مصروف تھی یہ افسوسناک معاملہ پیش آیا  
 کہ شاہزادہ عباس بن مامون نے اپنی ناعاقبت اندیشی  
 سے عجیف بن عتبہ سے ملکر چند ترکی امرا کو اپنے  
 ساتھ اس بات پر متفق کیا کہ معتصم کو قتل کر کے خود خلیفہ ہو جائے۔  
 لیکن اس سادش کاراد کھل گیا معتصم نے ان تمام امرا کو جو اس میں  
 شریک تھے قتل کر ڈالا۔ اور عباس کو قید کر دیا۔ وہ قید کی  
 سختی میں ہلاک ہو گیا۔

اس عظیم الشان فتح کے بعد معتصم دارالخلافت کی طرف پلٹا۔  
 جس دن سامرا میں داخل ہوا اس دن بہت بڑا جشن ہوا۔ دربار  
 میں شرار نے اس کی مدح میں قصائد سنائے۔

معتصم کو ہارون یا مامون کی طرح  
**صفاتِ معتصم** علم و ادب میں ذوق نہ تھا۔ اس کی کمزوریاں  
 ترصفت شجاعت تھی۔ زمین کی آبادانی کا بھی بڑا خیال رکھتا تھا۔  
 وزیر ابن زبیر کو حکم دے رکھا تھا کہ جو افتادہ زمین تم  
 ایسی دیکھو کہ اس سال اس پر اگر دس روپیہ صرف کر دو تو سال آئندہ

میں اس سے گیارہ روپے وصول ہوں تو ایسے خرچ کے لئے مجھ سے  
منظوری حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

شہر سامرا کو اسی نے آباد کیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ  
ترکوں کی کثرت سے بغداد میں ان کی گنجائش نہیں رہی اور  
ان کی جہالت اور وحشت سے باشندوں کو اذیت  
ہونے لگی۔ نیز ایرانی اور ترکی سپاہیوں میں عداوت پیدا  
ہو گئی۔ اور معتصم کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ان میں باہم خلفشار واقع  
نہ ہو جائے۔ اس لئے بغداد سے ۹۰ میل کے فاصلہ پر دجلہ  
کے کنارے اس مقام کو جہاں ہارون نے ہترقا طول نکالی  
تھی۔ اور اپنے لئے ایک قصر تعمیر کرایا تھا۔ چھادنی کے لئے منتخب  
کیا۔ ۲۲۰ھ میں وہاں جا کر اپنے لئے ایک محل اور قلعہ کے لئے  
مکانات بنوائے۔ یہاں جامع مسجد اور بازار تعمیر کرایا۔  
اشناس اور اس کے ماتحت ترکی امارت کے لئے محلہ کرخ فیروز بنوایا۔  
اور ان کو اس میں آباد کرایا۔ اور اس کے بعد اسی کو اپنا دار الخلافہ  
قرار دیا۔ جس کی وجہ سے وہاں کی آبادی میں اس  
قدر ترقی ہو گئی کہ وہ بغداد کا مد مقابل ہو گیا۔



یکم محرم ۱۲۶۶ھ کو معتصم کی بیماری کا سلسلہ شروع ہوا۔

**وفات**

اور ۳ ربیع الاول ۱۲۶۶ھ مطابق ۵ جنوری ۱۸۴۲ء

کو اس نے سامرائیس وفات پائی۔ مدت خلافت ۸ سال ۸ ماہ ۸ روز رہی۔

معتصم نے بھی اپنے بعد صرف ایک ہی ولیعہد اپنے

**ولایت عہد**

بیٹے ہارون کو بنایا۔

## (۹) واثق

ابو جعفر ہارون بن معتمد بن ہارون الرشید یہ ایک رومی  
 کینز قراطیس کے شکم سے تھا۔ ۱۸۶ھ میں مکہ کے راستے میں اس  
 کی پیدائش ہوئی تھی۔ معتمد کے وفات کے دن یوم پنجشنبہ  
 ۲۲۴ھ کو اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی۔  
 اور اس کا لقب واثق باللہ رکھا گیا۔

یہ بڑا عالم۔ علم دوست اور فلسفیانہ خیالات کا تھا اس نے  
 مامون کی مجلس مناظرہ کو پھر زندہ کیا۔ جس میں ہر خیال کے علماء  
 مجتمع ہو کر بحث کرتے تھے۔ چوتھے یہ بھی اغترال کا حامی تھا اس لئے اس  
 کے زمانہ میں بھی مسدود خلق قرآن میں شدت زیادہ بڑھ گئی۔  
 معتمد کے زمانہ میں واثق وزیر ابن زریات کا سوت  
 دشمن تھا اور قسم کھا چکا تھا کہ جب میں خلیفہ

وزارت

ہوں گا تو اس کو ضرور سزا دوں گا۔ لیکن بیعت خلافت کے بعد اس نے دیکھا کہ امرار میں سے کوئی اس قابل نہیں ہے کہ وزارت کے فرائض کو اچھی طرح انجام دے سکے۔ اس لئے مجبوراً اسی کو اس منصب پر قائم رکھا۔ اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔ ابن زریات کا اثر اور رسوخ معتصم کے زمانہ سے بھی زیادہ اس کے عہد میں بڑھ گیا۔ اور یہی آخر تک اس کا وزیر رہا۔

والتق کے عہد میں بھی فوج کی وہی حالت رہی جو معتصم کے زمانہ میں تھی اور ترکی امرار بدستور اپنے اپنے مناصب پر قائم رہے۔ خاص کر اشناس کو بہت عروج ملا۔ والتق نے دربار میں اس کے سر پر تاج رکھ کر اس کو سپہ سالار اعظم بنایا۔

معتصم کے عہد میں عرب کی اس قدر حرمت باقی تھی کہ ان کے اوپر بھی فوج نہیں بھیجی جاتی تھی۔ لیکن والتق نے ان کا یہ احترام بھی اکٹھا دیا۔ اور ترکی فوجوں سے ان کو پامال کرا دیا۔

اہل عرب جب ملکی اور فوجی مناصب کے علیحدہ **شورش قبائل** کر دیئے گئے۔ تو پھر ان میں وہی جا ہلانہ

بددیت پیدا ہونے لگی جو اسلام سے پہلے تھی اور تاخت و تاراج اور غارتگری انہوں نے شروع کر دی۔

قبیلہ عبیلان کا سب سے قوی قبیلہ بنی سلیم تھا جو مدینہ کے متصل حرہ بنی سلیم میں سکونت رکھتا تھا۔ اس نے مدینہ کے قریب دجوار پر دست تعدی دراز کیا۔ اور لوٹ مار کرنے لگا۔ اس قبیلہ کے لوگ جس بازار میں جاتے اس میں ظلم و ستم کرتے اور چیزوں کو اپنے مقرر کردہ نرخ پر خریدتے۔

جمادی الثانی ۲۳ھ میں بنی سلیم کے رئیس عزیرہ بن قطاب نے بنی کنانہ اور بابلہ پر حملہ کیا۔ اور ان کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ والحق نے حماد بن جریر طبری کو دسویں سپاہیوں کے ساتھ مدینہ کی حفاظت پر متعین کیا۔ محمد ابن صالح امیر مدینہ نے حماد کو عزیرہ کے مقابلہ میں بھیجا۔ وہاں سے تین منزل کے فاصلہ پر مقام روشیہ میں اس سے مقابلہ ہوا۔ حماد نے شکست کھائی اور مارا گیا۔ بنی سلیم نے اس کی فوج کا ساز و سامان لوٹ لیا۔ اور اب مدینہ پر بھی انہوں نے حملے شروع کر دیئے۔ خلیفہ نے لبحا کبیر کو ترکی ایرانی نیز مفار بہ فوج کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ مقدمہ لشکر پر طردوش ترکی تھا۔ اس نے بنی سلیم کے پچاس آدمیوں کو قتل اور پچاس کو گرفتار کیا۔ جب لبحا حرہ بنی سلیم میں پہنچا۔ تو اس نے اس قبیلہ کے لوگوں کو جمع کر کے ان میں سے ایک ہزار آدمیوں کو جو شر اور فساد میں حصہ لیتے تھے

پکڑ لیا۔ ذی قعدہ ۲۳ھ میں ان کو مدینہ میں لاکر یزید بن معاویہ کے گھر میں بند کیا۔ اور خود حج کے لئے روانہ ہو گیا۔ واپسی میں قبیلہ بنی ہلال کے تین سو آدمیوں کو جو ہزنی کرتے تھے پکڑ لیا اور بنی سلیم کے ساتھ ان کو بھی اسی گھر میں قید کر دیا۔

اسی اثنا میں اس کو بنی مرہ کی طرف جانا پڑا۔ کیونکہ ان لوگوں نے بھی شورش اٹھا رکھی تھی اور ان قیدیوں نے دیوار میں لقب لگائی اور چاہا کہ نکل جائیں۔ اہل شہر کو خبر ہو گئی۔ انہوں نے مجتمع ہو کر روکا۔ قیدیوں نے لڑنا شروع کیا۔ اہل مدینہ نے ان سب کو جن کی تعداد تیرہ سو سے زیادہ تھی قتل کر ڈالا۔ بغاجب آیا تو اس کو اس قدر جالوں کے ضایع ہو جانے پر بہت افسوس ہوا۔

بنی مرہ اور بنی خزاعہ جو مذکورہ قبائل میں سے تھے ان کے پاس بغانے ایک فراری رئیس کو بھیجا کہ ان کو امان دے کر لاؤ اس نے جا کر شاہی فوج کی سلطنت سے ان کو ڈرایا وہ ڈر کر پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ اور صرف چند اشخاص ان میں سے حاضر ہوئے۔

بغانے بنی اشجع اور غطفان کو بھی امان دی اور ان سے حلف لیا کہ جب وہ بلائے جائیں گے۔ حاضر ہو جائیں گے۔ اس کے بعد بنی کلاب کو جمع کیا۔ تقریباً تین ہزار آدمی حاضر ہوئے ان

میں سے نیزہ سوا شخص اس کو جو اہل فساد تھے پکڑ لیا۔ اور رمضان  
 ۲۳۱ھ میں ان کو مدینہ میں لا کر قید کر دیا۔ اور پھر زح کے لئے  
 مکہ کو گیا وہاں کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ ابیح اور غطفان ابھی تک  
 قتل و غارت سے باز نہیں آئے۔ اس لئے ان کو بلایا لیکن جب سز  
 دو ایک آدمیوں کے اور کوئی نہیں آیا۔

۲۳۲ھ میں واقعہ نے حکم بھیجا کہ بنی یمنیر بلاد یامہ میں قتل و غارت  
 گری کر رہے ہیں ان کی طرف بڑھو۔ بغا اس طرف گیا انہوں نے مقابلہ  
 کیا۔ جس میں ان کے پچاس آدمی مقتول اور چالیس گرفتار ہوئے۔  
 وہاں سے وہ بنی کتمیم کی ایک بستی مرآة کی طرف آیا اور ان کے پاس  
 کئی قاصد بھیجے۔ کہ تم لوگ سرکشی سے باز آؤ۔ لیکن وہ باز نہیں آئے۔  
 اور اس کے فرستادوں کو گالیاں دیتے رہے۔ بغا جب ان کی طرف  
 بڑھا۔ تو پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ اس نے ایک دستہ فوج ان کے  
 پیچھے بھیجا۔ لیکن وہ ہاتھ نہ آئے آخر خود ان کے ثواب میں چلا۔  
 مقام روضۃ الالبان میں مقابلہ ہو گیا۔ بغا نے محمد بن یوسف  
 جعفری کو ان کی ہمالیش کے لئے بھیجا۔ انہوں نے ابن یوسف سے  
 کہا کہ ہم نے تمہاری حفاظت اور حمایت کی لیکن افسوس ہے کہ تم  
 نے ہماری قرابت اور حرمت کا کچھ خیال نہ کیا اور آج ان غلاموں اور

عجمی وحشیوں کو ہمارے مٹانے کو لانے اس کا مزاحم تم کو چکھا دینگے۔  
 صبح کے وقت بنی تمیم نے اس طرح حملہ کیا کہ آگے پیادہ فوج کو  
 رکھا اور پیچھے سواروں کو نیز کی فوج شکست کھا گئی۔ بغا بھی ایک  
 طرف بھاگا۔ اور قریب تھا کہ مقتول ہو جائے۔ لیکن اسی اثنا میں دوسرے  
 ترکوں کا ایک دستہ جو بنی یمن کے مقابلہ میں بھیجا گیا تھا واپس آ گیا اس نے  
 یہ کیفیت دیکھ کر اپنے طبل و کوس بجانے شروع کئے بنی تمیم کے لوگوں نے  
 یہ خیال کیا کہ کوئی نازہ دم فوج ملک کے لئے آگئی۔ اس لئے وہ گھبرائے  
 ان کے سواروں نے راہ گزیر اختیار کی اور پیادے سب کے سب مارے گئے۔  
 بغا تین دن تک وہاں کھڑا جو لوگ بھاگے تھے انہوں نے اس  
 سے امان مانگی۔ بغا نے امان منظور نہیں کی سب کو گرفتار کر لیا۔ اور اپنے  
 ساتھ لے چلا۔ راستہ میں ایک مقام پر انہوں نے بھاگنے کی کوشش کی  
 بغا نے ان کو کورٹوں سے خوب پٹوایا۔ ذیقعدہ ۲۳۲ھ میں ان کو لے کر  
 بصرہ میں پہنچا۔ وہاں سے مدینہ کے عامل محمد بن صالح کو لکھا کہ بنی فزارہ  
 مرہ، اور ثعلبہ وغیرہ کے جس قدر قیدیوں کو میں تمہاری حوالات میں  
 چھوڑ آیا ہوں ان کو لے کر بغداد میں آجاؤ۔ بغا وہاں سے کل  
 قیدیوں کو جن کی تعداد ۲۲۰۰ تھی۔ خود لے کر سامرا  
 پہنچا۔

ہر چند کہ اس عہد میں وفات مرتب تھے لیکن  
**مصادره کتاب** ان کی چاپ پڑتا تھا نہ ہونے کی وجہ سے اکثر  
 کاتب خیانت پیشہ ہو گئے تھے۔ رشوت خودی کے علاوہ خود سرکاری  
 مال غنیمت کرتے تھے۔ چنانچہ یہ عہد بڑے قیمتی ہو گئے تھے اور پیش  
 قرار قہمیں دیکر خریدے جاتے تھے۔

جو شخص کسی محکمہ میں کاتب ہوتا تھا وہ بہت جلد اغنیاء شہر میں  
 شمار ہونے لگتا تھا۔ خلق اس بات کو دیکھتے تھے اور سمجھتے تھے لیکن  
 اس کا کوئی بندہ دست نہیں کر سکتے تھے۔

ابتداء میں واثق چونکہ ان امور کی طرف سے غافل رہا اس وجہ سے  
 اس کے عہد میں عاملوں اور کاتبوں کی خیانت اور بددیانتی بہت بڑھ  
 گئی۔ مجبوز اس نے یہ طریقہ نکالا کہ جس کی ثروت اس کی جلاز آمدنی  
 سے زیادہ دیکھتا اس کے اوپر خیانت کا گمان کر کے جرمانہ میں ایک رقم اس سے  
 وصول کر لیتا۔ محروم کے علاوہ ہر دفتروں سے جو رقمیں اس نے اس طرح  
 پر وصول کیں ان کی تفصیل یہ ہے:-

احمد بن اسراہیل کاتب ۸۰۰۰۰ دینار

سییمان بن دہب کاتب اسباخ ۴۰۰۰۰۰

حسن بن دہب ۱۴۰۰۰



احمد بن خصیب ادیس کے ماتحتوں سے ۱۰۰۰۰۰ دینار

ایراہیم بن ربیع ادیس کے ماتحتوں سے ۱۰۰۰۰۰

نجاح ۴۰۰۰۰

الوزیر ۱۲۰۰۰۰

میران ۱۷۹۲۰۰۰ دینار

لیکن یہ طریقہ کسی اصول پر مبنی تھا۔ تعین رقم کے لئے کسی نظام تھا جس کی وجہ سے اہل غرض کو اس قسم کی تہمتیں لگانے کے موقع حاصل ہو گئے۔

رومیوں کے ساتھ جنگ کا سلسلہ واثق کے عہد میں

**احوال خارجیہ** بھی جاری رہا۔ چونکہ دونوں فریق کے پاس ایک دوسرے

کے اسیران جنگ تھے اسلئے باہم یہ طے ہوا کہ ان کا تبادلہ کر لیا جائے۔

پہلا تبادلہ ۱۱۳۷۰ اسیروں کا ہارون کے عہد میں دریائے لاس کے

کنارے ہوا تھا پھر دوبارہ اسی کے زمانہ میں ۲۵۰۰ قیدی چھڑائے گئے

یہ تیسرا تبادلہ تھا جو واثق کے عہد میں ہوا۔ دونوں فریق دریائے لاس

کے ایک جانب اسیروں کو لے کر یوم عاشورہ ۲۳۱ھ کو آئے وہاں دو پل بنائے

گئے کہ ایک پر سے مسلمان قیدی آئیں اور دوسرے پر رومی قیدی جائیں۔

تبادلہ تعداد پر تھا۔ یعنی ایک اسیر کے بدلے میں ایک اسیر خواہ وہ کسی قسم کا ہو۔

اس موقع پر ۴۶۰ قیدی چھڑائے گئے۔ جن میں سے دو سو عورتیں اور بچے

اور پانچ سو ذمی تھے۔ سو رو می مسلمانوں کے پاس بچ گئے۔ خاقان نے جو  
خلیفہ کی طرف سے اس کام کے لئے آیا تھا۔ ان کو بلا فدیہ چھوڑ دیا اور وہی  
امیر سے کہا کہ ہم نے اس لئے ان کو مفت آزاد کر دیا کہ اس تیرا دلہ میں بھی  
ہمارا احسان اور درجہ کم ہمارے اوپر غالب رہے۔

عجیب و غریب بات یہ تھی کہ قاضی احمد بن ابی داؤد نے اپنا ایک  
آدمی اس شخص کے لئے بھیجا کہ وہ جا کر مسلمان قیدیوں سے اس بات  
کا اقرار لے کہ قرآن مخلوق ہے جو اس کو مان لے وہ چھڑایا جائے اور  
جو اقرار نہ کرے وہ کافر ہے اس کو چھڑالے کی ضرورت نہیں اس سے اس کے  
اعتزال کے غلو کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

دائق کی عمر کا چھتیسواں سال تھا کہ وہ مرض استسقا میں  
وفات منبتلا ہوا۔ اور ۶ ذی الحجہ ۲۳۲ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۸۴۷ء  
کو انتقال کر گیا۔ اس نے کسی کو اپنا ولیعہد نہیں بنایا۔  
مدت خلافت پانچ سال و نماہ اور گیارہ روز رہی۔



تتمتہ

جاوید پریس میکلورڈ روڈ کراچی

